بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

(طبع جدید مع تخریج وتصحیح، مزید تقاریظ واضافۂ تحقیقات)

شیخ الحدیث والتفسیر

پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری نقشبندی

دامت برکاتہم العالیہ

مکتبہ رحمۃ للعالمین

نزد NIB بینک سیٹھی پلازہ اسلحہ والی گلی بلاک 5 سرگودھا

0300-6004816--048-3215204--0303-7931327

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

نام کتاب	ضربِ حیدری
مصنف	شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی قادری دامت برکاتہم
کمپوزنگ	طارق سعید، محمد کاشف سلیم
صفحات	272
بارِ اول	تعداد-/1000 اگست 2008ء
بارِ دوم	تعداد-/1000 دسمبر 2008ء
بارِ سوم	تعداد-/1000 جون 2009ء
بارِ چہارم	تعداد-/2000 اگست 2009ء
بارِ پنجم	تعداد-/1100 جون 2010ء
بارِ ششم	تعداد-/1100 جنوری 2011ء
ناشر	مکتبہ رحمۃ للعالمین نزد NIB بینک سیٹھی پلازہ اسلحہ والی گلی بلاک 5 سرگودھا 0300-6004816 048-3215204--0303-7931327

☆☆

ضربِ حیدری ملنے کے پتے

☆۔ رحمۃ للعالمین پبلی کیشنز بشیر کالونی سرگودھا (048-3215204/0303-7931327)

☆۔ مکتبہ رحمۃ للعالمین نزد NIB بینک سیٹھی پلازہ اسلحہ والی گلی بلاک 5 سرگودھا 0300-6004816

☆۔ جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی جھنگ روڈ فیصل آباد۔

☆۔ دار القلم راجہ بازار جی ٹی روڈ مسجد باٹا والی سرائے عالمگیر ضلع جہلم 0333-5824831

☆۔ مکتبہ الفجر تھون سرائے عالمگیر ضلع جہلم۔

☆۔ مکتبہ صراطِ مستقیم دربار مارکیٹ لاہور۔

☆۔ فرید بک سٹال اردو بازار لاہور۔

☆۔ ابومحمد عبداللہ قاری محمد سلیم نقشبندی جلالی صاحب مہتمم جامعہ جلالیہ محلہ اچھر کے شادی وال گجرات

☆۔ غوثیہ کتب خانہ اردو بازار گوجرانوالہ۔

☆۔ مکتبہ قادریہ سرکلر روڈ چوک میلادِ مصطفیٰ گوجرانوالہ۔

☆۔ مکتبہ تنظیم الاسلام 121-D ماڈل ٹاؤن گوجرانوالہ۔

☆۔ احمد بک کارپوریشن کمیٹی چوک اقبال روڈ راولپنڈی (051-5558320)

☆۔ اسلامک بک کارپوریشن اقبال روڈ راولپنڈی (051-2286111)

☆۔ مکتبہ چشتیہ بالمقابل دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف۔

☆۔ مکتبہ مدنیہ ادریس مارکیٹ انارکلی بازار نزد ہسپتال روڈ چکوال۔

☆۔ غلام مرتضیٰ صاحب۔ سلطان الیکٹرک سٹور تکبیر چوک نوشہرہ (وادئ سون)۔

☆۔ ذیشان بک ڈپو نزد نوری مسجد ریلوے روڈ پھلروان ضلع سرگودھا۔

☆۔ دار العلوم انوار الاسلام قاسمیہ نیو چوک دادو (سندھ)۔

☆۔ مکتبہ غوثیہ پرانی سبزی منڈی کراچی۔

☆۔ جمعیت اشاعت اہل سنت نور مسجد کاغذی بازار میٹھادر کراچی

☆......☆......☆

فہرستِ مضامین

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اہم پیغام

دین کا درد رکھنے والے ذمہ دار علماءِ کرام کے نام

هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ يَدُوْرُ عَلَيْهَا اِبْطَالُ مَذْهَبِ الشِّيْعَةِ...... وَفَسَادُهٗ اَشَدُّ مِنْ مَفَاسِدِ مَذْهَبِ الْمُعْتَزِلَةِ وَ الْجَبْرِيَّةِ وَ اَشْبَاهِهِمْ فَيَجِبُ عَلَى الْعُلَمَآئِ الْاِهْتِمَامُ بِمَسْئَلَةِ الْاَفْضَلِيَّةِ...... وَحَسْبُکَ دَلِيْلاً عَلَى الْاِهْتِمَامِ بِمَسْئَلَةِ الْاَفْضَلِيَّةِ اَنَّهَا مِنْ عَلَامَاتِ اَهْلِ السُّنَّةِ

ترجمہ:۔ ابوبکر اور عمر کی افضلیت کا مسئلہ ایسا ہے کہ شیعہ مذہب کے اِبطال کا دار ومدار اسی پر ہے.......... اس کا فساد معتزلہ اور جبریہ جیسے مذاہب کے مفاسد سے زیادہ شدید ہے ، لہٰذا علماء پر واجب ہے کہ مسئلہ افضلیت کو خصوصی اہمیت دیں.......... مسئلہِ افضلیت کا اہتمام کرنے کے لیے آپ کو یہی دلیل کافی ہے کہ افضلیتِ شیخین کا عقیدہ اہل سنت کی علامات میں سے ہے۔

(نبراس صفحہ ۳۰۲ از حضرت علامہ محمد عبدالعزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ)

تقریظ

استاذ العلماء حضرت علامہ محمد عبد الرشید صاحب رضوی مدظلہ العالی

قطب آباد شریف جھنگ

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

اما بعد! ''ضربِ حیدری'' کے چند مقامات بغور پڑھے۔ مسئلہ خلافت بلافصل سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ واضح ہے۔ نبی پاک ﷺ نے اگرچہ کسی کو خلیفہ بلافصل متعین نہیں فرمایا۔ لیکن اجماعِ صحابہ سے یہ مسئلہ ثابت ہے کہ سیدنا ابوبکر صدیق ہی خلیفہ بلافصل ہیں۔

حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے (''الیواقیت والجواہر'' جلد ۲ صفحہ ۷۲ مصنفہ الامام العارف الربانی سید عبدالوہاب الشعرانی) روایت ہے کہ

ودلیل اھل السنة فی تفضیل ابی بکر علیٰ علی رضی اللہ عنہ الحدیث الصحیح ما فضلکم ابو بکر بکثرۃ صوم ولا صلوٰۃ ولکن بشی وقر فی صدرہ وھو نص صریح فی انہ افضلھم یعنی حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم رؤف ورحیم ﷺ نے صحابہ کرام کو ارشاد فرمایا اے میرے صحابہ ابوبکر صدیق تم سے زیادہ روزے رکھنے یا زیادہ نماز پڑھنے سے فضیلت نہیں لے گئے۔ بلکہ ان کے سینے میں ایک چیز موقر ہے جس سے تم سب پر وہ فضیلت لے گئے ہیں۔

یہ حدیث نص صریح ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ دنیاوی اعتبار سے بھی اور ولایت کے لحاظ سے بھی۔ اس میں کوئی تقسیم نہیں کہ دنیاوی سیاست کے لحاظ سے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ افضل ہوں اور ولایت باطنی کے لحاظ سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلافصل ہوں۔ یہ تقسیم روافض کا مذہب یا معتزلہ کا۔

اسی چیز کو علامہ شعرانی الیواقیت والجواھر میں یوں فرماتے ہیں۔

ان افضل الاولیاء المحمدیین بعد الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی رضوان اللہ علیھم اجمعین وھذا الترتیب بین ھؤلاء الاربعة الخلفاء قطعی عند ابی الحسن الاشعری، ظنی عند القاضی ابی بکر الباقلانی۔ محمدی اولیاء میں انبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔ خلافت کی

ترتیب جوان خلفاء اربعہ میں ہے شیخ ابوالحسن اشعری کے نزدیک قطعی ہے اور قاضی ابوبکر باقلانی کے نزدیک ظنی ہے۔

آگے فرماتے ہیں: ومما تثبت به الروافض فی تقدیمهم علیا رضی اللہ عنہ علی ابی بکر رضی اللہ عنہ حدیث انه صلی اللہ علیہ وسلم اتی بطیر مشوی فقال اللهم ائتنی باحب خلقک الیک یاکل معی من هذا الطیر فاتاه علی رضی اللہ عنہ۔

روافض جس حدیث سے علی المرتضیٰ کی تقدیم کو ابوبکر صدیق پر ثابت کرتے ہیں یہ حدیث ہے کہ حضور علیہ السلام کی خدمت میں بھونا ہوا پرندہ لایا گیا۔ (لانے والی حضرت ام ایمن رضی اللہ عنہا تھیں) تو حضرت علیہ السلام نے فرمایا اے اللہ میرے ساتھ اس پرندے کو کھانے میں وہ شخص شریک ہو جو تجھے مخلوق سے محبوب ہو تو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ تشریف لائے۔

وهذا الحدیث ذکره ابن الجوزی فی الموضوعات وافرد له الحافظ الذهبی وقال ان طرقه کلها باطلة۔ ابن جوزی نے اس حدیث کو موضوعات میں ذکر کیا۔ اور محدث ذہبی نے مفرد طور پر جزؤاً بیان کیا اور فرمایا اس حدیث کے تمام اسناد باطل ہیں۔

واعترض الناس علی الحاکم حیث ادخله فی المستدرک۔ تمام لوگوں نے حاکم پر اعتراض کیا کہ اس نے مستدرک میں اس حدیث کو کیوں داخل کیا۔

تلخیص مستدرک جلد نمبر ۳ صفحہ ۱۳۲ مطبوعہ مکتبہ مطابع النصر الحدیثیہ الریاض میں ہے۔

فجاءت ام ایمن فوضعته بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا ام ایمن ماهذا قالت طیر اصبته فصنعته لک قال اللهم جئنی باحب خلقک الی والیک یاکل معی من هذا الطیر وضرب الباب وقال یا انس انظر من علی الباب وقال انس فذهبت فاذا علی بالباب فادخلته قال یا انس قرب الیه الطیر قال فوضعته بین یدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فاکلا جمیعا۔

ام ایمن رضی اللہ عنہا ایک بھونا ہوا پرندہ لائیں اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے رکھ دیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اے ام ایمن یہ کیا ہے؟ ام ایمن نے عرض کیا

ایک پرندہ مجھے میسر ہوا ہے، آپ کے لیے میں نے اس کو تیار کیا، تو حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے اللہ اپنی مخلوق میں سے محبوب ترین جو مجھے اور تجھے ہو میرے پاس بھیج جو اس پرندے کو میرے ساتھ کھائے۔ اچانک دروازے پر دستک ہوئی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا اے انس دیکھ دروازے پر کون ہے۔ حضرت انس فرماتے ہیں، میں جب گیا تو علی المرتضیٰ دروازے پر موجود تھے۔ میں نے اندر آنے کی اجازت دے دی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: یہ پرندہ ان کے قریب کردے میں نے ایسا کیا اور دونوں نے مل کر کھایا۔

اس حدیث کی جو حیثیت ہے وہ پہلے واضح ہو چکی۔

شیعوں کے نزدیک حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی فضیلت پر یہی حدیث ہے۔ لیکن اہل سنت و جماعت کے نزدیک وہ صحیح حدیث ہے جو علامہ شعرانی نے بیان کی جسکا ذکر پہلے ہو چکا ہے۔

بخاری شریف میں باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ یہ حدیث ہے جو عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مذکور ہے۔

قال کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ ﷺ فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان۔ بخاری شریف جلد ۱ صفحہ ۵۱۶ مطبوعہ اصح المطابع دہلی۔

کہ ہم لوگ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانے میں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو پہلے نمبر پر پھر عمر فاروق رضی اللہ عنہ پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو مختار سمجھتے تھے۔

بین السطور میں ہے۔ وزاد الطبرانی فیسمع النبی ﷺ ولا یکرہ

محدث طبرانی نے مزید یہ فرمایا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سنتے اور ناپسند نہ کرتے۔

قسطلانی میں اسی حدیث کے ماتحت ہے۔

المراد بالبعدیۃ ھھنا بعدیۃ الزمانیۃ و اما البعدیۃ فی الرتبۃ فیقال فیھا افضل الامۃ بعد الانبیاء علیھم الصلوٰۃ والسلام ابوبکر و قد اطبقوا علی انہ افضل الامۃ حکی الشافعی وغیرہ اجماع الصحابۃ والتابعین علی ذالک۔

بعدیت سے مراد یہاں بعدیت زمانی ہے۔ اور بعدیت رتبی میں سب کا اجماع ہے

کہ بعد از انبیاء علیھم الصلوٰۃ و السلام ابو بکر افضل الامۃ ہیں۔ اس میں امام شافعی وغیرہ نے حکایت کیا کہ اجماعِ صحابہ اور تابعین اسی پر ہے۔

اور بخاری شریف جلد ا صفحہ ۵۱۸ پر ہے: عن محمد بن الحنفیۃ قال قلت لابی ای الناس خیر بعد النبی ﷺ قال ابو بکر قلت ثم من؟ قال عمر وخشیت ان یقول ثم عثمان قلت ثم انت؟ قال ما انا الا رجل من المسلمین۔

حضرت علی المرتضیٰ کے فرزند ارجمند محمد بن حنفیہ سے روایت کہ میں نے اپنے والد سے پوچھا لوگوں میں سے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد کون افضل ہے؟ فرمایا ابو بکر صدیق۔ میں نے کہا پھر کون؟ فرمایا عمر فاروق۔ مجھے خطرہ ہوا کہ اگر میں ثم من کہوں تو حضرت عثمان کا نام نہ لے لیں۔ میں نے کہا پھر آپ؟ آپ نے فرمایا میں تو مسلمانوں کا ایک فرد ہوں۔

قسطلانی کے حوالے سے بین السطور میں ہے۔ وقد وقع الاجماع بین اھل السنۃ علی ان ترتیبھم فی الفضل کترتیبھم فی الخلافۃ۔

یعنی اہل سنت و جماعت کا اس پر اتفاق ہے کہ فضیلت کی ترتیب وہی ہے جو خلافت کی ہے۔ یعنی ترتیب افضلیت کو مدنظر رکھتے ہوئے ہی خلافت کی ترتیب ہوئی۔

نیز افضلیت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ علی الاطلاق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے فرمان سے جس کو امام مسلم نے یوں تحریر فرمایا۔

عن عائشۃ رضی اللہ عنھا قالت قال لی رسول اللہ ﷺ فی مرضہ ادعی لی ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتابا وانی اخاف ان یتمنی متمن ویقول قائل انا اولی ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر (مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ مطبوعہ اصح المطابع)۔

یعنی حضرت عائشہ صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مرض الوفات میں مجھے فرمایا: جا اپنے باپ ابو بکر صدیق اور اپنے بھائی کو بلا لاؤ تا کہ میں کچھ لکھ دوں مجھے خطرہ ہے کہ تمنا کرنے والا تمنا نہ کر بیٹھے۔ اور کوئی کہنے والا یہ نہ کہے کہ میں بہتر ہوں۔ اللہ تعالیٰ اور تمام مومنین اس چیز کا انکار کریں گے سوائے ابو بکر صدیق کے۔ لیکن آپ کے مرض کی کمزوری کی وجہ سے میں نے نہ بلایا لیکن حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے

حضرت ابوبکر صدیق کو اپنے مصلے پر نماز کے لیے مقرر فرمایا اور حکم دیا۔ مروا ابا بکر یصلی بالناس۔

اہل سنت کے نزدیک حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری زندگی میں صدیق اکبر نے سترہ نمازیں پڑھائیں۔ روافض کے نزدیک بھی شرح نہج البلاغۃ الدرۃ النجفیۃ میں ہے کہ حضرت صدیق اکبر نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ظاہری زندگی میں دو دن نمازیں پڑھائیں۔ صلی ابو بکر یومین۔

نیز اسی نماز پڑھانے کو حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے خلافت ظاہری کے لیے دلیل بنایا۔ اب جو تقسیم ظاہری و باطنی کی کرتا ہے اور ظاہری خلافت دنیاوی صدیق اکبر کے لیے مانے اور ولایت باطنی کے لحاظ سے خلافت بلافصل مولا علی کے لیے سمجھے وہ اجماعِ امت اور حدیثِ پاک اور مولا علی کی مخالفت کرے گا۔ اس کو متنبہ کیا جائے اگر قیاسی غلطی ہے تو توبہ کرے۔

اس مسئلے کو جس طرح شیخ الحدیث والتفسیر علامہ غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے مبرھن دلائل قویہ واضحہ باہرہ سے بیان فرمایا ہے، اہل سنت و جماعت پر بہت بڑا احسان ہے۔ اللہ تعالیٰ مزید ان کو دین متین کی خدمت کے لیے اسی جذبہ کے ساتھ قائم ودائم رکھے۔

آمین ثم آمین بجاہ النبی الکریم الامین الرؤف الرحیم

صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم

اللہ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

فقط

محمد عبدالرشید رضوی

مہتمم جامعہ قطبیہ رضویہ

قطب آباد شریف

چک نمبر ۲۳۳ تحصیل وضلع جھنگ

المرقوم

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۹ھ

بروز جمعۃ المبارک ۲۸ مارچ ۲۰۰۸ئ

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ شیخ الحدیث

ابوالحسنات محمد اشرف صاحب سیالوی مدظلہ العالی

الحمد لمن هو اول قديم بلا ابتداء وآخر كريم بلا انتهاء والصلوٰة والسلام على من كان نبيا وآدم بين الطين والماء وعلى آله واصحابه الكرماء والشرفاء والتابعين لهم بالاحسان الى يوم الجزاء اما بعد۔

اہل السنت والجماعت کا عقیدہ جو صدیوں سے درسی کتب میں پڑھا پڑھایا جا رہا ہے اور کتاب وسنت کے دلائل حقہ اور اجماعِ امت کے ساتھ مبرہن انداز میں بیان کیا جاتا ہے وہ یہی ہے افضل البشر بعد الانبياء ابوبكر الصديق ثم عمر الفاروق ثم عثمان ذو النورين ثم على المرتضىٰ یعنی انبیاء علیہم السلام کے علاوہ تمام امتوں سے یہ حضرات افضل ہیں۔ اوران میں باہمی تفاضل کی صورت یہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اول درجے میں ہیں اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ دوسرے درجے میں ہیں اور حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تیسرے درجے میں ہیں اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ چوتھے درجے میں ہیں۔

اس عقیدے کو اپنانے والے حضرات صدیقین بھی ہیں اور شہداء وصالحین بھی جو کہ اس عقیدے پر قائم رہے اور اس کا پرچار بھی کرتے رہے۔ اور ہم نمازوں میں اللہ تعالیٰ سے دعائیں کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے انعام یافتہ سعادت مند حضرات کی راہ پر چلا۔ اوران سعادت مندوں میں یہ تینوں جماعتیں بھی شامل ہیں۔ تو پھر ہمیں ان کی راہِ ہدایت پر گامزن ہونے اور ثابت قدم رہنے کے علاوہ کوئی چارہ کار نہیں ہونا چاہیے۔ اور یہ تسلیم کرنا لازمی اور ضروری ہے کہ فلاح ونجات کا راستہ وہی ہے اور برحق مذہب ومسلک وہی ہے جو ان حضرات نے اپنایا کیونکہ

ایسی مقدس ہستیاں ارشاداتِ خداوندی اور فرموداتِ مصطفویہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام سے قطعاً گریز وفرار اور احتراز وانحراف نہیں کر سکتیں۔

امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

حقیقۃ الفضیلۃ ماھو عند اللہ و ذلک مما لا یطع علیہ الا رسول اللہ ﷺ وقد ورد فی الثناء علیھم اخبار کثیر ولا یدرک دقائق الفضل والترتیب فیہ الا المشاھدون للوحی والتنزیل بقرائن الا حوال فلولا فھم ذلک لما رتبوا الامر کذلک اذا کان لاتاخذھم فی اللہ لومۃ لائم ولا یصرفھم عن الحق صارف (شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)۔

زیر بحث افضلیت سے مراد ان حضرات کا عند اللہ مرتبہ ومقام اور قربت ومکانت ہے۔ اور اس پر صرف اور صرف رسول اللہ ﷺ ہی مطلع ہو سکتے ہیں۔ اور ان کی مدح ثناء اور تعریف وتوصیف میں بہت سی احادیث اور روایات وارد ہیں اور فضل وشرف کے دقائق اور اس میں ترتیب کا ادراک اور قطعی علم قرائنِ احوال کو ملحوظ رکھتے ہوئے صرف انہیں حضرات کو ہو سکتا تھا۔ جو وحی اور تنزیل کا مشاہدہ کرنے والے تھے۔ اگر ان حضرات کو قرائنِ احوال اور شواہدِ حقیقت سے اس شرف اور فضل کا علم وادراک اور فہم نہ ہوتا تو وہ اس ترتیب سے یہ شرف اور فضل قطعاً بیان نہ کرتے کیونکہ ان حضرات کو اللہ کی رضا وخوشنودی والے امور سے کسی ملامت کرنے والے کی ملامت اپنی گرفت میں نہیں لے سکتی اور حق وصواب اور صدق وراستی والی راہ سے دنیا کی کوئی طاقت انہیں برگشتہ نہیں کر سکتی تھی (بحوالہ شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)۔

لہٰذا ان مقدس ہستیوں میں شرف وفضل باہمی کی یہ ترتیب قرآن مجید اور احادیثِ رسول ﷺ کا مغز اور خلاصہ ہے اور اس کو اختیار کرنے میں ہماری فلاح اور کامیابی اور اخروی نجات کا سامان ہے۔ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ترتیب اور افضلیت میں تو

بعض حضرات کا مؤقف یا اختلاف منقول ہے لیکن شیخین کی افضلیت میں کسی کا اختلاف منقول نہیں۔ سوائے شیعہ اور معتزلہ کے۔ تو کیا کوئی سنی کہلانے والا شخص یہ باور کرسکتا ہے کہ عند اللہ ان حضرات کے شرف و فضل کا علم و عرفان شیعہ اور معتزلہ کو تو ہو گیا مگر ہمارے اسلاف اور اکابرین اس علم و عرفان سے عاری اور خالی تھے العیاذ باللہ اور بلا دلیل اور بغیر حجت و برہان کے اس ترتیب پر مجتمع اور متفق ہو گئے۔ حاشا اللہ

مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا اپنے لختِ جگر حضرت محمد بن حنفیہ رضی اللہ عنہ کے استفسار کا جواب بخاری شریف میں مروی ہے۔ وہ پوچھتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل شخص کون ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ۔ وہ پوچھتے ہیں ان کے بعد سب سے افضل کون ہے؟ تو آپ فرماتے ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ۔ جب انہیں یہ اندیشہ لاحق ہوا کہ اب اگر میں سوال کروں کہ ''ان کے بعد افضل کون ہے؟'' تو آپ یہ نہ کہہ دیں کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ۔ تو آپ نے سوال کا انداز بدل کر عرض کیا ثم انت پھر آپ ان کے بعد سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل ہیں تو آپ نے فرمایا ''ما انا الا رجل من المسلمین'' میں تو مسلمانوں میں سے ایک عام سا مرد ہوں۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خط کا جواب دیتے ہوئے مولائے مرتضیٰ نے فرمایا ''ان افضلھم فی الاسلام کما زعمت و انصحھم للہ و لرسولہ الخلیفۃ الصدیق ثم خلیفۃ الخلیفۃ الفاروق و لعمری ان مکانھما فی الاسلام لعظیم و ان المصاب بھما لجرح فی الاسلام شدید (نہج البلاغہ)۔ یعنی تمام اہلِ اسلام سے بالعموم اور صحابہ وغیرہم سے بالخصوص افضل ترین جیسے کہ تم نے کہا اور سب سے بڑے مخلص اللہ تعالیٰ کے (دین کے) اور رسولِ خدا ﷺ کے خلیفہ صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ اور ان کے بعد ان کے خلیفہ حضرت عمر فاروق سب سے افضل اور بڑے مخلص ہیں۔ مجھے میری زندگی کے خالق کی قسم ان دونوں کا مرتبہ و مقام

اسلام میں بہت بڑا ہے اور ان کا وصال اسلام کے لیے ایسا کاری زخم ہے جو مندمل ہونے والا نہیں ہے۔ وغیر ذلک۔

اور سب سے بڑھ کر یہ کہ آپ ان پر اپنے فضیلت دینے والے کو مفتری اور بہتان تراش سمجھتے تھے اور اس پر حدِ افتریٰ لگانے کا اعلان فرماتے تھے۔ تو کیا مولائے مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی محبت اس امر کی متقاضی نہیں ہے کہ ان کے نظریہ کو بھی اپنایا جائے اور ان کی اقتداء اور اتباع بھی کی جائے اور جس نظریہ اور عقیدہ کو بھی وہ غلط اور بے بنیاد سمجھیں اور لائق حد و تعزیر سمجھیں اس سے کوسوں دور بھاگا جائے بلکہ خود نبی کریم ﷺ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو یہی تعلیم دی اور ان کے خداداد مرتبہ و مقام سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا: یا علی ان ابابکر و عمر خیر الاولین والآخرین واھل السموت والارضین الا النبیین والمرسلین۔ اے علی بے شک ابوبکر اور عمر تمام اولین و آخرین سے افضل ہیں۔ اور تمام آسمانوں اور زمین والوں سے افضل ہیں۔ ما سوائے انبیاء اور مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے، تو مولا مرتضیٰ رضی اللہ عنہ خود یہ عقیدہ کیوں نہ اپناتے اور اپنی اولادِ امجاد کو اس پر کاربند کیوں نہ فرماتے اور ہم پر یہ عقیدہ اور نظریہ اپنانا کیونکر ضروری اور لازم نہ ہوگا؟۔

تنبیہ:۔ اس افضلیت والے ارشادات میں یہ پہلو متعین نہیں کیا گیا کہ وہ خلافت کے لحاظ سے ہے اور روحانی مراتب و درجات کی رو سے نہیں۔ لہٰذا ایسی تاویل و توجیہ کی یہاں کوئی گنجائش نہیں۔ جن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے انکا انتخاب کیا اور انکی بیعت کی انہیں پہلے سے کیسے یقین ہو گیا تھا اور یہ علمِ غیب کیسے حاصل ہو گیا تھا کہ وہ خلافت و حکومت اور سلطنت و امارت میں منفرد اور ممتاز مقام کے مالک ثابت ہوں گے۔ لہٰذا یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح واضح اور عیاں ہے کہ انہوں نے صرف اور صرف ارشاداتِ مصطفویہ کے تحت اور انکی قربانیوں اور خدماتِ اسلام

کی وجہ سے ہی اور محبوبِ خدا کی ان پر رحمت و شفقت اور خصوصی نظر عنایت اور نگاہِ التفات کے تحت ہی یہ عقیدہ اپنایا ہوا تھا کہ یہ حضرات سب سے افضل ہیں۔ اور اسی عقیدے کے تحت ان کا نیابتِ مصطفویہ اور خلافت کے لیے انتخاب اسی ترتیب کے مطابق وقوع پذیر ہوا۔ اور یہ حقیقت تو خلافت کا بارِ گراں سنبھالنے کے بعد کھل کر سامنے آئی کہ یہ حضرات اس منصب کے لحاظ سے بھی امتیازی اور انفرادی مقام کے مالک ہیں۔ لہٰذا اسکو وجہِ انتخاب قرار دینا کیونکر جائز ہوسکتا ہے۔

حضرت رہبرِ شریعت، شیخ طریقت علامہ پیر غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی و دامت برکاتہم العالیہ نے بڑے مدلل اور مبرہن انداز سے اس نظریہ اور عقیدہ کو بیان فرمایا ہے اور منکرین ومخالفین کے تمام شکوک وشبہات کو ھباءً منثوراً فرمادیا ہے۔ اور اہل سنت کے مذہب و مسلک کو مہرِ نیمروز کی طرح روشن اور واضح فرمادیا ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ہمیں ان کے فیوض و برکات اور علمی جواہر پاروں سے بیش از بیش استفادہ کی توفیق اور سعادت بخشے۔ آمین ثم آمین۔

اور تمام اہل السنت کو اس برحق عقیدہ ونظریہ اور سراسر راستی وصداقت پر مبنی مذہب و مسلک کو اپنانے اور اس پر ثابت قدم رہنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

احقر الانام ابوالحسنات محمد اشرف السیالوی

کان اللہ لہ

جامعہ غوثیہ مہریہ منیر الاسلام کالج روڈ سرگودھا

☆......☆......☆

تقریظ

مناظر اسلام حضرت علامہ پیر سید محمد عرفان شاہ صاحب مشہدی مدظلہ العالی

اپنے عقائد و افکار اور نظریات کی دعوت و تبلیغ آزاد دینا ہر انسان کا بنیادی حق ہے مگر انسانی معاشرہ کا یہ بھی مسلمہ قاعدہ ہے کہ مبلغ اور داعی کو سچ اور اخلاص کا دامن ہاتھ سے نہ جانے دینا چاہیے۔ دورِ حاضر کی زوال پذیر اقدار میں یہ قدر بھی نہایت شرمناک ہے کہ دین و مذہب جو جھوٹ اور نفاق کی ملاوٹ کا کسی طرح بھی متحمل نہیں ہوسکتا اسکی دعوت و تبلیغ میں بھی جھوٹ اور بددیانتی کا سہارا لیا جاتا ہے، دیانت اور سچائی کا خون سرعام کیا جارہا ہے اور بڑی ڈھٹائی کے ساتھ کذب اور دجل کے متعفن کچرے پر کھڑا ہوا شخص بھی الوالعزم مجاہدین جیسے اعزازات اپنے ہی ہاتھوں اپنے کندھوں پر سجائے نفس پراز ہوس کو تھپکی دے رہا ہے۔ جاہ اور تعمیر ذات کے مرضِ استسقاء نے بہت سوں کو زندہ درگور کیا اور کتنوں کو تباہ و برباد کیا۔ حرص وہوس خود پسندی، خودغرضی کی بیماری ایک بندے کو کہیں کا نہیں رہنے دیتی۔ یہ مرض اپنے بیمار میں بے یقینی اور بداعتمادی کی کیفیات پیدا کرتا ہے۔ ایسا مریض اگر کسی ہنر اور فن میں دستگاہ رکھتا ہو تو اپنے فن کو تعمیرِ ذات اور پرورشِ نفس کے لیے بروئے کار لاتا ہے۔ ایمان، عقیدہ، نظریہ، وفا، حمیت، غیرت جیسے الفاظ ایسے مریضوں کے لیے کوئی معنی نہیں رکھتے۔ ادبِ عربی میں مقاماتِ حریری سے ہر طالب علم واقف ہے۔ اس کے کردار ابوزید سروجی کی ادبیت، دانش فصاحت و بلاغت جس کام آتی ہے ایسے کرداروں کے بھی ایسے ہی مقاصد ہوتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب ''ضربِ حیدری'' میں ایسے ہی عیار اور سیاہ دل لوگوں کے بے سروپا نظریات کا رد و ابطال کیا گیا ہے جو اپنا ایمان اور نظریہ بھی اپنے دنیوی مفاد کے لیے فروخت کردیتے ہیں۔

ذرا بھی نرخ ہو بالا تو تاجرانِ حرم — یہ لوگ کیا ہیں کہ دو چار خواہشوں کے لیے
گلیم و جبہ و دستار بیچ دیتے ہیں — تمام عمر کا پندار بیچ دیتے ہیں

ضربِ حیدری کے مخاطبین میں ایک بھولا طبقہ ایسا بھی ہے جو اپنی روحانی تکمیل کا ذریعہ

حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے نظریہ کو سمجھتے ہیں ان کی راہنمائی کے لیے ضربِ حیدری میں بہت کچھ ہے۔

تفضیلیوں کا ایک گروہ جو نسبی تفاخر کے عفریت کے چنگل میں بری طرح جکڑا ہوا ہے اور اپنے مذموم مقاصد کے لیے مسلم سماج کی رگوں سے لہو نچوڑنے کے لیے اہلِ اسلام میں ''برہمن'' کا روپ دھارے ہوئے ہے ان پر بھی یہ کتاب حجت ہے۔

تفضیلیہ میں ایک بد بخت ایسا بھی ہے جو ایک ہی وقت میں ولایتِ علی کی سبائی تعریفات و توضیحات اور خلافت کی سیاسی اور روحانی تقسیم کا پرچم اٹھائے ہوئے ہے اور دوسری طرف وہابیہ خوارج کی نہ صرف اقتداء کے جواز کا قائل اور اس پر مصر ہے بلکہ عملاً اسکے اظہار پر بھی شرم محسوس نہیں کرتا اور تیسری طرف اہل سنت کی وہ تمام رسوم جنہیں وہابیہ خوارج شرک وکفر کہتے نہیں تھکتے، ان کی بھی بڑے چاؤ کے ساتھ انجام دہی سے نہیں چوکتا۔ ایسے متضاد افکار ونظریات واعمال کو ایک شخص جب اعلانیہ تحریر وتقریر میں پیش کر رہا ہے تو احقر کو یہ لکھنے میں کوئی مشکل نہیں کہ عصرِ حاضر میں یہی شخص ابن اُبی ایوارڈ کا اولین مستحق ہے۔

اس پرفتن دور میں جو بصارت ہی نہیں بلکہ بصیرت کے لیے بھی آشوب کا دور ہے ایسی پر نفاق روش کو محسوس کرنا اور اس پر مستزاد رد وابطال کے لیے کمر بستہ ہونا اور احقاقِ حق کے لیے اپنی علمی استعداد اور قدرت کی طرف سے بخشی ہوئی بصیرت کو بروئے کار لاتے ہوئے قلم کو حرکت دینا اتنا مبارک ومسعود عمل ہے کہ حضرت مولانا غلام رسول قاسمی مدظلہ تو مخلص عالم، شیخ طریقت اور شیخ الحدیث ہیں، راقم الحروف تو سچے اور کھرے ''رند'' کو بھی دوغلے اور کھوٹے عالموں اور زاہدوں پر ترجیح دیتا ہے۔

معزز قارئین دلائل کے گلہائے رنگا رنگ باغِ قاسمی سے خود چن لیں اور انکی بھینی بھینی خوشبو سے مشامِ ایمان وجان کو معطر کریں۔ اللہ تعالیٰ جل شانہ اس کتاب کو نفعِ تام اور قبولِ عام عطا فرمائے۔ آمین

الراجی الی رحمت ربہ المنان
محمد عرفان غفرلہ الرحمن
من احفاد موسیٰ بن جعفر

تقریظ

حضرت علامہ ابوالفضل عبدالرحیم صاحب سکندری مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ۔ اما بعد:

فقیر نے حضرت مولانا پیر غلام رسول قاسمی صاحب دامت برکاتہ کی تصنیف ضربِ حیدری کا از اول تا آخر مطالعہ کیا، جس کو بلا مبالغہ، افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے موضوع پر، منفرد پایا۔ از سلف تا خلف اکابرین اہلِ سنت و جماعت کی مولانا صاحب نے حقیقت پسندی سے خوب سے خوب تر ترجمانی فرمائی ہے۔ راقم الحروف ایک حوالہ پر اکتفا کرتے ہوئے "ضربِ حیدری" کی مکمل تائید کرتا ہے۔ علامہ فہامہ، قطبِ کامل، عارفِ واصل، حضرت مجدد منور امام ربانی، احمد سرہندی قدس سرہ مکتوبات شریف میں تحریر فرماتے ہیں:

افضلیت ایشان بترتیب خلافت است، افضلیت حضرات شیخین باجماع صحابہ و تابعین ثابت شدہ است۔ چنانچہ نقل کردہ اند آنرا اکابر ائمہ کہ یکے از ایشان امام شافعی است۔ شیخ ابو الحسن اشعری کہ رئیس اہلِ سنت است، فرماید کہ افضلیت شیخین بر باقی امت قطعی ست، انکار نکند افضلیت شیخین را، بر باقی مگر جاہل یا متعصب، حضرت امیر کرم اللہ تعالیٰ وجہہ میفرماید کہ کسے کہ مرا بر ابی بکر و عمر فضل بدھد، مفتری است۔ او را تازیانہ زنم۔ چنانکہ مفتری را زنند (مکتوبات شریف حصہ ہفتم دفتر دوم صفحہ ۴۸)۔

تمام صحابہ کرام وتابعین واکابرین اہل سنت کا یہی عقید ہے۔اس کے برخلاف جو بھی نیا عقیدہ نکالے گا وہ ضلالت وگمراہی ہے۔

اللھم ارنا الحق حقاً وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلاً وارزقنا اجتنابہ۔

العبدالراجی عفو ربہ القویم شاہ پور چاکر (سندھ)

فقیر عبدالرحیم سکندری ۱۸ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ، ۲۴ مئی ۲۰۰۸ء

☆......☆......☆

تقریظ

مناظرِ اسلام حضرت علامہ محمد سعید احمد اسعد صاحب مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

الحمد اللہ نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

فقیر نے حضرت قبلہ مفتی غلام رسول قاسمی صاحب کی کتاب مستطاب ضربِ حیدری کا مطالعہ کیا اور اس کو دلائل و براہین سے مرصع پایا اور اپنے موضوع پر لاجواب پایا حضرت قبلہ علامہ غلام رسول قاسمی صاحب نے پوری امت کی طرف سے حق ادا کر دیا ہے۔ اس کتاب کے بارے میں حضرت شیخ الحدیث صاحب مدظلہ العالی نے جو کچھ تحریر فرمایا بندہ اس سے مکمل اتفاق رکھتا ہے۔ اللہ کریم مصنف کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین

محمد سعید احمد اسعد غفرلہ الاحد

مہتمم جامعہ امینیہ رضویہ شیخ کالونی فیصل آباد

☆......☆

استاذ العلماء حضرت علامہ مفتی محمد طیب ارشد صاحب مدظلہ العالی

مدرس مدرسہ اسلامیہ تھون سرائے عالمگیر

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد اللہ الذی شرح صدورنا للاسلام بنور الایمان و نور قلوبنا بالعلم والعرفان وجعلنا من امۃ حبیبہ سید الانس والجان ھو ربنا یختار عبداً لاحقاق الحق و امحاق البطلان عند ظھور الفتن والطغیان والصلوٰۃ والسلام علی من نزل علیہ الکتاب فیہ لکل شیء التبیان ھو سیدنا خلق اللہ نورہ من نورہ قبل الاشیاء وکان نبیا و آدم بین الطین والماء اخبر بلسانہ ناطقا بما الیہ یوحی ان افضل الناس ابوبکر بعد الانبیاء فحقق ھذا الفضل فی الضرب الحیدری باعتصام الاصول العاصمی الشیخ غلام رسول القاسمی عند شغب التفضیلیۃ والجھال السنیۃ علی المنابر فی المساجد المنیفۃ والمحافل المذھبیۃ فجزاہ اللہ تعالیٰ عنی وعن سائر اھل السنۃ والجماعیۃ وابقیٰ فیضان تصانیفہ الی یوم القیامۃ۔ اما بعد۔

علم، اعمال دعاء، عبادات حسن اخلاق صحت اطوار تصنیف، تالیف وعظ، تبلیغ صورتِ درویشاں، سلوک راہِ نیکاں جیسی صفات کے حامل لوگ اس پرآشوب دور میں ہر شہر، ہر قریہ حتیٰ کہ سرِ راہ بھی بکثرت مل جاتے ہیں لیکن ان میں سے ماسوائے معدودے (من یشاء اللہ) اخلاص سے معریٰ نام آوری، ریاء سے محلیٰ ہوتے ہیں۔ یہ لوگ حقیقت سے دور ہوتے ہوئے بھی نام آوری، نفس پرستی جیسے مقاصد پالیتے ہیں۔ عزت، برتری کے خواہاں، مال، زر کے جویاں یہ لوگ اسلام کے نام اور اسلاف سے نسبت کے حوالہ سے مذہبی راہنما بھی کہلاتے ہیں جبکہ دراصل یہ لوگ ننگِ اسلاف ہوتے ہیں۔ عوام میں مقبولیت، شہرت اور حصولِ زر کی طمع، لالچ کیلیے مذہبی مجالس، محافل میں فنِ موسیقی کے اتار چڑھاؤ اور خوش آواز، شیریں لہجہ کے ساتھ عامۃ المسلمین کے ضعفِ اعتقاد کی نازک تاروں کو چھیڑتے ہوئے اہل السنۃ والجماعۃ کے مسلمہ عقائد، شرعی

معمولات اور ضروریاتِ دین کے برعکس وہ جو چاہیں بیان کر دیتے ہیں۔ بعض تو وہ ہیں جو آیاتِ کریمہ کو بھی موسیقی کی سروں میں پڑھتے ہیں۔ انہیں نہ خوفِ خدا، نہ شرمِ مصطفی اور نہ احساسِ زیاں ہوتا ہے۔ وہ اپنی فاسد مخترعات، خود ساختہ تاویلات، موضوع روایات بیان کر کے جہالت، گمراہی کا خود تو نمونہ ہوتے ہی ہیں مگر اسکے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی گمراہی کی تاریک وادیوں کے کنارے پہنچا دیتے ہیں۔ کم علم، جاہل، پیشہ ور مقررین اور نعت خوانوں کا یہ طبقہ واقعاتِ کربلا، شانِ حضرت علی کرم اللہ وجہہ میں اپنی من گھڑت روایات اور فاسق، فاجر رافضی ذاکروں کے قصائد، دوہڑے عوامِ اہلِ سنت کو سنا کر تفضیلیت، رافضیت کو فروغ دے رہے ہیں۔ اس طبقہ میں پڑھے لکھے بھی ہیں اور کم علم، ان پڑھ بھی ہیں لیکن اہل السنۃ والجماعۃ کے عقائد حقہ سے صرفِ نظر کر کے عوام کی توجہ کے ہی طالب رہتے ہیں۔ قوم نے بھی جب وعظ، نعت سننے کا معیار علم کی بجائے خوش الحانی کو ٹھہرایا تو خوش الحان کم علم ہو یا جاہل و فاسق ہو، مذہبی اسٹیج پر اسے ہی پسند کیا جانے لگا ہے۔ مقامِ فکر ہے کہ علماءِ ربانیین مدارس، حجروں میں بیٹھ گئے، مشائخِ طریقت خانقاہوں اور حلقہ مریدین تک محدود ہو گئے اور مذہبی اسٹیج پر ایسے کم علم، پیشہ ور مقررین اور داڑھی کترے، داڑھی منڈے، فاسق، فاجر نعت خوان آ گئے جو نصوصِ شرعیہ سے ثابت عقائد، معمولاتِ اہلِ سنت کو تفضیلیت، رافضیت اور خارجیت کی ناپاک گرد سے آلودہ کر رہے ہیں۔ عوام، خواص کی مجالس، محافل میں صرف حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل سنا کر باور کرایا جانے لگا ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا ہی مقام، مرتبہ ہے، یہی تو تفضیلیت ہے جسے علماءِ اہلِ سنت نے فسق فی العقیدہ، خلافِ واقع قرار دیا ہے اس پر علماء حقہ کی خاموشی اور جاہل، پیشہ ور مقررین، نعت خوانوں کی جسارت کا نتیجہ یہ ہے کہ عوامِ اہلِ سنت سیدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلافصل اور بعد الانبیاءؑ (علیہم السلام) آپکی افضلیت سے بے خبر ہوتے جا رہے ہیں۔ اہل السنۃ والجماعۃ کے عظیم متاع کے اس نقصان کا ادراک کسی کو ہوا اور کوئی اس سے بے خبر رہا لیکن اس نقصان پر خاموشی ہر طرف سے رہی۔

وائے ناکامی متاعِ کارواں جاتا رہا
کارواں کے دل سے احساسِ زیاں جاتا رہا

خداوند قدوس نے اس متاعِ عظیم کے احساسِ زیاں، اس کے تدارک کے لیے ایک ایسے شخص کا انتخاب فرمایا ہے جو علمِ نافع، عمل صالح، احیاءِ سنت، اماتتِ بدعت، تحفظِ ناموسِ اصحاب، اکرام شعائر اسلام، درس وتدریس، وعظ وتبلیغ، زہد وتقویٰ حب خیر البریہ (صلی اللہ علیہ وسلم) خیر واصلاح، اطاعتِ خدا، اطاعتِ مصطفی، ابلاغِ ہدایت، ارشادِ طریقت اور عمل بالشریعۃ جیسی صفاتِ حسنہ سے متصف ہے۔ میں اس شخص کو مجدد نہیں کہہ سکتا حتیٰ کہ اشارۃً یا کنایۃً بھی اسے مجدد کہنے کا روادار نہیں اس لیے کہ تفضیلیت، رافضیت اور خارجیت کے منڈلانے والے خطرات سے مسلکِ حق کو تحفظ دینے اور احقاقِ حق، ابطالِ باطل کے لیے اس شخص کی تالیف ضربِ حیدری عظیم کارنامہ ہے۔

اہلِ سنت کے مسلمہ عقائد پر آنے والی گرد ہٹانے، عقائدِ حقہ کو روشن کرنے کے لیے ضربِ حیدری منارۂ نور ہے لیکن ہم ضربِ حیدری کو حضور علیہ السلام کی نظرِ رحمت، مؤلفِ مذکور کے مشائخِ طریقت کی توجہِ عنایت سے اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے عطیہ خداوندی اور مؤلف کے لیے عظیم اعزاز سمجھتے ہیں اور ایسے اعزازت عطا کرنے کے لیے خداوند کریم خود کسی خوش نصیب کا انتخاب فرماتا ہے۔

یہ عظیم، خوش نصیب شخص مفسرِ قرآن، شارحِ احادیث رحمتِ عالمیاں الفہیم الذکی جامع المستند فی الفقہ الحنفی شیخِ طریقت علامہ حکیم غلام رسول قاسمی مدظلہ ہیں۔ حضرت مؤلف زید مجدہٗ نے ضربِ حیدری تالیف کر کے شرعی ضرورت پوری کی ہے۔ ضربِ حیدری میں اجماعی مسئلہ افضل الناس بعد الانبیاء ابوبکر کو دانستگی یا نادانستگی میں مخفی کرنے کی کوششوں کا سدِ باب کیا گیا ہے۔ ضربِ حیدری علماء، عوام اہلِ سنت کو دعوتِ احساس زیاں دیتی ہے کہ اس زیاں کے تدارک کے لیے مسلکِ اہلِ سنت کی ترجمانی وتحفظ اور منبرِ وعظ کے تقدس کے لیے

مشائخ و علماء اہل سنت اپنا فریضہ ادا کریں اور عوام اہل سنت جاہل، پیشہ ور مقررین، نعت خوانوں کی حوصلہ شکنی کریں اور انہیں مذہبی اسٹیج کی زینت بنانے سے اجتناب کریں۔ ضربِ حیدری میں سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امتیازی شان اور آپ کی خلافت بلافصل اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شانِ مرتضوی احادیثِ مبارکہ سے علم الکلام، علم اصولِ حدیث اور علم الفقہ کے اصول و قواعد کے تحت بیان کرتے ہوئے معتبر حوالہ جات، دلنشیں انداز میں صحابہ کرام کے ان مشترکہ فضائل اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی ان خصوصیات سے آگاہ کیا گیا ہے جنہیں کسی بھی وجہ یا ذاتی اغراض سے کم علم مصنفین، مقررین نے حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے ساتھ خاص کر دیا ہے۔

حضرت مؤلف مدظلہ نے ضربِ حیدری میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل بڑی عقیدت، محبت اور وہبی علمی نکات کے ساتھ بیان کیے ہیں۔ ضربِ حیدری اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے حجت اور مسلکِ حق کی ترجمان ہے۔

ربِ کریم بطفیلِ حبیب رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم رسالہ مبارکہ ضربِ حیدری کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت سے مشرف اور اہل السنۃ والجماعۃ کے لیے سند و حجت بنائے اور راہِ تحقیقات سے باغی، علم و عمل سے خالی، راہِ حق سے بھٹکے ہوئے، حرص و لالچ میں الجھے ہوئے اور مذہب و مسلک کو داغدار کرنے والے مقررین، نعت خوان، نعرہ باز لوگوں کے لیے ذریعہ ہدایت فرمائے۔

محمد طیب ارشد

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ محمد عبداللطیف صاحب جلالی مدظلہ العالی

شیخ الحدیث جامعہ نعیمیہ گڑھی شاہو لاہور

الحمدللہ وحدہ والصلوٰۃ والسلام علی من لا نبی بعدہ وعلیٰ آلہ واصحابہ البررۃ لا سیما علی افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق امیر المومنین و امام المشاھدین لرب العلمین سیدنا الصدیق الاکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ وبعد

کتاب مستطاب ضربِ حیدری اسم بامسمیٰ، دلائل سے اس کا مزین ہونا سونے پر سہاگہ، مطاعن کے جوابات مفتری اور متعصب کے لیے تازیانہ عبرت، غیر متعصب کے لیے راہِ ہدایت۔

اللہ قدوس آپ کو جزاء خیر عطا فرمائے کہ آپ نے ان گمراہوں کو صراطِ مستقیم کی طرف راہ نمائی فرمائی، خلیفہ راشد بلافصل کے فضائل وکمالات کو واضح فرمایا۔ حق یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی ظاہراً و باطناً خلیفہ اول بلافصل ہیں۔

جو کمالات اللہ تعالیٰ نے آپ کو عطا فرمائے ہیں انبیاء کرام صلوات اللہ علیہم کے بعد کسی کو حاصل نہیں۔ اور بار بار سرورِ دنیا ودیں حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کا فرمانا مروا ابابکر فلیصل بالناس اس پر شاہد عادل۔

اللہ قدوس اہل سنت کو علماء سوء کے شر سے محفوظ فرمائے۔

احقر محمد عبداللطیف غفرلہ خادم علومِ دینیہ

بدارالعلوم جامعہ نعیمیہ لاہور (۱۴ صفر المظفر ۱۴۲۹ھ)

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد فضل رسول صاحب سیالوی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ غوثیہ رضویہ لاری اڈہ سرگودھا

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم و علی آلہ و اصحابہ الھادیین المھدیین و علی علماء امتہ الذین فازوا بغایتہ سعادۃ الدارین اللھم اھدنا الصراط الذین انعمت علیھم بجاہ سید المرسلین علی نبینا و علیھم الصلوۃ و السلام احسن الصلوۃ و السلام الی یوم الدین۔ آمین

و بعد۔ اخی المکرم حضرت العلام مولینا پیر غلام رسول صاحب قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کو اللہ تعالی نے تحریری مسائل میں ید طولیٰ عطا فرمایا ہے۔ اللھم زد فزد۔ ماشاء اللہ بیان مسائل میں بلا مبالغہ ایسا اسلوب ہے کہ جسے کہا جائے خیر الکلام ما قلّ و دلّ کی پوری تصویر ہوتی ہے۔ تو پھر بھی اس کی ستائش کا حق ادا نہیں ہوتا۔

آپ کی تازہ تصنیف ضربِ حیدری بلا مبالغہ تحقیق کا شاہکار ہے۔ اس کے بارے میں مجھے فرمایا ہے کہ اس پر کچھ لکھ کر دو۔ چونکہ ہر آدمی کو اپنے بارے میں علم ہوتا ہے کہ میں کتنے پانی میں ہوں۔ بندہ بھی اپنے تئیں یہ لیاقت نہیں دیکھتا کہ اس کتاب کے بارے میں کچھ لکھنے کی جسارت کرے لیکن یہ بھی ناقدری ہوگی کہ اپنی بساط کے مطابق کچھ عرض نہ کیا جائے۔

یہ عجالہ حضرت ابوبکر صدیق رضی رضی اللہ عنہ کی مطلقاً بعد از انبیاء افضلیت کے بیان پر مشتمل ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ مصنف علام نے تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ دلائل کی ترتیب اور ان کے اندازِ بیان میں بھی اپنی مثال آپ ہے۔ بندہ نے اول سے آخر تک اسے بنظر غائر دیکھا ہے اس کے بعد یہ نتیجہ اخذ کیا ہے کہ اس کتاب نے متقدمین علماء و صلحاء کی یاد تازہ کر دی ہے۔

دو چیزوں کی حدود کا تعین عقل سے ممکن نہیں۔ ایک ہے مذہب کہ اس کی حدود وحی کے ذریعے متعین ہوتی ہیں۔ عقل سلیم انکے سمجھنے کا آلہ اور ذریعہ ہے لیکن خود عقل اس پر قادر نہیں کہ مذہب کی حدود کا تعین کر سکے۔

دوسرا۔ان پاک ہستیوں کے مراتب کا بیان جن خوش بختوں نے اللہ تعالی جل شانہ کے محبوب کریم کی معیت وخدمت وزیارت مع الایمان کا شرف پایا ہے۔ان کے مراتب بھی عقل کے پیمانے سے وراء ہیں۔ان کے مراتب کا تعین بھی وحی الہی سے ہوگا اور اسی طرح سرکارِ دوعالم ﷺ کے فرمان سے ہوگا اور پھر اس کی تاکید وتصدیق مجتہدین وآئمہ کے ان بیانات سے ہوگی جو ان بزرگوں نے قرآن وحدیث سے سمجھے اور امت کی راہنمائی فرمائی وہی حق ہے اب جو آدمی اس کے علاوہ ان بزرگوں کے مراتب کا تعین کرے گا تو وہ ایسا ہے جو بت خانہ کے مکینوں سے ہدایت کا طالب ہو۔

تو کیا اسے ہدایت کا راستہ مل جائے گا؟ ہرگز ایسا ممکن نہیں ہے۔ایسے ہی جو آدمی قرآن وحدیث اور آئمہ کرام کی راہنمائی کے علاوہ انکے مراتب کا بیان کرے گا وہ گمراہ اور گمراہ گر ہوگا۔اللہ تعالی ہمیں ان لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور خلفاءِ ثلاثہ رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین کے مراتب کا تعین وحی الہی کی رہنمائی کے بغیر ناممکن ہے۔

اس پر بندہ صرف ایک فیصلہ کن دلیل ذکر کرنے کے بعد اپنے معروضات ختم کرتا ہے۔حضرت عرباض ابن ساریہ رضی اللہ عنہ سے ایک طویل حدیث منقول ہے جسے امام احمد، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ نے روایت فرمایا ہے صاحبِ مشکوۃ نے اسے باب اعتصام بالکتاب والسنۃ میں نقل فرمایا ہے۔اس میں ہے کہ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا فانہ من یعش منکم بعدی فسیری اختلافا کثیر افعلیکم بسنتی و سنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین تمسکوا بھا و عضوا علیھما باالنواجذ (الخ)۔بے شک تم میں سے میرے بعد جو شخص زندہ رہے گا وہ کثیر اختلاف دیکھے گا پس تم پر میری سنت اور میرے ہدایت یافتہ خلفاءِ راشدین کی سنت پر عمل کرنا لازم وفرض ہے۔اس پر سختی سے عمل کرنا۔جہاں تک سرکارِ دوعالم علیہ الصلوۃ والسلام کی سنت کا تعلق ہے مصنف علام نے ان کے بیان کا حق ادا کر دیا ہے۔جس سے مطلقاً حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی

افضلیت دوپہر کے سورج کی طرح چمک اٹھی ہے لیکن

بروز گر نہ بیند شپرہ چشم   چشمہ آفتاب راچہ گناہ

جہاں تک خلفاء راشدین کی سنت وعمل کا تعلق ہے وہ بھی تمام امت پر واضح ہے کہ خلفاءِ ثلاثہ رضی اللہ تعالی عنہم نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل جان کر ان کے ہاتھ پر بیعت کی جس کے بعد یہ کہنا کہ حضرت صدیق اکبر صرف امورِ مملکت اور ظاہری خلافت میں مقدم ہیں اور باطنی خلافت میں حضرت مولیٰ مرتضی کرم اللہ وجہہ الکریم سب سے افضل ہیں بندہ کے ناقص خیال میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو جھٹلانے کی اس سے بڑی بے شرمی اور کوئی نہیں ہوگی۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا مطلقاً (خواہ خلافت ظاہری ہو خواہ باطنی) افضل ہونا یہ خلفاءِ راشدین رضی اللہ عنہم کے عمل اور عقیدہ سے واضح ہے۔ اب جو نیا عقیدہ نکالے گا وہ بدعتِ ضلالت اور گمراہی کا راستہ ہے اللہ تعالی تمام مسلمانوں کو ان عقائد پر استقامت نصیب فرمائے جن پر نجات کا دارومدار ہے اور بدعات اور گمراہ کن عقائد سے [illegible]ظ رکھے۔ آمین

اللھم ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذھدیتنا وھب لنا من لدنک رحمۃ انک انت الوھاب

اللھم تقبل منا بجاہ حبیبک علیہ الف الف صلوۃ وسلام۔

عبدہ المذنب محمد فضل رسول سیالوی۔

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ محمد مختیار احمد صاحب قاسمی مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مبسملا و حامداً و مصلیا و مسلما

حضرت علامہ مولانا مفتی پیر سائیں قبلہ غلام رسول قاسمی دامت برکاتہم العالیہ کا تصنیف شدہ رسالہ ''ضربِ حیدری'' کے مطالعہ کا شرف حاصل ہوا۔ میں نے اس تصنیف کو بیش بہا علمی موتیوں سے مالا مال پایا۔ میں نے اس تصنیف میں نفسِ مسئلہ کے متعلق قرآنِ کریم، احادیثِ مبارکہ، اجماعِ امت اور قیاس سے دلائل کا ذخیرہ موجود پایا۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کے عقیدہ سے انحرافی یا روگردانی اہلِ سنت سے خروج کو مستلزم ہے کیونکہ یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین، تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، جمہور علماءِ سلف و خلف ہے۔ اور ''ضربِ حیدری'' اس موضوع پر ایک مکمل کتاب ہے جو کہ محققانہ، مدللانہ عالمانہ خصوصیت کے ساتھ نہایت جامع اور آسان تصنیف ہے۔ اس کتاب میں تفضیلیوں کے تمام سوالات کے جوابات احسن طریقے سے دلائل کے ساتھ دیے گئے ہیں۔ میں سمجھتا ہوں کہ اس کتاب کو پڑھنے اور سمجھنے والے کو اس موضوع پر کوئی تشنگی باقی نہ رہے گی انشاء اللہ۔ تفضیلی بھی اگر تعصب کی پٹی اتار کر حق اور سچ کا متلاشی بن کر پڑھے گا تو اس کے تمام شکوک و شبہات خدشات اور توہمات ختم ہو جائیں گے۔ بعونہ و فضلہ تعالیٰ

میں دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ جل شانہ پیر صاحب کو دونوں جہانوں میں جزائے خیر عطا فرمائے۔ اس کتاب کو مقبول و منظور فرما کر ذریعہ نجات و ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ النبی الامین صلی اللہ علیہ وسلم

کتبہ الفقیر العبد المذنب

محمد مختیار احمد القاسمی — نیو چوک دادو (سندھ)

دار العلوم انوار الاسلام قاسمیہ — ۲۵ جمادی الاول ۱۴۲۹ھ

تقریظ

حضرت علامہ حافظ خادم حسین صاحب رضوی مدظلہ العالی

مدرس جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا للایمان و الاسلام و الصلوٰۃ و السلام

علی سیدنا محمد نبیہ الذی استنقذنا بہ من عبادۃ الاصنام

و علی آلہٖ و اصحابہ النجباء البررۃ الکرام۔

افضلیتِ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر امت کا اجماع ہے جیسا کہ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ نے مکتوبات شریف میں رقم فرمایا: کہ حضرات شیخین کی افضلیت صحابہ اور تابعین کے اجماع سے ثابت ہو چکی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمام لوگوں سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں۔ پھر فرمایا ایک اور شخص۔ تو آپکے بیٹے نے (محمد بن حنفیہ) عرض کی پھر آپ! جواباً اپنے بیٹے کو فرمایا میں ایک مسلمان ہوں (مکتوبات امام ربانی جلد دوم، سوم صفحہ ۶۴ مکتوب ۱۵)۔

جب یہ بات اجماع سے ثابت ہو چکی کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد سب سے افضل ہیں تو اس اجماع پر خاموش ہو جانا چاہیے تھا، لیکن ابن الوقتوں کے ایک ٹولہ نے سستی شہرت کمانے اور غیروں کی ہمدردیاں حاصل کرنے اور ہر دلعزیز بننے کے لیے اجماع کی اس پختہ دیوار میں شگاف ڈالنے کی مذموم کوشش اور سعی نا مشکور اور تجارۃ لن تبور کی اور افضلیت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا پرچار کرنے لگے اور لوگوں کو مطمئن کرنے اور سیلاب مخالفت کا منہ موڑنے کے لیے خلافت کی دو قسمیں کر دیں۔ سیاسی، روحانی۔

یعنی روحانی خلیفہ بلافصل سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں۔ جبکہ سیاسی خلیفہ بلافصل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں۔

اس تلبیس ابلیس سے وہ سادہ لوح عوام کو اپنے دام تزویر میں لا کر شکوک وشبہات کے

دلدل میں رکھنا چاہتے ہیں۔ ہر دور میں ایسے ابوالفضل اور فیضی پیدا ہوتے رہے لیکن علمائے حق نے ایسے افراد کے دجل وفریب کو ختم کر کے دفاعِ اسلام کا حق ادا کیا۔ جزاھم اللہ تعالیٰ خیراً آمین۔

حضرت قبلہ علامہ پیر غلام رسول قاسمی زید شرفہ نے سیف ذوالفقار لے کر ان کا تعاقب کر کے ان کی جسیم وحجیم تحقیق پر ضربِ حیدری لگائی اور ان کی کمر توڑ کے رکھ دی۔ شکوک و شبہات کی سیاہ رات کو دلائل و براہین کے آفتاب سے روشن کر دیا۔ امید ہے کہ یہ کتاب تفضیلی یاجوج وماجوج کی فوج کے لیے ''سدِسکندری'' ثابت ہوگی۔

میری دعا ہے۔

یا الٰہی پیر سائیں کو بنا کلکِ رضا
دشمن دین یہ نہ سمجھیں کہ رضا جاتا رہا

حافظ خادم حسین رضوی

15-04-08

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ مفتی شیر محمد خان صاحب مدظلہ العالی

(دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف)

فکرِ انسانی میں تنوع ہر دور میں پایا جاتا رہا ہے لیکن فقط اسی فکر اور سوچ کو دوام اور قبولیت عام نصیب ہوا جو اس پہلو پر غور و فکر کی صلاحیت رکھنے والے افراد کی اکثریت اور جمہور کی رائے قرار پائی۔ زیر نظر کتاب ''ضربِ حیدری'' جس موضوع کو اجاگر کرنے کے لیے تحریر کی گئی ہے وہ ہے مسئلہ تفضیل۔ اس موضوع پر بھی فیصلہ انہی لوگوں کا معتبر اور قابل قبول ہو گا جو سب سے پہلے اس موضوع کو بخوبی سمجھنے کی صلاحیت رکھتے تھے اور وہ مقدس جماعت، صحابہ رسول ﷺ کی جماعت ہے۔ جماعتِ صحابہ رضی اللہ عنہم اجمعین نے افضلیت کے بارے جو ترتیب قائم کی اور اسے لوگوں کے سامنے بیان فرمایا اور اس پر اجماع قائم کیا حتیٰ کہ خود شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے بھی اسی فیصلہ کے مطابق اپنی رائے کا برملا اظہار فرمایا اور اس فیصلہ پر ہمیشہ کاربند بھی رہے اور اس کی خلاف ورزی کرنے والوں کے لیے سزائیں بھی تجویز فرمائیں تو اس سے بخوبی واضح ہوتا ہے کہ یہ فیصلہ قرآن وحدیثِ رسول ﷺ کا نچوڑ تھا۔ اور قرآن وحدیث سے جماعتِ صحابہ نے یہی سمجھا۔ لہٰذا بقیہ امت کو بھی دربارِ نبوت سے فیض پانے والی جماعتِ صحابہ کرام اور خصوصاً مولائے کائنات شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کے فیصلہ کا احترام کرنا لازم اور ضروری ٹھہرا۔ اسی لیے امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام نے ہمیشہ اس فیصلہ کا احترام فرمایا اور اسکا برملا اظہار بھی فرماتے رہے۔ کہ انبیاءِ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے بعد امت میں افضل حضرت صدیقِ اکبر ہیں۔ اور انکے بعد حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہما ہیں۔ شیخین کریمین کے بعد باوجود اختلافِ اقوال کے اکثریت کی رائے یہ ہے کہ تیسرے نمبر پر حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اور چوتھے نمبر پر مولائے کائنات حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ پوری امت میں افضل ہیں۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ان میں سے ہر ایک کی خصوصی شان اور عظمت سرکارِ دوجہاں ﷺ نے بیان فرمائی اور ہر ایک کو امتیازی شرف سے نوازا۔ البتہ مجموعہ کلام سے غلامانِ مصطفیٰ علیہ اطیب التحیۃ والثناء نے جو نتیجہ اخذ کیا ہے اسے یوں بیان فرمایا گیا۔

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں ''کنا نخیر بین الناس فی زمان

رسول اللہ فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان (بخاری شریف جلد ا باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ)۔ اور ایسا نتیجہ اخذ کرنے کی وجہ یہی معلوم ہوتی ہے کہ انہوں نے قرآن مجید کی اس آیت کو سمجھ رکھا تھا۔ ''لا یستوی منکم من انفق من قبل الفتح و قاتل اولئک اعظم درجۃ من الذین انفقوا من بعد و قاتلوا یعنی تم لوگوں میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جنگ لڑی ان کا درجہ بہت بڑا ہے بہ نسبت ان لوگوں کے جنہوں نے فتح مکہ کے بعد اللہ کی راہ میں خرچ کیا اور جنگ لڑی (الحدید)۔

یہ آیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا واضح ثبوت ہے (قرطبی، بیضاوی)۔

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے رسولِ اکرم ﷺ کے ارشاداتِ گرامی قدر بھی سن رکھے تھے۔

۱۔ مروا ابابکر فلیصل بالناس (بخاری جلد ا باب اھل العلم احق بالامامۃ) ۲۔ لا ینبغی لقوم فیھم ابو بکر ان یؤمھم غیرہ (ترمذی) ۳۔ ان من امن الناس علی ابو بکر (ترمذی) ۴۔ لیس احد امن علی فی نفسہ و مالہ من ابی بکر (بخاری) ۵۔ ما نفعنی مال احد قط ما نفعنی مال ابی بکر (ترمذی) ۶۔ لو کنت متخذاً خلیلا لاتخذت ابابکر خلیلا (بخاری، مسلم) ۷۔ ابو بکر خیر الناس بعدی الا ان یکون نبیا (طبرانی) ۸۔ ماطلعت الشمس و لا غربت علی احد افضل من ابی بکر ۹۔ خیر ھذہ الامۃ ابو بکر وعمر (دارقطنی) ۱۰۔ ما فضلکم ابو بکر بکثرۃ صوم و لا صلوٰۃ و لکن بشیء وقر فی صدرہ (الیواقیت والجواہر)۔

اور انتہائی پسندیدہ اور فیصلہ کن تبصرہ امام غزالی اور محدثِ وقت علامہ عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہما نے فرمایا ہے۔

امام غزالی فرماتے ہیں: اس مسئلہ میں حقیقی فضیلت سے مراد ان حضرات کا عنداللہ مقام و مرتبہ ہے اور اس پر صرف اللہ کے رسول ﷺ ہی مطلع ہو سکتے ہیں اور اس بارے میں بہت ساری اخبار وارد ہوئی ہیں اور فضیلت اور اس ترتیب کا ادراک فقط وہی لوگ کر سکتے ہیں جنہوں نے وحی کا مشاہدہ کیا اور اگر ان حضرات (صحابہ کرام) کو اس شرف اور فضیلت کا علم نہ ہوتا تو اس

ترتیب سے یہ فضل وشرف بیان نہ کرتے۔ اسی طرح محدثِ وقت علامہ عبد الرزاق رحمۃ اللہ علیہ کا فرمان ذہن کو کھولنے اور قلبی تسکین کے لیے کافی ہے۔ فرماتے ہیں: افضل الشیخین بتفضیل علی ایاھما علی نفسہ و الا لما فضلتھما و کفابی وزرا ان احبہ ثم اخالفہ یعنی حضرت علی المرتضیٰ شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے جب خود شیخین (ابوبکر وعمر) کو اپنے اوپر فضیلت دی ہے تو میں کیوں نہ فضیلت دوں اور میرے لیے بہت بڑا بوجھ ہے کہ میں حضرت علی سے محبت بھی کروں اور ان کی بات بھی نہ مانوں (صواعقِ محرقہ)۔

لٰہذا موجودہ دور کے تفضیلیوں کے لیے بھی نہج البلاغہ میں موجود شیرِ خدا کا فرمان شافی و کافی ہونا چاہیے کہ اسلام میں افضل حضرت ابوبکر صدیق اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہما ہیں۔ اور مستدرکِ حاکم میں شیرِ خدا کے اس فرمان کو ہمیشہ پیشِ نظر رکھنا چاہیے۔ رضینا لدنیانا ما رضی النبی ﷺ لدیننا کہ اللہ کے حبیب نے جسے ہمارے دین کا امام بنایا ہماری دنیا کا بھی وہی امام ہے۔

حضرت علامہ شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی نے جس انداز میں اس مسئلہِ تفضیل کو واضح فرمایا وہ اپنی مثال آپ ہے۔ ہر اہم بات کو دلیل اور برہان سے واضح کیا اور تفضیلیوں کے سوالات کے جوابات دینے میں کمال کر دیا جبکہ نوکِ قلم بھی انتہائی محتاط رہا اور میں پورے وثوق سے کہتا ہوں کہ اللہ رب العزت ان کی اس کاوش کے ذریعے امتِ مسلمہ کو ذہنی اور قلبی سکون عطا فرمائے گا۔ اللہ کریم انکی اس محنت و کاوش کو اپنی بارگاہ میں شرفِ قبولیت عطا فرمائے اور امتِ مسلمہ کے لیے زیادہ سے زیادہ نفع رساں بنائے اور انکی عمر اور ان کے کام میں برکت پیدا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الرؤف الرحیم۔

شیر محمد خان
خادم دار الافتاء المحمدیہ الغوثیہ
بھیرہ الشریفہ ضلع سرگودھا۔

تقریظ

شہزادہِ غزالیِ دوراں شیخ الحدیث

حضرت علامہ سید ارشد سعید شاہ صاحب کاظمی مدظلہ العالی

الحمد للہ رب العالمین والصلوٰۃ والسلام علی رحمۃ للعالمین سیدنا محمد اشرف الکائنات وعلی الہ واصحابہ ذوی الشرف والکمال الذین نصبوا انفسھم للدفاع عن بیضۃ الدین حتی رفعہ اللہ بھم منارہ اجمعین اما بعد

حضرت العلام شیخ الحدیث مولانا غلام رسول قاسمی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی تصنیف ''ضربِ حیدری'' جو کہ بقامت کہ وبقیمت مہ کی مصداق ہے، فقیر کے سامنے ہے۔ اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اس میں علمی تحقیق کرنے میں کوئی دقیقہ فروگزاشت کیا گیا ہے تو اس نے انصاف سے کام نہیں لیا۔ نہات ہی تجاہل کا ملانہ اور کج فہمی کا ثبوت دیا۔

ہاں حقیقت تو یہی ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی شان بیان کرنے کا حق نہ تو آج تک ادا کیا جا سکا ہے اور نہ ہی آئندہ کبھی ادا کیا جا سکے گا۔ تاہم تصنیف و تالیف کے شاہسواروں میں فقیر کے لیے ایک نئی ابھرتی ہوئی شخصیت مصنف زید مجدہ کی ہے۔

معلوم کچھ یوں ہوتا ہے کہ انہوں نے صلاحیتِ بشریہ کو حتی المقدور بروئے کار لاتے ہوئے اور اپنے تئیں کوئی کسر اٹھا نہ رکھتے ہوئے شانِ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو بیان کرنے میں بارگاہِ صدیقیت میں غلامی کا حق ادا کیا ہے۔

یہاں مصنف کی طرف سے وہ جملہ لکھنا پسند کروں گا کہ جب سیدی امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے شانِ صدیقیت میں کلام فرمایا اور الاتقیٰ کے الف لام پر گفتگو فرماتے ہوئے اس تبحرِ علمی کا اظہار فرمایا جو محض اللہ تعالی نے انہیں اپنے کرم سے عطا فرمایا تھا اور پھر تحدیثِ نعمت اور بارگاہِ صدیقیت میں اظہارِ نیاز کرتے ہوئے تحریر فرمایا۔

فانہ نفیس فَتَحَ اللہ بہٖ عَلَیَّ تائیداً للجنابِ الصدّیقی یقینا یہ وہ نفیس کلام ہے جو اللہ تعالیٰ نے مجھ پر بارگاہِ صدیقیت کی تائید کے لیے منکشف فرمایا ہے۔

اہل سنت کا یہ موقف ہے کہ سیدنا حضرت علی حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم بعض ایسی

خصوصیات اور فضیلتوں کے حامل ہیں جن کی بناء پر آپ دیگر صحابہ کرام میں منفرد اور یکتا ہیں اور اسی بات کو ہمارے اسلاف اس طور پر بیان کرتے چلے آئے کہ سیدنا حضرت علی حیدرِ کرار رضی اللہ عنہ کو بعض جزوی فضیلتیں حاصل ہیں مثلاً سیدنا و مرشدنا امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے عظیم اور پیاری صاحبزادی سیدۃ نساء العالمین فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کا آپ کے نکاح میں آنا اور آپ کا مسلسل آغوشِ نبوت میں پرورش پانا، فاتح خیبر، لا فتی الا علی و لا سیف الا ذو الفقار جیسے عظیم القاب کا مصداق ہونا۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ ان تمام محاسن اور خوبیوں کے باوجود اہل سنت کا یہ مؤقف کیوں ہے کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ افضل البشر بعد الانبیاء البتۃ ہیں یہ تصنیف پر لطیف در اصل اسی بات کی وضاحت کر رہی ہے، لیکن حصولِ برکت اور مداحینِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میں اپنا نام درج کرانے کے لیے چند سطور پیش خدمت ہیں، ملاحظہ فرمایئے:

کسی بھی تنظیم یا جماعت کے اولین وہ افراد جن کی خدمات اور قربانیوں کی بناء پر اس تنظیم یا جماعت کو فروغ ملا ہو اور وہ اس کے پروان چڑھنے میں عظیم الشان سبب اور وسیلہ بنے ہوں تو ان حضرات کی خدمات ناقابلِ فراموش ہوتی ہیں اور بعد میں آنے والا کوئی شخص ان کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا اگرچہ وہ کتنا ہی خدمت گزار اور اپنی جماعت کے ساتھ وفادار کیوں نہ ہو اور نہ ہی ان پر سبقت کا دعویٰ کیا جا سکتا ہے۔

یہ بات واضح رہے کہ اس منصب پر فائز چند افراد ہی ہوا کرتے ہیں۔ باقی ان کے ہمنوا، ہمدرد و معاونین ہوتے ہیں۔

اس بات کو غزوہِ بدر کے پسِ منظر میں اس طرح سمجھنے کی کوشش کی جا سکتی ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یومِ بدر میں اس طرح دعا فرمائی۔

عن ابنِ عباس رضی اللہ عنہما قال قال رسول اللہ ﷺ یوم بدر اللّٰھم انشدک عھدک و وعدک اللّٰھم ان شئت لم تعبد فاخذ ابو بکر بیدہ فقال حسبک

(بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۵۶۴)۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یومِ بدر میں بارگاہِ ایزدی میں اس طرح عرض کیا کہ اے اللہ میں تیرا عہد اور تیرا وعدہ تیری بارگاہ میں دہراتا ہوں۔ اے اللہ اگر تو چاہے کہ تیری عبادت نہ کی جائے (تو ان بدری صحابہ کی مدد و نصرت نہ فرما) پس حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے ہاتھ (مبارک) سے (حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام) کو پکڑ لیا پھر عرض کیا (اللہ) آپ کو کافی ہے۔

یعنی ہمارا عبادت کرنا دراصل بدری صحابہ کرام کا مرہونِ منت ہے۔ ظاہر ہے کوئی شخص دین کا کتنا ہی خدمت گزار کیوں نہ ہو جائے ان صحابہ کرام کے مقام کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔ کیونکہ اس کا تو اپنا ایمان بھی ان حضرات کے صدقے اور وسیلے سے ہے۔

عرض مدعا اتنا ہے کہ سابقین کاملین کو فراموش کرنا یا ان پر تقدم کا دعویٰ کرنا قطعاً مناسب اور درست نہیں ہوتا ہے۔ اس کا یہ مطلب نہ لیا جائے کہ ہم سیدنا حضرت علی حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کو سابقین اولین میں شامل نہیں مانتے ہیں کیونکہ ہم یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ بچوں میں پہلے ایمان لانے والے آپ ہیں۔

مزید یہ کہ حضرت ام المومنین حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بعد یا سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد آپ ایمان لائے ہیں۔ علیٰ حسب الروایات المختلفة، بلکہ عرض یہ ہے کہ اعلانِ نبوت کے وقت سیدنا حضرت علی حیدرِ کرار کرم اللہ وجہہ الکریم کی عمر مبارک بہت چھوٹی تھی اور آپ بچے تھے۔ یعنی بچپنے کی بناء پر آپ کے لیے اس وقت اس انداز پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت کرنا ممکن نہ تھا جس کا ثبوت اور اظہار سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سیرتِ طیبہ میں ملتا ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ نے اس وقت جس والہانہ محبت کے ساتھ آپ ﷺ پر اپنی جان مال اور اولاد سے ایسی بے مثال خدمت کی جس کی نظیر عالمِ اسلام میں نہیں ملتی۔ حتیٰ کہ میرے آقا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے خود بھی اس بات کو ارشاد فرمایا: ان امن الناس علی فی

مالہ و صحبتہ ابو بکر

بے شک لوگوں میں سب سے زیادہ اپنے مال اور اپنی ہم نشینی کے ساتھ مجھ پر احسان کرنے والے ابو بکر ہیں۔

مزید یہ کہ سیدنا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ دیگر بے شمار فضائل و مکارم رکھنے کے ساتھ ساتھ بعض ایسی خصوصیات کے بھی حامل ہیں جن میں آپ بے مثال اور یکتا نظر آتے ہیں۔ مثلاً مردوں میں سب سے پہلے اسلام لانا اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے سب سے پہلے حرمِ کعبہ میں لوگوں کو تبلیغ اسلام کرنا اور دورانِ ہجرت حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اپنے کندھوں پر سوار کرنا اور با حفاظت مدینہ منورہ پہنچانا اور آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کا یارِ غار ہونا اور ثانی اثنین میں ثانی ہونے کے باوجود ذکر کئے جانے میں پہلے ہونا، جیسا کہ غلام اپنے آقا کے آگے بغرضِ حفاظت چلے اور خلیفۃ الرسول ہو کر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے ثانی ہونا، یہ اور دیگر ایسی خصوصیات ہیں جنہوں نے آپ کو دوسرے صحابہ کرام سے ممتاز کر دیا ہے۔ جیسا کہ روایت میں ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کثرتِ صوم وصلوٰۃ کی بناء پر نہیں تھی بلکہ شیٔ و قر فی قلبہ

اس شے یعنی محبت وعقیدت کی بناء پر تھی جو ان کے دل میں پائی جاتی تھی۔

اس بات سے کسی شخص کو مفر نہیں ہو سکتا کہ فضیلت دینے والا اللہ تعالیٰ ہے اور صحابہ کرام کا معیارِ فضیلت دلوں کا تقویٰ ہے اور اسی بات کو آیتِ کریم اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقویٰ (سورۃ الحجرات: ۳)۔ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں کو اللہ تعالیٰ نے تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے، میں بیان فرمایا ہے جیسا کہ آپ جانتے ہیں کہ تقویٰ کا مقام قلب ہے اور اگر آپ چاہیں تو اسے نفس یا روح سے بھی تعبیر کر سکتے ہیں (جیسا کہ امام غزالی نے اس بات کی تصریح بھی فرمائی ہے)۔

گویا یوں ارشاد ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرام کے قلوب اور نفوس کو تقویٰ کے لیے پرکھ لیا ہے اور صحابہ کرام میں تقویٰ کا تفاوت ایک ایسا امر مسلّم ہے جس کا انکار ممکن نہیں، تو ظاہر ہے کہ

سب سے زیادہ متقی کا قلب، تقویٰ کے لیے سب سے بہتر محل اور جگہ ہوگا اور جو سب سے زیادہ متقی یعنی اتقیٰ ہوگا یقیناً اس کی شان تمام صحابہ کرام میں امتیازی ہوگی اور اس میں ان تمام کے مقتدیٰ بننے کی صلاحیت ہوگی۔ اب آپ خود ملاحظہ فرمایئے کہ اللہ تعالیٰ نے شانِ صدیقیت میں و سیجنبھا الاتقیٰ اور عنقریب اس جہنم کی آگ سے سب سے بڑا متقی بچ جائے گا کی آیت کریمہ نازل فرمائی اور آپ رضی اللہ عنہ کو الاتقیٰ (سب سے بڑا متقی) فرما کر تمام صحابہ کرام میں امتیازی حیثیت عطاء فرمائی اور پھر اپنے نزدیک بھی سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شان آیتِ کریمہ ان اکرمکم عند اللہ اتقیٰ کم بے شک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ بزرگی والا (افضل) وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے (الحجرات : ۱۳)۔ میں اکرمکم یعنی افضلکم اور اتقیٰ کم فرما کر بیان فرمائی۔ مزے کی بات یہ ہے کہ مذکورہ بالا سورۃ والیل کی آیت نمبر ۱۷ میں جانبِ مخالف کے علماء نے زیادہ تر زور اس بات پر خرچ نہیں کیا کہ اس آیتِ کریمہ کے الاتقیٰ میں حکم عمومی ہے اور اس سے فردِ واحد کی افضلیت کو بیان نہیں کیا جا رہا بلکہ انہوں نے زور اس بات پر لگایا کہ اس آیتِ کریمہ کا مصداق حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نہیں بلکہ سیدنا حضرت علی المرتضیٰ حیدرِ کرار کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم ہیں۔

اس بارے میں از قبیل خطابیات اتنا عرض کرنا چاہوں گا کہ میرے علی رضی اللہ عنہ اپنی عظمت و شان میں اس بات کے مقتضی نہیں کہ جو آیات دیگر صحابہ کرام کے حق میں نازل ہوئیں کھینچا تانی کر کے ان کا مصداق بھی میرے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو قرار دیا جائے۔

اس موضوع پر فقیر راقم الحروف نے آج سے تقریباً ڈیڑھ سال قبل چند دروس دیئے تھے جو آج بھی چار سیڈیز میں موجود ہیں اور اس میں دیگر کتابوں کے علاوہ بالخصوص سیدی امام جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ کا رسالہ الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق اور امام رازی کی تفسیر کبیر سے استعانت کرتے ہوئے اس بات کی وضاحت کی تھی کہ الاتقیٰ سے محض حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ ہی مراد ہیں اور یہاں ضربِ حیدری کے ہوتے ہوئے اس کی مزید وضاحت کی ضرورت محسوس نہیں کرتا ہوں۔

الحاصل یہ کہ کسی بھی کتاب کی تقریظ لکھنے کا مقصد مسئلہ مبحوث عنہا کے بارے میں ہلکے پھلکے انداز میں اپنا مؤقف ونظریہ کو بیان کرنا اور بالخصوص کتاب مذکور کی محاسن کو ذکر کر دینا ہوتا ہے۔

اس حقر الناس نے مسئلہ مذکورہ کو انتہائی عام فہم اور مختصر انداز میں پیش کیا ہے یعنی اس میں علمی اور تحقیقی انداز کو ملحوظ نہیں رکھا۔

فقیر نے اپنی بے شمار مصروفیات اور ذمہ داریوں کے باوجود اس کتاب کا اکثر مقامات سے مطالعہ کیا اور ضربِ حیدری کو اسم بامسمی پایا اور یہ اپنے موضوع پر ایک مکمل تحقیق ہے چنداں کسی مزید تفصیل و وضاحت کی متقاضی نہیں اور دل کی بات زبان پر لاتے ہوئے صرف اتنا عرض کرتا ہوں کہ یہ کتاب اپنے موضوع میں اتنی کامل ہے کہ الفاظ کے دامن میں اس کی کما حقہ تعریف کرنے کی گنجائش نہیں پاتا ہوں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت العلام شیخ الحدیث صاحب دامت برکاتہم العالیہ کا ظلِ عاطفت علمی ضیاء پاشیاں فرمانے کے لیے اہل سنت پر تادیر سلامت باکرامت رکھے۔

آمین بجاہ سید المرسلین محمد صلی اللہ علیہ و آلہ و بارک وسلم

احقر الناس فقیر ارشد سعید کاظمی

خادم الحدیث جامعہ اسلامیہ عربیہ انوار العلوم ملتان پاکستان

(6 جولائی 2009ئ)

☆......☆

تقریظ

فاضل جلیل حضرت علامہ مولانا غلام محمد صاحب سیالوی مدظلہ العالی

ناظم امتحانات تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

بسم اللہ الرحمن الرحیم

ذلک فضل اللہ یو تیہ من یشاء و اللہ ذو الفضل العظیم (القرآن)

شیخ الحدیث والتفسیر پیرِ طریقت حضرت علامہ غلام رسول صاحب دامت برکاتہم العالیہ المعروف ''پیر سائیں'' عالم باعمل اور صوفی باصفا ہیں اور بلند پایہ علمی و دینی شخصیت کے مالک ہیں۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ کے فرمان ''نہد شاخ پر میوہ سر برزمین'' کے مطابق تواضع، انکساری اور سادگی کا پیکر ہیں۔ میں قبلہ پیر سائیں کی علمی شخصیت سے اس وقت متعارف ہوا جب مجھے ان کا تحریر کردہ رسالہ ''اصولِ فقہ'' پڑھنے کا اتفاق ہوا اور بے حد متاثر ہوا۔ اسی وقت میرے دل میں یہ شوق پیدا ہوا کہ ان کی خدمتِ عالیہ میں جا کر ان کی زیارت کا شرف حاصل کروں گا۔ چنانچہ بسیار مصروفیات کے باوجود شدر حال کر کے سرگودھا میں ان کے آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا اور ان کی بالمشافہ زیارت اور عالمانہ گفتگو سن کر میری عقیدت میں مزید اضافہ ہوا۔ بلاشبہ اللہ تعالیٰ نے انہیں تفسیر واصولِ تفسیر، حدیث واصولِ حدیث، فقہ واصولِ فقہ اور دیگر علومِ عربیہ سے وافر حصہ عطا فرمایا ہے۔ تحریر وتقریر کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے انہیں مافی الضمیر کی ادائیگی کا جو ملکہ عطا فرمایا ہے اس لحاظ سے میرے نزدیک ہم عصروں میں ان کا کوئی ثانی نہیں۔

عقائدِ اہل سنت و جماعت اور دیگر دینی و علمی موضوعات پر آپ نے جو کتب اور رسائل مدلل مگر عام فہم انداز سے تصنیف فرمائے ہیں انہیں پڑھ کر جہاں ایک طرف قاری کو قلبی اطمینان اور تسکین حاصل ہوتی ہے۔ وہاں دوسری طرف اس کے ذہن میں عقائد کی پختگی پیدا ہوتی ہے۔ ان کا اندازِ تحریر اتنا دلنشین ہے کہ ان کی تصنیف کردہ کتب یا رسائل کو پڑھنے والا سیراب نہیں ہوتا بلکہ بار بار پڑھنے کا شائق رہتا ہے۔ یوں تو ان کی ہر تصنیف لاجواب ہے مگر

بالخصوص افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر ''ضربِ حیدری'' کے عنوان سے جو کتاب تحریر فرمائی ہے بلا شک وشبہ یہ کتاب اسم بامسمی ہے۔ یہ کتاب نہ صرف قرآن وحدیث کے دلائل سے مبرہن اور اقوالِ علماء واولیاء کرام سے مزین ہے بلکہ مخالفین کے اعتراضات وشبہات کا قلع قمع کرنے کے لیے بھی کافی ووافی ہے۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان، سلف صالحین اور اکابرین اہلِ سنت و جماعت کا متفقہ عقیدہ یہی ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد ساری امت سے سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ افضل ہیں اور خلیفہ بلافصل ہیں۔ تمام خلفاءِ راشدین بشمول سیدنا حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا بھی یہی مؤقف تھا چنانچہ حضور پرنور سید یوم النشور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اس ارشاد مبارک ''لاینبغی لقوم فیھم ابوبکر ان یومھم غیرہ'' سے صاحب لمعات نے آپ کی افضلیت اور خلیفہ بلافصل ہونے پر استدلال کیا ہے اور تائید میں حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا فرمان نقل کر کے مخالفین پر ''ضربِ حیدری'' لگائی ہے کہ

''قدمک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فی امر دیننا فمن الذی یوخرک فی امر دنیانا''

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آپ کو ہمارے امورِ دینیہ میں آپ کو مقدم فرمایا ہے تو پھر ہم میں سے کون ہے جو آپ کو اپنے دنیاوی امور میں مؤخر کرے اور صاحبِ مرقاۃ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے بھی حدیث شریف مذکور سے دلیل پکڑتے ہوئے کہا ہے کہ جہاں اس حدیث پاک سے آپ کی افضلیت ثابت ہو رہی ہے۔ وہاں آپ کا استحقاق خلافت بھی ثابت ہو رہا ہے کیونکہ فاضل کی موجودگی میں مفضول کو خلیفہ بنانا صحیح نہیں۔ الختصر قبلہ پیر سائیں کی اس عنوان پر انتہائی محققانہ انداز سے تصنیف کردہ کتاب ''ضربِ حیدری'' لاجواب ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ مخالفین کو بھی ''ضربِ حیدری'' پڑھ کر حق وسچ قبول کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اہلِ سنت وجماعت کو قبلہ پیر سائیں کی علمی ودینی اور روحانی شخصیت کی قدر

شناسی کی توفیق عطا فرمائے اور اللہ تعالیٰ قبلہ پیر سائیں کو صحت و سلامتی کے ساتھ عمرِ دراز عطا فرمائے تا کہ اہل سنت و جماعت ان کے علمی و دینی اور روحانی فیوضات سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہو سکیں۔(آمین ثم آمین بجاہ النبی الامین الکریم ﷺ)

ادنیٰ خادم العلماء الکرام

غلام محمد سیالوی

ناظم امتحانات

تنظیم المدارس اہل سنت پاکستان

Mob:0300-2122989/0321-8200989

☆......☆

تقریظ

حضرت صاحبزادہ پیر سید عظمت علی شاہ صاحب بخاری

نقشبندی مجددی مدظلہ العالی

آستانہ عالیہ نقشبندیہ مجددیہ حضرت کیلیانوالہ شریف گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

آج ضربِ حیدری کا کچھ مقامات سے مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ بہت قوی دلائل ہیں۔ وقت کی اہم ضرورت کو پورا فرمایا۔ مفتی اہل سنت علامہ غلام رسول صاحب نے بہت محنت سے نئے فتنہ کی سرکوبی فرمائی ہے۔

دعا گو ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس کتاب کا فیض عام فرمائے اور مفتی صاحب کو مزید مختلف مسائل پر اس طرح مزید تحریر کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

دعا گو

السید عظمت علی شاہ

دربار عالیہ حضرت کیلیانوالہ شریف

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ صاحبزادہ پیر سید محمد نواز شاہ صاحب کرمانی القادری مدظلہ العالی

زیب سجادہ آستانہ عالیہ پنن وال شریف تحصیل پنڈ دادنخان ضلع جہلم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

فتنہ سامانیوں اور فتنہ سازیوں کے دور میں ''ضربِ حیدری'' خوشگوار ہوا کا دلنواز جھونکا ہے۔ ضربِ حیدری نہایت اعتدال سے اپنے مسلک کی حقانیت پر پرزور دلائل اور علمی نکات مدبرانہ انداز سے پیش کرنے کی لاجواب کاوش ہے۔

خداوندِ قدوس اپنے محبوب پاک نورِ مجسم ﷺ کے صدقہ میں حضرت علامہ مولانا غلام رسول قاسمی صاحب کو اس عظیم علمی کارنامہ پر جزائے خیر عطا فرمائے۔ آمین۔

ضربِ حیدری اپنے مسلک کے تحفظ و بقا اور برادرانِ اہلِ سنت کو موجودہ روش سے باخبر رکھنے اور اپنے مسلک پر کاربند رہنے کی گرانقدر تحریر ہے۔ اللہ تعالیٰ قاسمی صاحب کی سعی جمیلہ کو اپنی بارگاہ میں قبولیت کا شرف عطا فرمائے اور اہلِ سنت کے لیے نافع بنائے۔ آمین۔

اس کتاب کی قدر و منزلت کا اندازہ ملک کے مایہ ناز، بلند پایہ علماءِ کرام کی تقاریظ سے کر سکتے ہیں۔ یہ حضرات اس کتاب کی افادیت و اہمیت پر حد درجہ رطب اللسان ہیں۔

درحقیقت موجودہ فضا میں ضربِ حیدری ایک اہم ضرورت تھی۔ تفضیلیت کے رد میں دلائل و براہین سے مرصع نہایت قابلِ قدر تصنیف ہے۔

فقیر جملہ برادرانِ اہلِ سنت سے نہایت اخلاص سے اس کے مطالعہ کی استدعا کرتا ہے۔ مولا تعالیٰ قاسمی صاحب کو اجرِ جزیل عطا فرمائے۔ آمین۔

اسلام ما اطاعتِ خلفائے راشدین

دینِ ما محبتِ آلِ محمد است

والسلام دعا گو

درویش بے نوا محمد نواز شاہ کرمانی القادری

آستانہ عالیہ قادریہ پنن وال شریف

تقریظ

حضرت علامہ پیر سید شبیر احمد صاحب خوارزمی سیالوی مدظلہ العالی

خلیفہ مجاز سیال شریف، کھیوڑہ ضلع جہلم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ رحمۃ للعالمین محمد و آلہ

و اصحابہ اجمعین۔ اما بعد! محمد رسول اللہ و الذین معہ اشداء علی الکفار رحماء

بینھم تراھم رکعا سجدا یبتغون فضلا من اللہ و رضوانا

محبت کا صحیح معیار اور علامت یہ ہوتی ہے کہ انسان جس سے محبت رکھتا ہے اس سے تعلق اور صحبت رکھنے والی ہر چیز اسے محبوب ہو جاتی ہے۔ لہٰذا حضور ﷺ سے محبت رکھنے والے حضرات کو آپ کی اولاد، آپ کے اصحاب، آپکے ارشادات و افعال، آپ کے شہر اور آپ کے وطن عزیز کو جان و دل سے محبوب رکھنا چاہیے۔ اور سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف منسوب ہر چیز کا احترام فرض سمجھنا چاہیے۔ اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ کے چاروں خلفاء بالترتیب تمام امت سے افضل ہیں اور ان کے بعد عشرہ مبشرہ جن میں یہ چاروں بھی شامل ہیں، پھر اس کے بعد اہل بدر کو تمام صحابہ پر بزرگی و فضیلت حاصل ہے۔ جن کی تعداد تین سو تیرہ ہے ،جن میں چاروں خلفاء اور عشرہ مبشرہ بھی داخل ہیں۔ اللہ رب العزت نے اہل بدر کے اگلے پچھلے سب گناہ معاف فرما کر برأت کی سند لکھ دی ہے۔ پھر ان کے بعد اہل اُحد کو بزرگی حاصل ہے۔ پھر ان کے بعد ان حضرات کو بزرگی اور فضیلت ہے جنہوں نے ببول کے درخت کے نیچے اپنی بیش بہا اور پیاری جانیں اور عزیز مال اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی راہ میں قربان کرنے پر نہایت ہی خوشی سے بیعت کی۔ جن کی بنا پر خداوند کریم نے اپنی خوشنودی اور رضامندی کی خبر قرآن پاک میں یوں بیان فرمائی: ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ید اللہ فوق ایدیھم۔ اس سورت کے دوسرے مقام پر یوں بیان فرمایا: لقد رضی اللہ عن المومنین اذ یبایعونک تحت الشجرۃ فعلم ما فی قلوبھم۔ ان لوگوں کی تعداد تیرہ سو ہے۔ جن میں خلفاءِ اربعہ اور عشرہ مبشرہ

بدری اور اُحدی بھی داخل ہیں۔ پھر آپکے باقی اصحاب تمام امت سے افضل ہیں۔

فقیر کا عقیدہ ہے کہ جس طرح اہل بیت عظام کی محبت مسلمانوں کا فرضِ منصبی ہے اسی طرح تمام اصحابِ رسول ﷺ کی دوستی بھی فرضِ عین ہے۔ اہل بیت کرام اور صحابہ کرام کی محبت عین رسول اللہ ﷺ کی محبت ہے اور ان حضرات سے عداوت عین رسولِ پاک ﷺ سے عداوت ہے۔ ایمان ونجات کے لیے دونوں کی محبت کا ہونا لازمی وضروری ہے۔ جیسے نیکی وبدی، سفیدی وسیاہی کا اکٹھا ہونا ناممکن ہے۔ اسی طرح ایک دل میں حبِ اہل بیت اور بغضِ صحابہ جمع نہیں ہوسکتے۔ چنانچہ ارشادِ نبوی ہے: لا یجتمع حب علی و بغض ابی بکر و عمر فی قلب مومن یعنی حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی محبت اور شیخین جلیلین ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بغض کسی مومن کے دل میں جمع نہیں ہوسکتا۔

رسولِ پاک ﷺ نے اہل بیت اطہار کو امت کے لیے درجہ کشتیِ نوح کا دیا اور صحابہ کرام کو نجومِ ہدایت فرمایا۔ لہٰذا نتیجہ صاف ظاہر ہے کہ دریا کشتی کے بغیر عبور نہیں کیا جاسکتا۔ اور کشتی کا ستاروں کی رہبری کے بغیر ساحل مراد تک پہنچنا ناممکن ہے تو لامحالہ تسلیم کرنا ہوگا کہ اہلِ بیت کی ارادت و احترام کی کشتی میں سوار ہونے کے بغیرہ اور ہدایت کے چمکتے ہوئے ستاروں (صحابہ کرام) کی رہنمائی اور ہدایت کے بغیر ہم نجات حاصل نہیں کرسکتے۔ خدا کا ہزار ہا شکر ہے کہ یہ طرہِ امتیاز فقط اہل سنت کو حاصل ہے کہ ہم اہلِ بیت کی محبت کی کشتی میں سوار بھی ہیں اور ایمان کے دریا میں ہماری نظر نجومِ ہدایت پر بھی ہے۔

اہل سنت کا ہے بیڑا پار، اصحابِ حضور
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

یاد رہے کہ علماءِ حق نے ہمیشہ باطل قوتوں کے خلاف فکری وعملی جہاد کا مقدس فریضہ

انجام دیا اور اللہ رب العزت نے ہمیشہ اہلِ حق کو فتح ونصرت سے سرفراز فرمایا۔ بزرگانِ دین نے اپنی زندگیاں وقف کر کے زندگی کے ہر موڑ پر امتِ مسلمہ کی رہنمائی فرماتے رہے۔ اور اس مقصد کے لیے انہوں نے بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ان کی زندگی کا مقصد فقط اللہ اور اس کے پیارے رسول ﷺ کی رضا وخوشنودی کا حصول ہے۔

فقیر نے علالتِ طبع کے باوجود پیر سائیں حضرت علامہ غلام رسول قاسمی دامت برکاتہم عالیہ کی کتاب ''ضربِ حیدری'' کا مطالعہ اول سے آخر تک کیا۔ پیر سائیں کی یہ کتاب اپنے موضوع کے اعتبار سے بہت ہی عمدہ کتاب ہے۔ رافضی اور تفضیلی لوگ بغض وعناد سے بالاتر ہو کر اور تعصب کی عینک اتار کر اس کو پڑھیں تو یقینی طور پر ایمان کی نعمت سے مزین اور نجاتِ اُخروی سے بہرہ ور ہو سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ پیر سائیں کو جزائے خیر عطا فرمائے اور ان کی اس دینی کاوش کو شرفِ قبولیت بخشے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔

چہ خوش کردی دلِ غمگین مارا

جزاک اللہ فی الدارین خیرا

خادم الشریعۃ المحمدیۃ و الطریقۃ السیالویہ

فقیر ابوالحسن السید شبیر احمد الخوارزمی السیالوی

خطیبِ اہلِ سنت کھیوڑہ ضلع جہلم

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد ایوب ہزاروی صاحب مدظلہ العالی

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً۔ اصحابِ رسول ﷺ میں معیار افضلیت کیا ہے۔ اسبقیت فی الاسلام، انفاق فی سبیل اللہ، جہاد فی سبیل اللہ، شجاعت، سخاوت، خدمتِ دین، محبتِ رسول، علم، صحبتِ رسول، آپ ازروئے قرآن وحدیث مذکورہ اوصاف میں سے جس کو بھی افضلیت کا معیار ٹھہرائیں گے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو اس وصف میں دوسروں سے فائق پائیں گے (دیکھیے تاریخ الخلفائ)۔ سیدنا حضرت صدیق رضی اللہ عنہ کے اندر ایک ایسی خوبی موجود ہے جو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے سوا کسی بھی دوسرے صحابی میں موجود نہیں اور وہ خوبی ہی آپکی افضلیت کی برہانِ قاطعہ ہے۔ حضرت علیہ السلام نے فرمایا: آدمی کو جس مٹی سے پیدا کیا جائے وہ اسی میں دفن ہوتا ہے (تفسیر مظہری سورۃ طٰہٰ)۔ سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ روضۂ اقدس میں حضور علیہ السلام کے ساتھ مدفون ہیں۔ معلوم ہوا انکو اسی خمیر سے پیدا کیا گیا جس سے آپ ﷺ کی تخلیق فرمائی گئی۔ ایک ہی خمیر سے پیدا ہونا ایسی خوبی ہے جو شیخین کے سوا کو حاصل نہیں۔ یہ وحدتِ خمیر ہی انکی افضلیت کی دلیل ہے۔

حضرت علامہ شیخ القرآن والتفسیر پیر غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی سرگودھا کی مؤلفات میں سے میں نے ''ضربِ حیدری'' کا سرسری نظر سے مطالعہ کیا۔ الحمد للہ حضرت پیر صاحب موصوف نے بغیر کسی تقیہ اور بخل کے مسلکِ حقہ اہلِ سنت و جماعت کہ سیدنا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ بعد از انبیاء جملہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل ہیں، کو بہت عمدہ طریقہ سے بیان فرمایا ہے۔ انکی افضلیت پر قرآن وحدیث واقوالِ علماءِ امت سے مفصل کلام فرمایا ہے اور تفضیلیوں کے رکیک شبہات کے مسکت جوابات ارشاد فرمائے۔ قولِ حق یہ ہے کہ اس کتاب کے از اول تا آخر صدقِ نیت سے مطالعہ کرنے کے بعد اس موضوع پر لکھی گئی کسی دوسری کتاب کی حاجت باقی نہیں رہتی اگر کوئی تفضیلی بھی ضد کی عینک اتار کر اس کا مطالعہ کرے گا تو اس کی اصلاح کی بھی قوی امید ہے۔ اللہ تعالیٰ قبلہ حضرت صاحب کو اس دینی خدمت کا بہترین صلہ نصیب فرمائے۔ آمین یارب العالمین بجاہ النبی الکریم۔

و صلی اللہ تعالیٰ علیٰ حبیبہ محمد و الہ و اصحابہ اجمعین

الراقم: محمد ایوب ہزاروی

خطیب و مدرس دار العلوم اسلامیہ رحمانیہ ہری پور ہزارہ 4 اپریل 2009ء

☆......☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ پیر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری مجددی نقشبندی مدظلہ العالی

آستانہ عالیہ حضرت شیرِ ربانی علیہ الرحمۃ شرقپور شریف شیخوپورہ

کتاب ''ضربِ حیدری'' دیکھی، بعض مقامات کو ملاحظہ کیا۔ علالت کے باعث زیادہ نہ پڑھ سکا۔ تاہم میرا موقف وہی ہے جو امامِ ربانی حضرت مجدد الفِ ثانی سرہندی نقشبندی علیہ الرحمۃ کا ہے کہ بعد از انبیاء و رسل افضل ترین ہستی و شخصیت حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ہے۔ خلفائے راشدین علی الترتیب افضل ہیں۔ مکتوباتِ امامِ ربانی علیہ الرحمۃ کا قریب قریب یہی مفہوم ہے۔

دعا ہے اللہ تعالیٰ مولانا الموصوف غلام رسول قاسمی مدظلہ کی اس کاوش کو قبول فرمائے اور قارئین کو حق پر استقامت مرحمت کرے۔ آمین ثم آمین۔

میاں جمیل احمد شرقپوری مجددی نقشبندی

آستانہ عالیہ حضرت شیرِ ربانی علیہ الرحمۃ

شرقپور شریف (شیخوپورہ)

24/04/2009

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ محمد منشاء تابش قصوری صاحب مدظلہ العالی

مریدکے، لاہور

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کتاب مستطاب ''ضربِ حیدری'' پیش نظر ہے جسے حضرت علامہ مولانا پیر سائیں غلام رسول قاسمی دامت برکاتہم نے بڑے تحقیقی انداز میں قلمبند فرمایا ہے۔ یہ کتاب افضل البشر بعد الانبیاء بالتحقیق حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے فضائل وشمائل اور محامد ومحابین پر مشتمل ہے جسکی ذاتِ اقدس کی افضلیت پر تمام صحابہ کرام معہ اہل بیت عظام رضی اللہ تعالیٰ عنہم تاحیات قائم رہے۔ اسی عدیم المثال شخصیت کو اس کتاب کا موضوع بنایا گیا ہے۔ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے جو اظہر من الشمس ہے ذرا ملاحظہ فرمائیے۔

صدیق عکس حسن کمال محمد است — فاروق ظلّ جاہ وجلال محمد است

عثمان ضیائے شمع جمال محمد است — حیدر بہار باغِ خصال محمد است

اسلام ما اطاعتِ خلفاء راشدیں — ایمان ما محبتِ آلِ محمد است

محبِ صادق وہی ہے جو محبوب کے اشاروں پر عمل پیرا رہے، اس کے ہر حکم وارشاد پر سر تسلیم خم کرے اس کی ادا ورضا کو پیش نظر رکھے۔ جو محبوب کا نظریہ وعقیدہ ہو اسے اپنائے، اور جو دعوائے محبت کرے مگر محبوب کی پسند کو ناپسند، محبوب کے عمل سے گریز، محبوب کے فرمان کا باغی ہو اور پھر بھی محبت کا دم بھرے اسے اپنی خواہشات کا محب یا غلام کو کہا جاسکتا ہے مگر محب صادق قرار نہیں دیا جاسکتا۔

ابلیس نے بھی محبِ خدا ہونے کا ایسا دعویٰ کیا کہ رب العزت کے ارشاد کو پرکاہ کی بھی حیثیت نہ دی لیکن محبت کا ایسا عملی ثبوت دیا کہ پکار اٹھا میں تیرے سوا آدم کیا کسی کو بھی سجدہ نہیں کروں گا خواہ کتنی ہی دفعہ مجھے حکم دے۔ بس میں تیرا ہوں صرف تیرا۔ مجھے کسی اور سے کوئی سروکار نہیں، اس مواحد کا جو حشر ہوا کسی سے پوشیدہ نہیں قیامت تک خدائی لعنتوں کا تمغہ سجائے محب ہونے کے راگ الاپتا رہے گا۔ بتائیے وہ محب رہا؟ نہیں نہیں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے راندہ درگاہِ الٰہ ہوا۔

یوں ہی محبانِ علی المرتضیٰ کی کیفیت ہے۔ وہ حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم کی

محبت کا دم بھرتے ہیں مگر آپ کے ارشادات و معمولات پر عمل کرنے سے بیزار ہیں۔ باب مدینۃ العلم، سیدنا صدیق اکبر، فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہم کی افضلیت کا برملا اعلان فرماتے ہیں کہ جو بھی کوئی شخص مجھے ان دونوں پر فضیلت دے گا وہ مفتری ہے اور اس پر میں مفتری والی شرعی حد نافذ کروں گا۔ مگر ابلیسی ذریت عملاً حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کہہ رہی ہے تم لاکھ کہتے رہو جو دل میں آئے فرماتے جاؤ ہم تمہارے ارشادات تسلیم کر کے اپنی محبت کا جنازہ نہیں نکال سکتے۔ سبحان اللہ، یہ کیسے محب ہیں اور ان کی محبت کیسی ہے؟ حالانکہ محب صادق تو وہی ہوتا ہے جو محبوب کے اشارہِ ابرو پر قربان ہونے پر آمادہ نظر آئے۔ محبوب کی رضا کا ہر لحہ طالب رہے، نفس کا غلام بھی ہو اور محب ہونے کا دعویٰ بھی اگلے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

پنجابی کا ایک مشہور شعر ملاحظہ فرمایئے اور پھر اپنے ایمان کو فیصل ٹھہرایئے کیا جواب ملتا ہے۔

جویں پیارا راضی ہووے مرضی ویکھ سجن دی
جے توں مرضی اپنی لوڑیں ایہہ گل کدی نہ بن دی

نئے نئے فتنے حشرات الارض کی مانند ظہور پذیر ہو رہے ہیں، ان میں تازہ فتنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر حضر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کی آڑ میں پر پرزے نکال رہا ہے اور کہا جا رہا ہے کہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سیاسی طور پر افضل ہیں جبکہ حضرت علی المرتضیٰ روحانی سطح میں افضل تھے جبکہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو سیاسی و روحانی طور کی حدود وقیود وقید سے صرفِ نظر کرتے ہوئے مطلقاً اپنی ذات والا برکات سے افضل قرار دے چکے ہیں۔ اگر بالفرض سیاسی و روحانی حیثیت سے بھی دیکھا جائے تو اس سلسلہ میں بھی حضرت علی المرتضیٰ واضح فرمارہے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے انہیں ہمارا امام بنایا ہم اپنی دنیا کے لیے آپ کو حکمران تسلیم کرتے ہیں۔ بصورتِ دیگر اس سے یہی مستفاد ہوا کہ حضور پر نور صلی اللہ علیہ وسلم نے روحانیت میں انہیں ہمارا امام بنایا ہم اپنی سیاست کے لیے بھی انہیں امام ٹھہراتے ہیں۔

محبانِ صادقین کے لیے تو محبوب کی رضا پر راضی رہنا ہی معراج ایمان ہے۔ اور وہ کیسا محب ہے جو محبوب کو اپنی خواہشات نفسانیہ سے زیر کرنے کی سعی تا تمام میں مبتلا ہو۔ ایسے نام نہاد محب کو سوائے ندامت و ملامت اور ناکامی کے کچھ ہاتھ نہیں آتا۔

لہٰذا اس سلسلہ میں محبانِ صادق کے لیے دین و دنیا اور آخرت میں اسی عمل میں خیر ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ملفوظات وارشادات کے عین مطابق سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو تسلیم کرتے ہوئے مولائے کائنات کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کریں، جو دراصل اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے حبیب ﷺ کی رضا و خوشنودی کے مترادف ہے۔

ممالک عرب میں یہودی، ہندو، عیسائی اور دیگر غیر مسلم بڑا زہریلا پروپیگنڈا کر رہے ہیں کہ جملہ انبیاء ورسل علیٰ نبینا علیہم الصلوٰۃ والسلام محض سیاسی لیڈر تھے۔ ممکن ہے انہی کے تتبع میں صدیقِ اکبر اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کو سیاسی وروحانی سطح پر تقسیم کر کے کل کلاں یہ کہنا بھی شروع کر دیں کہ حضرت محمد ﷺ بھی ایک سیاسی رہنما تھے۔

ڈریے اس وقت سے جب اللہ تعالیٰ ایسے شاتمین پر ان بطش ربک لشدید کا کوڑا برسائے گا۔ پھر توبہ کی توفیق تک نہیں ملے گی۔ لہٰذا خیر اسی میں ہے کہ جن مسائل پر طلوعِ اسلام سے لے کر آج تک امت کا اجماع ہے ان پر قیاس آرائی نہ کی جائے اور اپنی ذات کو عقل کل نہ بنایا جائے بلکہ

عقل قربان کن بہ پیش مصطفیٰ (ﷺ)

یومنون بالغیب پر ایمان نہیں تو پھر دلائل و براہین کا مرقع ''ضربِ حیدری'' کا مطالعہ کیجیے۔ اگر قسمت نے یاوری کی تو حق واضح ہو جائے گا۔ پھر گراں قدر ارشادات کے سامنے سوائے تسلیم کے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ راقم حضرت مصنف مدظلہ کی اس محنت شاقہ و مساعیٔ جمیلہ پر ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے قارئین کرام سے ملتمس ہے کہ حضرت صدیقِ اکبر اور حضرت شیرِ خدا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے فرامین پر عمل کر کے محبین کی صف میں جگہ حاصل کریں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ بجاہ حبیبہ الاعلیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم امت کو افتراق انتشار سے بچائے آمین ثم آمین۔

فقط محمد منشا تابش قصوری

جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

۴ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ ۳۰ اپریل ۲۰۰۹ء

تقریظ

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت خطیبِ اسلام حضرت علامہ صاحبزادہ

پیر سید شبیر حسین شاہ صاحب نقوی حافظ آبادی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ حسینیہ تبلیغ الاسلام حافظ آباد

سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم اما بعد!

بندہ ناچیز نے ضربِ حیدری کے عنوانات کو دیکھ کر چند اوراق کا مطالعہ کیا۔ حضرت قاسمی صاحب مدظلہ العالی نے حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے پر خوب دلائل دیے ہیں۔ جزاکم اللہ فی الدارین۔

قرآن پاک کے الفاظ ہیں: وعد اللہ الذین آمنوا منکم وعملوا الصلحت لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم یعنی وعدہ دیا اللہ نے انہیں جو ایمان لائیں اور جو تم میں سے عملِ صالح کریں ضرور انہیں زمین میں خلافت دے گا جیسی ان سے پہلوں کو خلافت دی۔ قرآن پاک کے الفاظ سے واضح ہو رہا ہے کہ خلافت دینے کا وعدہ اللہ کریم فرما رہا ہے۔ لہٰذا اس خلافت میں کسی قسم کے نقص کا امکان نہیں ہوسکتا کیونکہ نہ تو اللہ بھولتا ہے اور نہ اللہ کریم کو دھوکا ہوسکتا ہے اور نہ ہی کوئی طاقت کی وجہ سے اس سے من مانی کروا سکتا ہے۔ لہٰذا خلفاءِ رسول ﷺ کی ترتیب میں شک کرنا یا اعتراض کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ معترض یا تو اللہ کریم کو کمزور مانے گا یا پھر وہ یہ عقیدہ رکھے گا کہ معاذ اللہ، اللہ بھول گیا یا دھوکا ہو گیا معاذ اللہ۔ تو یہ عقیدہ کفریہ ہے لہٰذا ہر صاحبِ ایمان خلفاءِ رسول ﷺ کی ترتیب پر ہی ایمان رکھے گا۔ اور فرمانِ رسول ﷺ سے بھی اسی ترتیب کی تصدیق ہوتی ہے۔

وعن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت قال لی رسول اللہ ﷺ فی مرضہ ادعی لی

ابابکر اباک واخاک حتی اکتب کتاباً فانی اخاف ان یتمنی متمن و یقول قائل انا اولیٰ ویابی اللہ والمومنون الا ابابکر یعنی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے اپنے مرض میں فرمایا (کہ اے عائشہ) اپنے باپ ابوبکر اور بھائی کو بلاؤ تاکہ میں تحریر لکھ دوں۔ مجھے ڈر ہے کہ کوئی چاہنے والا چاہے گا اور کہنے والا کہے گا کہ میں ہوں (خلافت کا حق دار) جبکہ اللہ تعالیٰ اور مومن نہیں مانیں گے مگر ابوبکر کو (مسلم، مشکوٰۃ)۔

تو فرمانِ رسول ﷺ اور قرآن پاک کے ان الفاظ سے یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے نزدیک حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہی خلیفہ بلافصل تھے۔ چونکہ اللہ جو دیتا ہے ماتحت الاسباب دیتا ہے جیسے کوئی زمیندارہ کرتا ہے، کوئی مزدوری کرتا ہے، کوئی ملازمت وغیرہ مگر روزی اللہ دیتا ہے۔ اسی طرح حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ بلافصل اللہ اور رسول ﷺ نے بنایا ہے مگر ماتحت الاسباب وہ سبب اجماعِ صحابہ ہوا مگر یہ اعزاز اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر کو بخشا ہے۔ اور اس پر شیعہ کتب بھی گواہ ہیں فقال ان ابابکر یلی الخلافۃ بعدی ثم بعدہ ابوک فقالت من انبأ ھذا؟ قال نبانی العلیم الخبیر یعنی حضرت نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے حفصہ (رضی اللہ عنہا) میرے بعد خلیفہ ابوبکر ہوں گے اور اس کے بعد تیرا باپ (عمر فاروق رضی اللہ عنہ خلیفہ ہوں گے) حضرت ام المومنین نے عرض کیا آپ کو یہ خبر کس نے دی ہے؟ تو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا میرے اللہ علیم وخبیر نے دی ہے (تفسیر صافی صفحہ ۷۱۶ سورۃ تحریم پارہ نمبر ۲۸ آیت نمبر ۳)۔

اتنے روشن دلائل کے باوجود اگر کوئی شخص گمراہی میں مبتلاء ہونا چاہتا ہے تو پھر اسکی نامرادی کے سواء اور کیا ہوسکتا ہے۔ مگر جہاں تک رافضی نواز لوگ جو خود کو اہلِ سنت کہلواتے ہیں اور اپنے رافضی آقاؤں کو خوش کر کے مال کمانے کے چکر میں یہ شور مچا رہے ہیں۔ خلافت ظاہری میں تو خلیفہ بلافصل صدیق اکبر ہیں مگر باطنی طور پر روحانیت میں خلیفہ بلافصل حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں۔ لہٰذا روحانیت میں افضلیت مولائے کائنات جناب علی المرتضیٰ کو

حاصل ہے اور خلافت ظاہری میں جناب صدیق اکبر افضل ہیں۔ تو میں عرض کروں گا کہ اگر یہ اتنا ہی ضروری تھا تو پھر اللہ اور اس کے رسول نے کیوں نہیں بیان فرمایا؟ اگر اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے نزدیک ضروری نہیں تھا تو پھر آپ کو یہ عقیدہ ایجاد کر کے مسلمان میں انتشار پھیلانے کا حق کس نے دیا ہے؟ سواء اسکے اور کیا وجہ ہوسکتی ہے کہ اپنے پیٹ کی آگ بجھانے کے لیے مسلمانوں میں ایک فتنہ پیدا کر رہے ہیں۔ اور پھر یہ لوگ جناب علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے مقام عظمت وشان کا بھی انکار کر رہے ہیں۔ کیونکہ یہ تو وہ حقیقت ہے جسکا کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا کہ سب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے بلا واسطہ فیض حاصل حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے کیا ہے۔ روحانیت علم وفضل سب کچھ سب نے بغیر کسی واسطے کے حضور نبی کریم ﷺ سے حاصل کیا ہے لٰہذا سب صحابہ اپنی جگہ پر خلیفہ بلا فصل ہوں گے۔ پھر اس میں جناب علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کی کیا تخصیص رہ گئی پھر تو سب صحابہ برابر ہو گئے جیسے ایک پیر کے متعدد خلفاء ہوتے ہیں۔ لٰہذا یہ سب مفروضے منافقت کی علامت ہیں۔

مگر اللہ کریم نے حضرت مولانا پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ العالی کو یہ توفیق دی جنہوں نے بروقت اس فتنے کی سرکوبی فرمائی ہے۔ اللہ کریم کی بارگاہ میں دعا گو ہوں کہ اپنے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کا صدقہ حضرت مولانا کے علم عمل میں مزید برکت فرمائے اور ہر نا[illegible]رِ بد[illegible]ط فرمائے آمین ثم آمین۔

دعا گو پیر سید شبیر حسین شاہ نقوی حسینی حافظ آبادی

مہتمم جامعہ حسینیہ تبلیغ الاسلام حافظ آباد

خطیب مرکزی مسجد الفاروق حافظ آباد

سجادہ نشین آستانہ عالیہ منڈیالہ شریف

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ مفتی محمد عبدالکریم صاحب نقشبندی مدظلہ العالی

مہتمم جامعہ دارالایمان شیخوپورہ

الحمدﷲ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علی رحمۃ للعالمین و علیٰ الہ الطیبین

و اصحابہ الھادین اما بعد

اس پر فتن دور میں جبکہ ہر طرف عقائد و اعمال کے فتنوں کی یلغار ہے اہم ترین فتنے عقائد کے ہیں جو کہ یھدی الی النار ہیں۔ اس دور میں صدائے حق بلند کرنا عظیم کاوش ہے۔اس دور میں چند رافضی نماء سنی جو عارضی وسائل کی بنیاد پر روافض کی وکالت میں ناکام سعی میں مصروف ہیں اور اپنے گلے میں وہ قلادہ ڈال رہے ہیں جو کتبِ روافض حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فرمان من لم یقل لی انی رابع خلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ سے ثابت ہے۔ ان فتنوں کے سدِ باب کے لیے حضرت العلام پیر سائیں غلام رسول قاسمی صاحب مدظلہ کی نُوْرٌ عَلیٰ نُوْر تصنیف ''ضربِ حیدری'' عظیم کاوش ہے۔اللہ تعالیٰ حضرت کی سعی جمیل میں مزید برکات عطاء فرمائے۔آمین۔

محمد عبدالکریم نقشبندی

مہتمم جامعہ دارالایمان گلشن علی پارک شیخوپورہ

سابق صدر مدرس جامعہ حضرت میاں صاحب شرقپور شریف

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ صاحبزادہ محمد محب اللہ نوری صاحب مدظلہ العالی

مہتمم دار العلوم حنفیہ فریدیہ بصیر پور شریف (اوکاڑہ)

امتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا اس امر پر اجماع ہے کہ انبیاء و رسل (علیہم السلام) کے بعد سب سے اعلیٰ، سب سے برتر اور سب سے افضل، حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی ہے۔ اس عظمت و رفعت کا اعلان خود سید الانبیاء والمرسلین حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بایں الفاظ فرمایا: ما طلعت شمس و لا غربت علیٰ احد بعد النبیین والمرسلین افضل من ابی بکر (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)۔

حضرت سیدی محمد بن الحنفیہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، میں نے اپنے والد حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے پوچھا: ای الناس خیر بعد النبی ﷺ "حضور ﷺ کے بعد سب لوگوں سے بہتر و برتر کون ہے"؟ آپ نے فرمایا: ابو بکر (صحیح بخاری، کتاب فضائل اصحاب النبی ﷺ، باب قول النبی ﷺ لو کنت متخذا خلیلا)۔

اسی طرح اہلِ سنت و جماعت کا اجماعی عقیدہ ہے کہ خلفائے راشدین میں افضلیت کی ترتیب وہی ہے جو ان کی خلافت کی ترتیب ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا بھی یہی نظریہ تھا۔ چنانچہ حضرت سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: کنا نخیر بین الناس فی زمان رسول اللہ ﷺ فنخیر ابابکر ثم عمر ثم عثمان بن عفان (صحیح بخاری، باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ)۔

حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے کمالاتِ ظاہری و باطنی کے مظہر اتم اور صرف سیاسی ہی نہیں، دینی و روحانی اعتبار سے بھی خلیفہ بلا فصل ہیں۔ خود حضرت سیدنا علی المرتضیٰ

کرم اللہ وجہہ الکریم نے آپ کی خلافت پر اسی پہلو سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا تھا:

فاخترنا لدنیانا من رضیه النبی ﷺ لدیننا، فکانت الصلوٰۃ اصل الاسلام، قوام الدین، وھو امین الدین فبایعنا ابابکر فکان لذلک اھلا (مختصر تاریخ دمشق لابنِ عساکر جلد ۱۸ صفحہ ۴۱، تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۷۷)۔

پیرِ طریقت حضرت علامہ سائیں غلام رسول قاسمی حفظ اللہ کی تصنیف لطیف ''ضربِ حیدری'' اسی موضوع پر دلائل و براہین سے مزین و مرصع نہایت عمدہ کتاب ہے۔ فاضل مصنف نے نہ صرف یہ کہ نفس مسئلہ کو دلائل سے ثابت کیا ہے بلکہ تفضیلیوں کے سوالات واشکالات کے بھی کافی و شافی جوابات دیے ہیں۔ احقر نے جستہ جستہ اس کتاب کا مطالعہ کیا ہے، بلاشبہ یہ اہلِ سنت کے عقائد ونظریات کی ترجمان ہے۔

اللہ تعالیٰ حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے اور فاضل مصنف کو اجر جزیل سے نوازے۔

آمین بجاہ طٰہٰ ویٰس صلی اللہ وسلم علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ اجمعین

(صاحب زادہ) محمد محب اللہ نوری
مدیر اعلیٰ ماہ نامہ نور الحبیب

بصیر پور شریف
۲۵ جمادی الاولیٰ ۱۴۳۰ھ

☆......☆

تقریظ

شیخ القرآن حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب مدظلہ العالی

(مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومتِ پاکستان)

ضربِ حیدری کا چند مقامات سے مطالعہ کر سکا کیونکہ ساؤتھ افریقہ کا سفر قریب ہے جس کی وجہ سے وقت کی قلت ہے۔

حضرت سائیں غلام رسول قاسمی صاحب (مدظلہ العالی) کی کاوش کو اہل سنت کے موقف افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر بہترین محسوس کیا اور دلائل سے بھرپور پایا۔

میں نے بھی افضلیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر افضلیتِ صدیق اکبر کے نام 1968ء میں کتاب لکھی تھی جو کہ انشاءاللہ اب دوبارہ پرنٹ کرائی جائے گی۔

بلاشبہ اہل سنت کا مذہب کہ حضرت صدیق اکبر تمام لوگوں سے انبیاء کے بعد افضل ہیں اور پھر حضرت عمر، حضرت عثمان اور حضرت علی بالترتیب افضل البشر ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مصنف کی اس کاوش کو اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور یہ کتاب ہر سنی کے گھر کی زینت ہونی چاہیے۔

والسلام

شیخ القرآن حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری صاحب

(مشیر وفاقی شرعی عدالت حکومتِ پاکستان)

مورخہ 25-4-2009

☆......☆

تقریظ

شیخ الحدیث حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری صاحب مدظلہ

(رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان)

زندہ اور باشعور لوگ متفق علیہ مسائل کو چھیڑنے کی بجائے امت مسلمہ کو درپیش مسائل کی طرف توجہ دیتے ہیں اور یوں وہ ملتِ اسلامیہ کے مشکور قرار پاتے ہیں۔

یہ وہ طریقہ ہے جو انتشار و اختلاف کی مکدر فضا کا راستہ مسدود کرتا اور انسانیت کے کے لیے جدید مسائل کے حل کی صورت میں نفع رسانی کا باعث بنتا ہے۔ علمی اور تحقیقی حلقوں میں اہل سنت کے افراد کا بکثرت موجود ہونا ضروری ہے۔ لیکن بدقسمتی سے کچھ احباب اہل سنت کے مسلمہ و متفق علیہ مسائل کو اپنی جدتِ فکر کا لباس پہنا کر ملت میں انتشار کا بیج بو رہے ہیں اور کچھ نادان احقائق حق کے زعم میں محراب و منبر اور سٹیجوں پر ان مسائل کو چھیڑ کر طلبِ شہرت کا بھونڈا طریقہ اپنائے ہوئے ہیں اور یوں یہ دونوں قسم کے لوگ انتشار و افتراق کی فضا پیدا کر رہے ہیں۔

شیخ الحدیث علامہ غلام رسول قاسمی مدظلہ نے نہایت دانشمندی کا ثبوت دیتے ہوئے اعتزالی سوچ کا مثبت انداز میں رد کیا بلکہ ان کی کتاب مستطاب ''ضربِ حیدری'' کا مطالعہ کرنے والے شخص کو اس کتاب سے بہت بڑا علمی ذخیرہ دستیاب ہوتا ہے۔

انہوں نے سیدنا حضرت صدیق اکبر اور سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کی فضیلت کے حوالے سے اہل سنت و جماعت کے مؤقف کو نہایت عمدہ پیرائے میں دلائل قاہرہ سے ثابت کر کے اعتزالی سوچ کا موثر رد کیا ہے اور اس مسئلہ کو سٹیج پر اچھالنے کی بجائے علم و آگہی کی شاہراہ کا انتخاب کیا ہے۔

الحمد للہ! راقم اسی عقیدہ کا حامل ہے اور اسی پر کاربند ہے جو آپ نے اپنی کتاب مستطاب ''ضربِ حیدری'' میں ذکر کیا اور راقم اس کتاب اور اس کے مندرجات کی بھرپور تائید کرتے ہوئے دعا گو ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت علامہ قاسمی زید مجدہ کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور ان کے قلم کی جولانیوں کو مزید ترقی عطا فرمائے۔ آمین

محمد صدیق ہزاروی سعیدی ازہری
رکن اسلامی نظریاتی کونسل پاکستان
استاذ الحدیث جامعہ ہجویریہ (مرکز معارف اولیاء) داتا دربار لاہور

تقریظ

حضرت علامہ ڈاکٹر محمد اشرف آصف جلالی صاحب مدظلہ العالی

نحمدہ و نصلی و نسلم علی رسولہ الکریم

ربِ ذوالجلال نے رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرما کر رشد و ہدایت کا جو سلسلہ شروع کیا اسکے اولین فیض یافتہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم ہیں۔ جماعتِ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم سب سے افضل ہیں اور خلفاء اربعہ رضی اللہ عنہم میں آپس میں افضلیت کی وہی ترتیب ہے جو کہ خلافت کی ترتیب ہے۔ شیرِ خدا خلیفہِ چہارم حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی ذات والا صفات کے لحاظ سے اہلِ سنت راہِ مستقیم پر ہیں جب کہ دو فرقے افراط و تفریط سے کام لیتے ہیں۔ ایک طرف ایسا بغض کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں عطا کی اس کا بھی انکار اور دوسری طرف ایسا غلو کہ جو شان اللہ تعالیٰ نے انہیں نہیں دی اسکے اثبات کی بھی ضد۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں لوگوں کے یوں افراط و تفریط کی خبر رسول اللہ ﷺ پہلے ہی دے چکے تھے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ خود رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے فرمایا: فیک مثل من عیسیٰ ابغضتہ الیھود حتی بھتو امہ و احبتہ النصاریٰ حتیٰ انزلوہ بالمنزلۃ التی لیست لہ ثم قال یھلک فی رجلان محب مفرط یقرظنی بما لیس فی و مبغض یحملہ شنانی علی ان یھبتنی

تمہاری حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے ایک مشابہت ہے یہودیوں نے ان سے دشمنی کی یہاں تک کہ انکی والدہ حضرت مریم پر تہمت لگادی۔ عیسائیوں نے ان سے محبت کی یہاں تک کہ ان کا وہ مقام بیان کیا جو ان کا نہیں تھا۔ پھر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میرے بارے میں دو بندے ہلاک ہوجائیں گے۔ ایک میری محبت میں غلو کرنے والا جو میری اس وصف سے تعریف کرے گا جو مجھ میں نہیں ہے۔ دوسرا میرا دشمن کہ اسے میری عداوت اس بات پر برانگیختہ کرے

گی کہ وہ مجھ پر بہتان باندھے (مشکوٰۃ شریف صفحہ ۵۶۵ حدیث نمبر ۶۱۰۲، مسندِ امام احمد جلد ا صفحہ ۱۶۲)۔

اس سلسلے کا آغاز اس وقت ہو گیا جب عبداللہ بن سبا یہودی نے اسلام کی چادر اوڑھی اور پھر فتنہ برپا کیا، اور حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل کا انکار کرتے ہوئے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلیفہ بلا فصل ہونے کا اعلان کیا۔ چنانچہ مشہور رافضی کتاب رجال کشی میں وضاحت سے لکھا گیا ہے:

وذکر بعض اهل العلم ان عبدالله بن سبا كان يهوديا فاسلم ووالى عليا عليه السلام وكان يقول وهو على يهوديته في يوشع بن نون وصى موسى بالغلو، فقال في اسلامه بعد وفاتِ رسول الله ﷺ في على عليه السلام مثل ذلك وكان اول من شهر بالقول بفرض امامة على

بعض اہل علم نے ذکر کیا ہے عبداللہ بن سبا یہودی تھا پھر مسلمان ہو گیا اور اس نے حضرت علی سے محبت کا دعوی کیا وہ جب یہودی تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وصی حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کے بارے میں غلو کرتا تھا جب اس نے اسلام قبول کیا رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد اس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں اسی طرح کا غلو کیا یہ وہ پہلا بندہ تھا جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت کے تعین کا قول کیا (رجال کشی جلد ا صفحہ ۲۳۴ طبع قم ایران)۔

امام محمد بن عبدالکریم شہرستانی نے بھی اس بات کو لکھا ہے: هو اول من اظهر القول بالنص بامامة على رضى الله تعالى عنه منه انشعبت اصناف الغلاة

یہ وہ پہلا انسان ہے جس نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت (خلافت بلا فصل) منصوص ہونے کا اعلان کیا اس سے آگے کئی غالی گروہ پیدا ہوئے (الملل والنحل جلد ا صفحہ ۱۹۲ طبع دار الفکر بیروت)۔

چنانچہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذات کے بارے میں افراط و تفریط کے لحاظ سے رافضی اور

خارجی گروہ پیدا ہو گئے۔ تفضیلی فرقہ رافضیت کا آغاز ایسی ایک انہونی بات تھی کہ امام ابونعیم نے عظیم تابعی عالم الجزیرہ حضرت میمون بن مہران کا فیصلہ اپنی سند سے حضرت فرات بن سائب سے یوں روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں: سألت میمون بن مهران قلت علی افضل عندک ام ابو بکر و عمر؟ قال فارتعد حتی سقطت عصاه من یده ثم قال ما کنت اظن ان ابقی الی زمان یعدل بهما، ذرهما کانا راسی الاسلام و راسی الجماعة، فقلت فابو بکر کان اول اسلاما ام علی قال و اللہ لقد آمن ابو بکر بالنبی زمن بحیر الراهب حین مر به

میں نے حضرت میمون بن مہران سے سوال کیا تمہارے نزدیک حضرت علی رضی اللہ عنہ افضل ہیں یا حضرت ابو بکر و حضرت عمر رضی اللہ عنہما۔ آپ پر کپکپی طاری ہو گئی یہاں تک کہ آپ کے ہاتھ سے آپ کا عصا گر گیا۔ پھر آپ نے کہا میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں اس وقت تک زندہ رہوں گا جب حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے برابر کسی کو ٹھہرایا جائے ان دونوں حضرات کا معاملہ بس یہیں رہنے دو۔ وہ دونوں اسلام اور جماعت کے سالار تھے میں نے کہا حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پہلے اسلام لائے یا حضرت علی رضی اللہ عنہ؟ انہوں نے کہا حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تو اس وقت رسول اللہ ﷺ پر ایمان لے آئے تھے جب رسول اللہ کا گزر بحیرہ راہب کے پاس سے ہوا (حلیۃ الاولیاء جلد ۴ صفحہ ۵۷ دار احیاء التراث العربی)۔

تفضیلی فرقہ رافضیت کی پرائمری حالت ہے۔ لیکن یہ گروہ افرادِ اہل سنت کو اغواء کر کے رافضی کیمپ میں پہنچانے کے لحاظ سے اہل سنت کے لیے رافضیت سے زیادہ خطرناک ہے۔

سیدنا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے فضائل اور خصائص اہل سنت کے نزدیک ثابت ہیں آپ کی ولایت برحق ہے، اور اس پر اہل سنت کا ایمان ہے، مگر ولایت سے جو معنیٰ رافضی مراد لیتے ہیں وہ درست نہیں ہے اور نہ ہی ولایت اور خلافت میں وہ تقابل ہے جو آج کیا جارہا ہے۔

حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ولایت کا معنیٰ یہ ہے کہ وہ مسلمانوں کے محبوب اور مددگار ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نہایت مقرب ہیں، ولائے حضرت علی رضی اللہ عنہ ہر مسلمان کا شعار ہے لیکن محبت وولائے

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اور اہل بیت اطہار رضی اللہ عنہم کی دعوت ہے:

عن جعفر بن محمد عن ابیه، قال جاء رجل الی ابی فقال، اخبرنی عن ابی بکر، قال عن الصدیق تسال؟ قال و تسمیه الصدیق؟ قال ثکلتک امک، قد سماه صدیقا من هو خیر منی، رسول اللہ ﷺ و المهاجرون و الانصار، فمن لم یسمه صدیقا، فلا صدق اللہ قوله، اذهب فاحب ابا بکر و عمر، و تولهما، فما کان من امر ففی عنقی

حضرت امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ حضرت امام باقر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں، ایک آدمی میرے والدِ محترم حضرت امام زین العابدین رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اس نے کہا مجھے ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں بتاؤ، آپ نے فرمایا تم صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کرر ہے ہو؟ سائل نے کہا کیا آپ بھی انہیں صدیق کہتے ہی؟ تو امام زین العابدین رضی اللہ عنہ نے کہا تجھے تمہاری ماں روئے، انہیں ان ہستیوں نے صدیق کہا جو مجھ سے افضل ہیں یعنی رسول اللہ ﷺ اور مہاجرین و انصار رضی اللہ عنہم نے۔ جو انہیں صدیق نہیں کہتا اللہ تعالیٰ اسکی کسی بات کی تصدیق نہ کرے۔ جا حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما سے محبت کر اور دونوں کی ولاء اختیار کر۔ اگر تجھ پر کوئی بوجھ آیا تو میری گردن میں ہے (سیر اعلام النبلاء جلد ۵ صفحہ ۸ ۳ ۳ دار الفکر بیروت)۔

امتِ مسلمہ کا عقیدہ ہے کہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خلیفہ بلا فصل ہیں جب کہ روافض اس خلافت کے منکر ہیں ان کے نزدیک حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ خلیفہ بلا فصل ہیں۔

پروفیسر ڈاکٹر محمد طاہر القادری صاحب کی کتاب ''السیف الجلی علی منکر ولایتِ علی رضی اللہ عنہ'' اہل سنت کے اجماعی مؤقف کے خلاف ہے اور کئی وجوہ سے نقصان دہ ہے۔ جب کہ رافضی مؤقف کی تقویت کا باعث ہے۔

جیسا کہ درج ذیل باتوں سے واضح ہے۔

نمبر 1۔ پروفیسر صاحب نے لکھا:

’’سلطنت میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ بلافصل یعنی براہِ راست نائب ہوئے۔ ولایت میں علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ حضور نبی اکرم ﷺ کے خلیفہ بلافصل یعنی براہِ راست نائب ہوئے (السیف الجلی علی منکر ولایتِ علی رضی اللہ عنہ صفحہ نمبر ۸)۔

پروفیسر صاحب نے اس عبارت میں اہلِ سنت کا مؤقف کمزور کرنے کی کوشش کی کیونکہ اہلِ سنت وجماعت تو حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو مطلقاً خلیفہ بلافصل مانتے ہیں، صرف سلطنت میں خلیفہ نہیں مانتے اور رافضی مؤقف کو ثابت کر دیا کیونکہ ولایت بلافصل ہی ان کے نزدیک خلافت بلافصل ہے اور بعینہ یہی الفاظ یعنی ولایت بلافصل ہی پروفیسر صاحب نے لکھ دیے ہیں۔ جس طرح کہ رافضی مجتہد ابوالحسن اربلی نے اپنی کتاب کشف الغمہ میں خلافتِ علی رضی اللہ عنہ کی فصل (جلد ۱ صفحہ ۶۲) میں واضح لکھا ہے۔ چنانچہ رافضی مؤقف ہو بہو تسلیم کر لیا گیا ہے۔

بلکہ پروفیسر صاحب نے خود صفحہ ۸ پر اسی ولایت کو امامت بھی کہا۔ چنانچہ رافضی بغلیں بجانے لگے کہ اہلِ سنت کی طرف منسوب ایک عالم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی امامت بلافصل ثابت کر دی جو ہمارا شیعوں کا عقیدہ ہے۔

نمبر 2۔ خلافت پر ولایت کی کئی وجوہ سے برتری بیان کر کے خلافت کو ڈی گریڈ کیا ہے:

(ا)۔ انہوں نے کہا، خلافت عوام کا چناؤ ہے اور ولایت اللہ تعالیٰ کی مرضی ہے۔

(ب)۔ خلافت زمینی نظام کے سنوارنے کے لیے ہے اور ولایت اسے آسمانی حسن سے نکھارنے کے لیے قائم ہوتی ہے۔

(ج)۔ خلافت افراد کو عادل بناتی ہے اور ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔

(د)۔ خلافت کا دائرہ فرش تک ہے اور ولایت کا دائرہ عرش تک ہے۔

نمبر 3۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو سیاسی کہہ کر اور حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی خلافت کو روحانی کہہ کر۔ کیونکہ آج کا لفظ ’’سیاسی‘‘ اگر کرپشن وغیرہ کی آلودگیوں سے بچا بھی لیا جائے پھر بھی لوگ اسے دنیا داری کے مفہوم میں ضرور سمجھتے ہیں اور جب سیاسی کے

مقابلے روحانی خلافت کا ذکر کر دیا گیا تو یہ باور کرایا گیا ہے کہ یہ محض دنیاداری ہے حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے:

کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیائ بنی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام ان کی سیاست کرتے تھے (بخاری شریف حدیث نمبر ۳۴۵۵)۔

رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سیاسی خلافت روحانیت کے بغیر کیسے ہو سکتی ہے؟ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے مصلی پر کھڑا کر کے یہ واضح کر دیا کہ یہ ایمانی اور روحانی خلافت ہے۔ جس پر دوسری خلافت خود بخود معلوم ہو جائے گی۔

نمبر 4۔ ظاہری اور باطنی خلافت کی تقسیم کر کے اور پھر باطنی خلافت کی ظاہری خلافت پر ترجیح بیان کر کے۔ کیونکہ انہوں نے لکھا ہے ''ظاہری خلافت عوام کے چناؤ سے ہے اور باطنی خلافت اللہ تعالی کے چناؤ سے ہے''۔

ان وجوہِ فضیلت اور ان امور سے یہ بات ثابت ہے کہ پروفیسر صاحب نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر محض فضیلت ہی بیان نہیں کہ بلکہ کئی مقامات پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی واضح توہین بھی کی ہے اور یہ اپنی طرف سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں، کیونکہ جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی خلافت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت سے افضل ہے تو وہ خود بھی افضل ہوئے۔

جب کہ یہ جمہور اہل سنت کی واضح مخالفت ہے اور رافضیت کی کھلی حمایت ہے۔

مگر یہ نظریہ بالکل غلط ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کے بقول جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس متصل خلافت (ولایت) تھی اور وہ سیاسی خلافت سے بڑی بھی تھی پھر انہیں چوتھے نمبر کی اور سیاسی خلافت قبول کرنے کی کیا ضرورت تھی؟ اور آپ نے صرف قبول ہی نہیں کی بلکہ یہاں تک فرمایا، جو روافض کی کتابوں میں موجود ہے:

من لم یقل لی رابع الخلفاء فعلیہ لعنۃ اللہ جو مجھے چوتھا خلیفہ نہ کہے اس پر اللہ کی

لعنت ہے (مناقب آل ابی طالب مصنف محمد بن علی مازندرانی جلد ۳ صفحہ ۶۳ طبع دار الاضوائ)

کس بنیاد پر حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو محض سیاسی قرار دیا جارہا ہے اور روحانی خلافت کا انکار کیا جارہا ہے جب کہ حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتے ہیں آپ نے ارشاد فرمایا: ما من نبی الا و له وزیران من اهل السماء و وزیران من اهل الارض فاما وزیرای من اهل السماء فجبریل و میکائیل و اما وزیرای من اهل الارض فابو بکر و عمر

ہر نبی کے دو وزیر آسمان والوں میں سے ہوتے ہیں اور دو وزیر زمین والوں میں سے ہوتے ہیں پس میرے آسمان والوں میں وزیر حضرت جبریل اور حضرت میکائیل علیہما السلام ہیں اور میرے زمین والوں میں وزیر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما ہیں (جامع ترمذی حدیث نمبر ۳۶۸۰)۔

تو کیا پروفیسر صاحب حضرت جبریل علیہ السلام اور حضرت میکائیل علیہ السلام کو بھی سیاسی وزیر کہیں گے یا پہلی امتوں میں ہر نبی کے جو دو وزیر تھے وہ محض سیاسی ہی تھے؟ قارئین اصل مسئلہ کی کچھ وضاحت کے لیے بندہ آپ کو قرآن وسنت کے مختصر دلائل کی طرف متوجہ کرتا ہے۔

قرآن وسنت سے دلائل کا خلاصہ

امام اہل سنت حضرت امام احمد رضا خان قادری رحمۃ اللہ علیہ نے اس موضوع پر کئی کتابیں تصنیف فرمائیں ان میں سے عربی زبان میں اہم کتاب "الزلال الانقی من بحر سبقة الاتقی (سب سے بڑے تقویٰ والے کی سبقت کے دریا کا صاف ستھرا پانی پاکیزہ ترین پانی)" ہے۔ جو ترتیب کے لحاظ سے آپ کی پندرھویں تصنیف ہے آپ نے افضلیت حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آیات و احادیث، اقوالِ ائمہ مجتہدین، ائمہ مفسرین اور ائمہ محدثین سے ثابت کیا

ہے نیز صرف ونحو، بلاغت اور منطق وفلسفہ کو بھی اچھی طرح استعمال کیا ہے۔

ایک جھلک ملاحظہ ہو:

فرمان الٰہی ہے۔ و سیجنبھا الاتقی اور بہت اس سے دور رکھا جائے گا جو سب سے بڑا پرہیز گار ہے (سورۃ الیل آیت نمبر ۱۷)۔

اس بات پر آپ نے اجماع نقل کیا ہے کہ الاتقیٰ سے مراد حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں اور پھر یہ دلائل قاہرہ سے ثابت کیا اتقیٰ یہاں تقی صفت مشبہ کے معنی میں نہیں بلکہ اسم تفضیل کے معنی میں استعمال ہے یعنی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو صرف پرہیز گار نہیں امت میں سب سے پرہیز گار کہا گیا ہے۔

ان اکرمکم عنداللہ اتقاکم بے شک اللہ کے یہاں تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں زیادہ پرہیز گار ہے (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۱۳)۔

پھر آپ فرماتے ہیں:

اذا ثبت ھذا فنقول وصف اللہ سبحانہ تعالی الصدیق بانہ اتقی و وصف الاتقی بانہ اکرم انتجت المقدمتان ان الصدیق اکرم عنداللہ تعالی الافضل والاکرم والارفع درجۃ والاعلی مکانۃ کلھا الفاظ معتورۃ علی معنی واحد فثبت الفضل المطلق الکلی للصدیق

جب یہ ثابت ہو گیا (اتقیٰ سے مراد بالاجماع حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ ہیں) تو ہم کہتے ہیں اللہ تعالیٰ نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا وصف بیان فرمایا کہ وہ اتقیٰ ہیں اور اتقیٰ کا وصف بتایا کہ وہ اکرم ہے ان دو مقدموں نے نتیجہ دیا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک اکرم (سب سے افضل) ہیں، افضل و اکرم ہونا، درجہ کے لحاظ سے ارفع و اعلیٰ ہونا یہ سب الفاظ ایک ہی معنی پہ صادق آتے ہیں لہٰذا افضل مطلق کلی حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے ہے (الزلال الاتقیٰ صفحہ ۲۵

طبع بریلی شریف انڈیا)۔

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے تفضیلیوں کی طرف سے جو یہاں منطقی نکتۂ نظر سے شکل اول کے لحاظ سے اعتراض کے جوابات دیے ہیں، حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو سب سے افضل ثابت کرنے کے بعد امام احمد رضا قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سب سے بڑھ کر عارف باللہ اور سب سے بڑا ولی بھی ثابت کیا ہے۔

آپ نے دو آیات اور دو احادیث سے استدلال کیا۔ جب معرفت کا تعلق دل سے ہے اور تقویٰ کا محل بھی دل ہے جس قدر تقویٰ زیادہ ہوگا اس قدر معرفت الٰہی بھی زیادہ ہوگی۔

آیت نمبر ا:۔ اولئک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی

ترجمہ:۔ وہ جن کا دل اللہ نے پرہیز گاری کے لیے پرکھ لیا ہے (سورۃ الحجرات آیت نمبر ۳)۔

آیت نمبر ۲:۔ و من یعظم شعار اللہ فانہا من تقویٰ القلوب

ترجمہ:۔ اور جو اللہ کے نشانوں کی تعظیم کرے تو یہ دلوں کی پرہیز گاری ہے (سورۃ الحج آیت نمبر ۳۲)۔

حدیث نمبر ا:۔ قال صلی اللہ علیہ وسلم التقوی ھھنا یشیر الی صدرہ ﷺ

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے دل کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا تقوی یہاں ہے، تقویٰ یہاں ہے (مسلم کتاب البر والصلۃ باب تحریم ظلم المسلم حدیث نمبر ۲۵۶۴)۔

حدیث نمبر ۲:۔ قال رسول اللہ ﷺ لکل شیءٍ معدن و معدن التقویٰ قلوب العارفین

ترجمہ:۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہر شی کی ایک کان ہے اور تقویٰ کی کان عارفین کے دل ہیں (معجم کبیر للطبرانی جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۴ دار احیاء التراث العربی)۔

پھر اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: عن ھذا قلنا ان الصدیق لما کان اتقیٰ الامۃ باسرھا وجب ان یکون اعرفھا باللہ تعالی اسی وجہ سے ہم نے کہا بے شک جب

صدیق اکبر تمام امت سے زیادہ پرہیز گار ہوئے تو ضروری ہوا کہ سب سے زیادہ اللہ کو جاننے والے ہوئے (الزلال الانقی صفحہ ۱۵۱ طبع سنی دنیا بریلی شریف انڈیا)۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ ارشاد فرماتے ہیں: صفا را اصلی و فرعی است اصلش انقطاع دل است از اغیار و فرعش خلوت دل است از دنیا غدار و ایں ہر دو صفت صدیق اکبر است ابو بکر بن ابی قحافہ رضی اللہ عنہما از آنچہ امام اہل ایں طریقت او بود

صفا ایک اصل ہے اور ایک فرع ہے۔ اصل صفا اغیار سے دل کا انقطاع اور صفا کی فرع غدار دنیا سے دل کا خالی ہونا ہے۔ یہ دونوں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو حاصل تھیں اس لیے اس طریقت والوں کے امام آپ تھے (کشف المحجوب صفحہ ۳۲ طبع نوائے وقت پرنٹرز)۔

حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت سے پروفیسر صاحب نے اپنے خود ساختہ نظریے کی جو حمایت کا ارادہ کیا ہے وہ بھی بے مراد ہے کیونکہ پروفیسر صاحب کا اس تمام بحث سے مقصود حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کی حضرت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر فضیلت ثابت کرنا ہے جب کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ عنہ فرماتے ہیں: قد اجمع من یعتد بہ من الامۃ علی ان افضل الامۃ ابو بکر الصدیق ثم عمر رضی اللہ عنہما

امت کے قابل ذکر لوگوں کا اس بات پر اجماع ہے اس امت میں سے سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ ہیں (حجۃ اللہ البالغہ جلد ۲ صفحہ ۵۸۵)۔

بلکہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے مقدمہ سنیہ میں جو ارشاد فرمایا ہے لگتا ہے انہوں نے پہلے ہی سے پروفیسر صاحب کے نظریے کا رد لکھ دیا ہے، لکھتے ہیں:

فالصدیق رضی اللہ عنہ مع المناسبۃ التامۃ لم یکون محروما و لا یکون مستفیدا من کمالاتہ، کیف و قد روی انہ صلی اللہ علیہ و سلم قال ما صب اللہ شیأً فی صدری الا و

قد صببته فی صدر ابی بکر و کلما کانت المناسبة اکثر کانت فوائد لصحبة او فر و لهذا صار الصدیق رضی اللہ عنہ افضل الصحابة رضی اللہ عنهم و لم یدرک احد منهم در جته لانه کان اکثرهم مناسبة قال علیه الصلوة و السلام ما فضل ابو بکر بکثرة الصلوة و لا بکثرة الصوم و لکن بشیءٍ وقر فی قلبه

پس حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مکمل مناسبت ہونے کے باوجود کیسے محروم ہو سکتے ہیں یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے کمالات سے مستفید نہ ہوں حالانکہ روایت کیا گیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نے جو بھی میرے دینے میں ڈالا میں نے وہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے سینے میں ڈال دیا جس قدر کسی کو مناسبت رسول اللہ ﷺ سے زیادہ ہوگی اسی قدر فوائد صحبت بھی زیادہ ہونگے۔ چونکہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مناسبت تمام صحابہ سے بڑھ کر تھی۔ چنانچہ آپ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم سے افضل ہوئے اور کوئی بھی آپ کے درجے کو نہ پاسکا۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نماز روزے کی کثرت کی وجہ سے آگے نہیں نکلے بلکہ ایک شی (محبت و مناسبت) کی وجہ سے آگے نکلے ہیں، جو آپ کے دل میں پکی ہو چکی تھی (المقدمہ السنیۃ فی الانتصار للفرقۃ السنیہ صفحہ ۳۶)۔

اہل سنت کی روشن تاریخ میں خلفاء راشدین رضی اللہ عنہم میں سے ہر ایک ہی کو شریعت وطریقت سیاست وولایت اور ظاہر و باطن کے فضائل ومحاسن کے لحاظ سے کامل قرار دیا گیا ہے۔

چنانچہ مجددِ دین وملت حضرت امام احمد رضا خاں قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''اعتقادالاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والال والاصحاب'' میں فرماتے ہیں:

خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اوران چار ارکانِ قصرِ ملت وچار انہارِ باغِ

شریعت کے خصائص وفضائل کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجیے یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں، ان سے بڑھ کر کون ہوگا

ہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگرم　　　بہار دامن دل می کشد کہ اینجاست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو دیکھتا ہو تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے)

پھر اعلیٰ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ حضرت صدیق اکبر اور حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرات شیخین، صاحبین، صہرین، وزیرین، امیرین، مشیرین، ضجیعین، رفیقین، سیدنا ومولانا عبداللہ العتیق ابوبکر صدیق وحق م آب ابوحفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان والا سب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ وصلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہے بعد انبیاء ومرسلین و ملائکہ مقربین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک وتعالیٰ سے جو قرب ونزدیکی اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت وسربلندی پائی ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیب نہیں' اور منازل جنت اور مواہیب بے منت میں انہیں کے درجات سب پر عالی' فضائل وفواضل وحسنات طیبات میں انہیں کو تقدم وپیشی' ہمارے علماء وائمہ نے اس میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادتِ کونین وشرافتِ دارین حاصل کی ورنہ غیر متناہی کا شمار کس کے اختیار میں ہے۔ واللہ العظیم۔

اگر ہزاروں دفتر ان کی شرح فضائل میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

وعلی تفنن واصفیہ بحسنہ　　　یغنی الزمان وفیہ مالم یوصف

(اور اس کے حسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہو گیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جا سکتا)۔

مگر کثرتِ فضائل وشہرت فواضل چیزے دیگر اور افضلیت وکرامت امرے آخر،فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے قل ان الفضل بید اللہ یؤ تیه من یشاءُ۔" (فتاوی رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۶۴۔۳۶۵)۔

اعلیٰ حضرت امام اہلسنت رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ نے ایک سوال کے جواب میں واضح لکھا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سب اولیاء کرام تھے' پھر لکھا:

"صحابہ کرام میں سب سے افضل واکمل اعلیٰ واقراب الیٰ اللہ خلفاء اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے اوران کی افضلیتِ ولایت بترتیب خلافت۔یہ چاروں حضرات سب سے اعلیٰ درجے کے کامل ومکمل ہیں۔اوردارائے نیابتِ نبوت میں شیخین (حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہاور حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ) کا پایہ ارفع ہے اوردارائے تکمیل ہونے میں حضرت مولا علی شیر خدا مشکل کشا رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین 'واللہ اعلم۔" (فتاویٰ رضو یہ جلد ۲۹ صفحہ ۲۳۳۔۲۳۴)۔

پھرایک مقام پر تفصیلاً دلائل ذکر کرنے کے بعد اعلیٰ حضرت عظیم البرکت فرماتے ہیں:

"جب ثابت ہوگیا کہ قربِ الٰہی میں شیخین کومزیت وتفوق ہے تو ولایت بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی۔" (فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۷۴)۔

"حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ولایت میں بھی افضلیت سے حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فاتح سلاسل طریقت ہونے میں کوئی فرق نہیں آتا۔چونکہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فاتح سلاسل طریقت ہونا اسکا تعلق عالم ناسوت سے ہے اس سے آپکی ولایت میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضلیت لازم نہیں آتی۔جیسا کی حضرت علی رضی اللہ عنہ کے خلفاء میں سے حضرت امام حسین اور حضرت حسن بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے سلسلہ جاری ہوا، حالانکہ حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کی ولایت اور آپ کو جواللہ تعالیٰ کا قرب میسر آیا وہ حضرت خواجہ حسن بصری علیہ الرحمہ سے بالیقین اتم اور اعلیٰ ہے ایسے ہی ظاہر احادیث سے حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ پر بھی فضیلت

ثابت ہے۔"(ماخوذ از فتاویٰ رضویہ جلد ۲۹ صفحہ ۳۷۴۔۳۷۵)۔

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ اپنی مستقل تصنیف "دلیل الیقین من کلمات العارفین" میں صرف اولیاء کرام کے اقوال درج کر کے یہ واضح کیا کہ تمام صوفیا و اولیاء کے نزدیک حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو افضلیتِ مطلقہ حاصل ہے۔

آج کچھ لوگوں کا رافضیت کی طرف جھکاؤ بلکہ قلبی لگاؤ اور ذہنی جماؤ اب ڈھکی چھپی بات نہیں رہی، یہ لوگ بھولے بھالے سنیوں کو جنہیں رافضی کفریات کی وجہ سے رافضی مجالس اور انکی بارگاہوں سے نفرت تھی رافضی ماحول میں لے جانے کے لیے پل کا کردار ادا کر رہے ہیں۔

یہ لوگ برملا رافضی نظریات سنی اجتماعات بیان کر رہے ہیں۔اور خارجیت کا ڈراوا دے کر لوگوں کو رافضیت کی بھینٹ چڑھا رہے ہیں، حالانکہ یہ لوگ دوسری طرف خارجیت کو بھی جسدِ اسلام کا ایک عضو قرار دے کر پھلتا پھولتا دیکھنا چاہتے ہیں۔

جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رافضیت اور خارجیت ایک ہی کھوٹے سکے کے دو ذخ ہیں۔یہ لوگ عوامی اجتماعات میں رافضیوں کی دلجوئی کیلئے اور اہلِ سنت کو شرمسار کرنے کی لیے مخصوص طریقے سے اہلِ سنت پر رافضیت کا تفوق ظاہر کرتے ہیں۔

یہ لوگ ٹوکنے پر یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ ہم ان مجالس میں تبلیغ کی خاطر اور حق بیانی کیلئے جاتے ہیں۔جبکہ یہ بات سراسر غلط ہے۔کون احمق ہے جو کسی کو خود دعوت دے کہ آ میرے مجمع میں آ کر میرے لوگوں کو میرے مسلک سے اغواء کر کے لے جا۔ایسا ہرگز نہیں بلکہ صورتِ حال یہ ہے کہ ایسے خطیبوں سے رافضیوں کی مکمل انڈرسٹینڈنگ ہے کہ تم ہلکا پھلکا صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کا ذکر بھی کرو تا کہ تم اپنی قوم کے پاس جا کر سچے بن جاؤ۔

رافضیوں کو صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اس قدر ذکر سے نقصان نہیں ہے کیونکہ اسکے عوض میں وہ خطیب عوامِ اہل سنت کے لیے رافضیت قابلِ قبول بنا کر پیش کر رہا ہے، اس قرآنی ایمانی اختلاف کو چند متشدد لوگوں کی سوچ قرار دیتے ہوئے اختلافات بھلانے کا اعلان

کررہا ہے اس طرح وہ خطیب اپنی مسجد میں جا کر سچا بھی ہو جائے گا اپنی فیس بھی کھری کرے گا اور بہت سے سنیوں کو اپنی چمک کے عوض رافضیوں کے پاس ہمیشہ کیلئے گروی بھی رکھ دے گا۔

رزلٹ سے واضح ہے کہ یہ طریقہ کار سنی کاز کے لیے کتنا نقصان دہ ہے۔ ان کے اس طرزِ عمل سے ایک بھی رافضی سنی نہیں بنا لیکن اس وبا سے اہل سنت کے سرسبز و شاداب گلشن سے کئی پتے پیلے ہوتے جا رہے ہیں جن کے جھڑ کے گر جانے کا خطرہ ہے۔

ہم رافضیت یا خارجیت سے جنگ نہیں چاہتے، ہم معاشرے میں امن و آشتی اور اخوت و محبت کے پیامی ہیں ہم اتفاق اتحاد کے داعی ہیں لیکن پہرے دار اور چور کا اتحاد امانت میں خیانت کے زمرے میں آتا ہے۔ ہم فرقہ واریت کو زہر قاتل سمجھتے ہیں مگر مالی کا اپنے باغ پر حملہ آور کوّوں کے غول پر بے ساختہ چلانا فرقہ واریت نہیں بلکہ احساسِ ذمہ داری اور فرض منصبی کی ادائیگی ہے۔

پیر طریقت استاذ العلماء حضرت علامہ پیر غلام رسول قاسمی صاحب نے کتاب ''ضربِ حیدری'' لکھ کر اہل سنت پر بڑا احسان کیا ہے۔ اس سے انشاء اللہ اہل سنت کافی حد تک رافضیت کے جراثیم سے [illegible]ط رہیں گے۔ یہ کتاب ہر لحاظ سے قابلِ تحسین ہے بندہ نے متعدد مقامات سے یہ کتاب ''ضربِ حیدری'' دیکھی ہے۔ یہ کتاب ایک تحقیقی کتاب ہونے کے ساتھ ساتھ اس بات کا بیّن ثبوت ہے کہ ابھی اہل سنت و جماعت میں وہ علماء موجود ہیں جو فکری، تحقیقی اور علمی میدان میں کسی ہوس پرست کو من مانی نہیں کرنے دیں گے۔

محمد اشرف آصف جلالی

☆......☆

تقریظ

حضرت پیر طریقت صوفی نور محمد صاحب اسلمی مدظلہ العالی

(انگلینڈ)

محترم المقام حضرت علامہ مولانا مفتی غلام رسول قاسمی صاحب کی کتاب ضربِ حیدری کا میں نے مطالعہ کیا۔ وقت کی ضرورت اور بہت اہم کتاب ہے۔

دلائل کے اعتبار سے بڑی قوی اور الفاظِ کتاب آسان و عام فہم ہیں۔ کتاب میں اہلِ سنت و جماعت حنفی بریلوی کا عقیدہ واضح طور پر بیان کر دیا گیا ہے۔

اس کتاب کی اشاعت عام ہونی چاہیے تا کہ ہر مسلمان اپنے عقیدہ کی پہچان کر سکے اور نئے فتنوں سے محفوظ رہے۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مفتی غلام رسول قاسمی صاحب کی عمر و صحت اور قلم میں مزید برکتیں عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

صوفی نور محمد

انگلینڈ

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ محمد اظہر محمود اظہری مدظلہ العالی

صدر مدرس جامعہ حنفیہ عربیہ مفتاح العلوم تربیلا روڈ بن گئی حضرو ضلع اٹک

نحمدہ علیٰ توفیقه و الصلوٰة و السلام علی حبیبه محمد و آله و اصحابه اجمعین اما بعد فاعوذ باالله من الشیطان الرجیم بسم الله الرحمن الرحیم لا تحسبن الذین یفرحون بما اتوا و یحبون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبنھم بمفازة من العذاب الآیة (آلِ عمران:۱۸۸)۔

زیرِ نظر رسالہ ''ضربِ حیدری'' کو اکثر مقامات سے پڑھا۔علماء اعلام کی تقاریظ کا بغور مطالعہ کیا۔نفس مسئلہ سے آ گاہی پائی۔ میں سمجھتا ہوں یہ تصنیف لطیف اس فن میں پہلی تحریر ہے، جس پر شیخ الاسلام پیر طریقت غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی نے قلم اٹھایا۔ میرے خیال میں اس موضوع پر بہت کچھ لکھا جانا چاہیے تھا۔ چلو تاخیر میں بھی خیر ہے۔لیکن مزید تاخیر اہل السنت وجماعت کے اجماع اور اتفاقی عقائد کے لیے بڑے نقصان کا باعث ہوگی۔ کیونکہ رافضیت و خارجیت بڑی تیزی سے مہلک جراثیم کی طرح سنی عقائد پر حملہ آور ہیں۔بعض اہل سنت کہلانے والے علماء و مشائخ اور پروفیسر دانستہ یا نادانستہ رافضیت و خارجیت کے ملغوبہ کو اہلِ سنت کا نام دینے کی سعی نامشکور کر رہے ہیں۔اپنے وجدان و ذوق اور حب آوارہ کو اہل سنت کی اجتماعی سوچ قرار دے کر عوام میں پذیرائی حاصل کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے یقیناً ہر انسان کے مزاج اور فطرت میں انس ومحبت کا مادہ ودیعت فرمایا

ہے اسی فطری محبت کے ہاتھوں انسان اپنی پسند سے محبوب کا انتخاب کرتا ہے۔ محبو کے لیے جان مال، ماں باپ، اولاد خاندان حتیٰ کہ ہر شے قربان کر دیتا ہے۔ گو کہ انسان کو محبت کرنے میں خود مختار کیا، مگر یہ ضرور بتایا کہ کامیاب محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ اور اسی کی خاطر مخلوق کے ساتھ ہے۔ اللہ تعالیٰ کی نسبت چھوڑ کر کسی سے اپنی ذاتی پسند پر محبت کرنے کو مسترد کیا گیا ہے۔ جیسے فرمایا: و من الناس من یتخذ من دون اللہ اندادا یحبونھم کحب اللہ و الذین آمنوا اشد حبا اللہ (سورۃ بقرہ: ۱۶۵)۔ اور بعض لوگ اللہ تعالیٰ کی نسبت چھوڑ کر اپنی پسند سے محبوب بنا کر ان سے ایسی محبت کرتے ہیں جیسے اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے کا حق ہے (یہ لوگ اس وجہ سے کافر ہو گئے) اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے ٹوٹ کر محبت کرتے ہیں۔ (یعنی اگر کسی دوسرے چیز سے محبت کرتے ہیں تو اس میں بھی اللہ تعالیٰ کی نسبت دیکھ کر محبت کرتے ہیں) اسی مضمون کو حضورِ اکرم ﷺ نے یوں بیان فرمایا: و عن انس رضی اللہ عنہ عن النبی ﷺ قال ثلاث من کن فیه و جد بھن حلاوۃ الایمان ان یکون اللہ و رسوله احب الیه مما سواھما و ان یحب المرء لایحبه الا اللہ الحدیث متفق علیه

حضرت انس نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ تین چیزیں جس شخص میں موجود ہوں گی وہ ان کے ذریعے ایمان کی مٹھاس پائے گا۔ ایک یہ کہ ساری مخلوق سے زیادہ اللہ ورسول اسے محبوب ہوں۔ دوم یہ کہ کسی شخص سے محبت صرف اللہ تعالیٰ کے واسطہ سے کرے۔ سوم یہ کہ کفر میں لوٹنا آگ میں ڈالے جانے سے زیادہ ناپسند کرے۔

آیت وحدیث کی صراحت سے معلوم ہوا کہ اصل محبت اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ باقی اس کی محبت کے ذرائع ہیں۔ یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت ان ذریعوں سے حاصل ہوتی ہے۔ جیسے اسی مضمون کی وضاحت فرمائی۔ قل ان کنتم تحبون اللہ فاتبعونی یحببکم اللہ الآیۃ یعنی فرمادو اے حبیب ﷺ اگر تم اللہ تعالی سے محبت کرنا چاہے تو میری اتباع کو ذریعہ بنالو۔ اللہ تعالی خود تم سے محبت کرنے لگے گا (آلِ عمران: ۳۱)۔

حضرات صحابہ کرام نے آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کو کامل ذریعہ بنایا مال و دولت، وطن دیس، خاندان اولاد حتی کہ ہر شے حضور ﷺ پر قربان کردی ہر صحابی نے اپنی بساط و وسعت سے بڑھ کر قربانی پیش کی۔ حتی کہ بفحوائے آیت مبارکہ اللہ تعالیٰ کے محبوب قرار پائے۔

تمام صحابہ کرام محبوبیت کے درجہ میں برابر ہیں۔ رہ گئی فضیلت تو یہ ہمارے وجدان، ذوق اور حسن عقیدت پر موقوف نہیں کہ جسے ہم فضیلت والا جانیں وہ فضیلت والا اور جسے ناپسند کریں وہ فضیلت سے خالی۔۔ اسی بات کو امام غزالی علیہ الرحمہ نے واضح فرمایا۔

حقیقة الفضیلة ما ھو عنداللہ و ذالک مما لا یطلع علیه الا رسول اللہ الخ

یعنی فضیلت کی حقیقت کا علم اللہ تعالی کے پاس ہے اس پر رسول کے علاوہ کوئی (اپنے طور پر) مطلع نہیں ہوسکتا اور رسول پاک نے ان کی فضیلت بیان فرمادی ہے بہت ساری احادیث ان کی ثناء میں وارد ہوچکی ہیں (شرح القاصد جلد ۲ صفحہ ۳۰۲)۔

عنداللہ ان کا جو مقام محبوبیت تھا اس مقام محبوبیت کو ہر ایک کے لیے الگ الگ حضور ﷺ نے بیان فرما دیا۔ اب کسی کو اپنی عقیدت کی بناء پر ان میں بیل بوٹیاں ڈالنے کی اجازت نہیں۔ ان سے محبت کرنے کی اجازت ہے۔ لیکن اپنی اپنی خوش عقیدگی سے محبت میں غلو کرنے کی اجازت نہیں۔ جیسے نصاریٰ سے فرمایا: یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم غیر الحق و لا تتبعوا اھواء قوم قد ضلوا من قبل و اضلوا کثیر او ضلوا عن سواء السبیل یعنی اے اہل کتاب اپنے دین میں ناجائز غلو نہ کرو۔ اور جو قوم گمراہ ہو چکی (من پسند محبت کی بنا پر) ان کی آوارہ محبتوں کی تابعداری نہ کرو۔ انہوں نے (اپنی من پسند محبت سے) بہت سارے لوگوں کو گمراہ کر دیا اور خود بھی میانہ روی سے ہٹ گئے (المائدۃ:۷۷)۔

نصاریٰ نے کیا غلو کیا تھا۔ یہی کہ اپنی عقل نارسے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنے اصلی مقام سے ہٹا کر ابن اللہ اور عین اللہ قرار دیا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو عیسیٰ علیہ السلام کا اصلی مقام بیان فرمایا کہ: انما المسیح عیسیٰ ابن مریم رسول اللہ و کلمته القاھا الیٰ مریم و روح

منہ (النسائ:۱۷۱)۔ چونکہ نصاریٰ نے عیسیٰ علیہ السلام کو اپنی خوش عقیدگی، وجدانی ذوق اور محبت کے جوش میں مقامِ عبدیت و رسالت سے بلند کر کے پیش کیا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے دین میں غلو و تجاوز قرار دیا۔ اگر چہ ان آیات کا مورد خاص ہے لیکن حکم عام ہے ہم بھی اس بات کے مکلف بنا دیے گئے کہ مبالغ آمیزی محض جوشِ محبت میں تمہارے لیے بھی منع ہے۔ اپنے آپ کو سنبھال کر پیمانہِ محبت شرع کے تابع رکھو۔ جس کا جو مقام اللہ و رسول نے بیان کر دیا ہے اسی کے پابند رہو۔ ورنہ یہود و نصاریٰ کی غلو کی راہ اختیار کر کے خود بھی گمراہ ہو جاؤ گے اور اللہ تعالیٰ کے بندوں کو گمراہ کرنے کا گناہ بھی سر لے لو گے۔

اب ان آیات و احادیث کے مضامین کو سامنے رکھ کر ہم اپنے اپنے عقیدہ کو پیمانہِ شرعی پر تولیں اور اہل سنت و جماعت کے اجماعی و اتفاقی عقائد سے موازنہ کریں۔ کہیں غلو کا شعار تو نہیں ہو گئے راہِ اعتدال اور میانہ روی جو مطلوب و محبوب شرعی ہے اس سے ہٹ تو نہیں گئے۔ پیمانہ شرعی یہ ہے کہ چاروں خلفاء بتدریج و بترتیب مسندِ خلافت پر منشاء الٰہی و منشاء رسول اللہ ﷺ بیٹھے۔ سند العاشقین برہان الواصلین حضرت سید پیر مہر علی شاہ الگیلانی قدس سرہ العزیز اپنے ایک مکتوب میں رقمطراز ہیں۔

"خلافت و ترتیب کذائی منصوصی امر ہے۔ مگر پہلے بوجہ عدم انکشاف یہ امر کسی قدر محل نزع و تخالف رہ کر بعد ازاں وقتاً فوقتاً ظاہر ہوتا رہا اور یقیناً واضح ہو گیا کہ آیت وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات الآیۃ سے مراد یہی خلفاء اربع ہیں بلکہ اس حد تک کہ آنحضرت ﷺ کو بوجہ کشف نبوت وعدہ استخلاف اس امر میں ایسا اطمینان تھا کہ مرض وفات کے آخری ایام میں خیال شریف میں آیا اور فرمایا کہ لاؤ کاغذ میرے پاس کہ میں لکھ دوں تا کہ میرے بعد گمراہ نہ ہو جاؤ مگر وعدہ الٰہی کے بھروسہ پر لیستخلفنھم اور لیمکننھم اور لیبدلنھم اور نیز لیظھرہ علی الدین کلہ کا فرمانے والا اصدق الصادقین ہے ضرور ہی اس وعدہ کو جنکے ہاتھ پر پورا کرنا ہے پورا فرما دے گا (مکتوباتِ طیبہ معرف بہ چشتیہ صفحہ ۱۵۶)۔

جب ترتیبِ خلافت جو منصوص امر ہے ان چار خلفاء کے حق میں ثابت ہو گئی تو بالترتیب خلافت ملنے کی علت بھی افضلیت ہی ٹھہری۔ یہ بات بھی مسلم ہے کہ ہر خلیفہ کے لیے چند انفرادی خصوصیات ہیں۔ جن خصوصیات سے وہ امتیازی شان کے مالک ہیں۔ اگر ایک میں ایسی شانِ امتیاز تھی جو دوسرے میں نہیں تو یہ عیب یا نقصان فضیلت کا نہیں کہ ایک شان والے کو دوسرے پر بڑھاوا دے دیا جائے اور کہنا شروع کر دیا جائے کہ یہ رتبہ میں اس سے بلند ہو گیا۔ اس کی مثال حدیث پاک میں موجود ہے۔ سنن ابو داؤد میں ہے کہ حضرت خذیمہ صحابہ شہادت میں خصوصی امتیاز رکھتے ہیں۔ حضور ﷺ نے ان کے متعلق فرمایا ہے کہ جسکے لیے خزیمہ اکیلا شہادت دے تو اس ایک کی گواہی کافی ہے۔ یہ نہ کہا جائے کہ عالم حکم دو گواہوں کا ہے اس ایک کی گواہی قائم مقام دو کیوں؟ یا یوں کہا جائے کہ جب اس ادنیٰ درجہ والے صحابی کی یہ فضیلت ہے تو خلفاء راشدین کے لیے بطریق اولیٰ ثابت ہو گی۔ ایسا کہنا مخالفتِ رسول ہے کیونکہ یہ خصلت صرف حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ سے شارع علیہ السلام نے خاص فرمائی۔ اگر یہ فضیلت قیاس سے خلفاء راشدین کے لیے ثابت کریں گے تو پھر یہ حضرت خزیمہ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کرامت تعظیم نہ رہے گی۔ خصوصیت کا مطلب ہی تفرد ہے۔ حسامی باب القیاس میں اور اس کی شرح نامی میں اس طرح موجود ہے۔

اب کوئی شخص مولائے کائنات حضرت علی رضی اللہ عنہ میں خصوصیات کی کثرت دیکھ کر خلفاء ثلاثہ میں کمی محسوس کرے اور حضرت علی پاک کو بڑھاوا دینا شروع کر دے اور ترتیبِ خلافت میں اپنے زعم سے ردو بدل شروع کر دے تو یہ تجاوز اور غلو فی امور الشرع بلکہ تصرف فی النصوص کا ارتکاب ہو گا قرآن وحدیث کے خلاف اور اجماع کے خلاف بہت بڑی جرأت ہو گی۔ جو مفضی الی الکفر ہو سکتی ہے۔ العیاذ باللہ.......... منجملہ ان ہی تجاوزات سے ایک یہ بھی ہے کہ کچھ لوگ خلفاء ثلاثہ کے بعد امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت ثابت کرتے ہیں اور کچھ خلفاء اربعہ کے ساتھ ہی خلافت امیر معاویہ اور سیاست امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بہت زور لگاتے ہیں۔ یہ بھی غلو اور خلافتِ منصوص کو خلط ملط کرنے کے مترادف ہے۔ ہر ایک کو اپنے اپنے مقام محل پر رکھنا راہِ اعتدال ہے۔

بعض خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت کا انکار اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کے لیے سب کچھ ثابت کہتے ہیں یہ بھی غلو وتجاوز شرع میں ہے۔ بعض خلفاءِ ثلاثہ کی خلافت کو تسلیم کرنے کے بعد ان کے لیے جزوی فضیلت کے قائل مگر مولا علی رضی اللہ عنہ کے لیے خلافت وامامت کو اس رنگ میں پیش کرتے ہیں کہ خلیفہ اول دوم سوم وادی عدم کا اجالا معلوم ہوتے ہیں۔ بعض ہر وقت علی علی دم علی علی کا ورد و وظیفہ پڑھتے ہیں۔ اسی کو عبادت وریاضت بلکہ عبادت کا مغز قرار دیتے ہیں۔ اسی طور پر کبھی کبھی خلفاءِ ثلاثہ کا نام لے لیتے ہیں تا کہ انکار محسوس نہ ہو۔ یہ بھی غلو فی الدین اور اہل السنۃ و جماعت کے کیس کو کمزور بنانا ہے۔ بعض حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خدمات، سیاست اور فتوحات سے متاثر ہو کر ان کے بیٹے یزید کی پاکی، طہارت اور مظلومیت ثابت کرتے ہیں اور اسے جنت دلوانے کے لیے قرآن وسنت سے ڈھونڈ ڈھونڈ کر دلائل پیش کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ ذرا دیکھو تو سہی کہ کتنے عظیم باپ صحابی کاتب وحی کا بیٹا ہے۔ لہٰذا اس سے کوئی قصور ونہیں ہوسکتا یہ بالکل پاکدامن ہے۔ صرف رافضیوں کا پروپیگنڈا ہے یہ بھی غلو فی الدین اور تجاوزِ حد ہے۔ کیونکہ یزید اگر صحابی کا بیٹا ہونے کی وجہ سے بے قصور ہے تو پھر کنعان بن حضرت نوح علیہ السلام کا بیٹا تھا۔ وہ بھی ضرور جنتی ہوگا۔ حالانکہ قرآن پاک نے اسے قطعی کافر اور جہنمی قرار دیا ہے۔ البتہ زوالِ ایمان میں اختلاف کے سبب بعض ائمہ نے احتیاط کی راہ لی ہے۔ یہ بات تمام فرقوں کے نزدیک مسلم ہے کہ جنت میں جانے کے لیے سب سے پہلی شرط ایمان ہے۔ ایک آدمی ساری زندگی نیک اعمال کرے اور ایمان نہ ہو تو کچھ فائدہ نہیں جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ومن یعمل من الصالحات وھو مومن فلا کفران لسعیه وانا له کاتبون یعنی جو شخص نیک اعمال کرے اس حال میں کہ وہ مومن ہو تو اس کی نیکی میں سعی ضائع نہ کریں گے اور ہم اس کی ہر نیکی لکھوا رہے ہیں۔

مطلب یہ ہے کہ بعض لوگوں نے حضرت ابو طالب کے ایمان پر کتابیں اور بعض شاعروں نے منقبتیں لکھنا شروع کر دیں۔ بعض نے باقاعدہ اس کو دینی مشن بنا کر تبلیغ شروع کر

دی۔ میرے خیال میں یہ بھی غلواور دین میں تجاوز ہے۔ دلیل یہ دینا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے والد تھے۔اور حضور ﷺ کے بہت زیادہ خدمت گار تھے۔ان کے بعض شعروں کو بھی دلیلِ ایمان بنایا جاتا ہے۔ میں کہتا ہوں اللہ تعالیٰ کرے کہ ایسا ہی ہو جیسا تم کہہ رہے ہو لیکن یہ سب قیاسات و ظنیات ہیں۔ دوسری طرف قطعیات ہیں۔ آیت انک لا تھدی من احببت ولکن اللہ یھدی من یشاء وھو اعلم بالمھتدین۔ آیت کا شانِ نزول امام مسلم وغیرہ نے حضرت ابی ہریرہ سے تخریج کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے (مرضِ وفات) اپنے چچا ابو طالب سے فرمایا پڑھ لولا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) میں خود قیامت کے دن تیرے لیے گواہی دوں گا۔تو ابو طالب نے کہا کہ قریش کی عورتوں سے اگر عار لگانے کا ڈر نہ ہوتا کہ وہ بین کرتے کہیں گی کہ موت سے ڈر کر پڑھا تو میں تیری آنکھوں کو کلمہ پڑھ کے ٹھنڈا کر دیتا۔تو یہ آیت اتری۔امام مسلم وامام بخاری، امام نسائی ابنِ منذر ابن جریر ابنِ ابی حاتم، ابوالشیخ، ابنِ مردویہ اور امام بیہقی نے حضرت سعید بن المسیب کے والد کے واسطہ سے حدیث تخریج کی۔انہوں نے کہا کہ میں ابو طالب کی وفات کے وقت حاضر تھا کہ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے۔اور ابو طالب کے پاس ابو جہل، عبداللہ بن ابی نافق اور امیہ بن الم[illegible]یرہ کو پایا۔حضور نے فرمایا: چچا پڑھ لولا الہ الا اللہ (محمد رسول اللہ) کل میں اللہ تعالیٰ کے پاس تیرے لیے حجت بن جاؤں گا۔ابو جہل، عبداللہ بن ابی، امیہ نے کہا کہ کیا تو عبدا ✹ کے مذہب کو چھوڑتا ہے۔پس لگاتار حضور ﷺ کلمہ پیش فرماتے رہے اور وہ اس کے سامنے اپنی بات دھراتے رہے۔ یہاں تک کہ آخری کلمہ ان کا تھا ''علیٰ ملۃ عبد المطلب'' وابی ان یقول لا الہ الا اللہ قال رسول اللہ ﷺ لاستغفرن لک مالم انھی عنک فانزل اللہ ماکان للنبی والذین آمنوا ان یستغفروا للمشرکین الآیۃ فانزل فی ابی طالب انک لاتھدی من احببت الآیۃ۔

میں مذہبِ عبدا ✹ پر مرتا ہوں۔اور لا الہ الا اللہ پڑھنے سے انکار کر دیا تو حضور ﷺ نے فرمایا: میں تیرے لیے بخشش کی دعا مانگتا رہوں گا تاوقتیکہ تجھ سے منع کر دیا جاؤں پس یہ آیت

نازل ہوئی۔ کسی نبی کی یہ شان نہیں اور نہ ہی ایمان والوں کو چاہیے کہ کسی مشرک کے لیے بخشش کی دعا مانگیں۔ اگر رشتہ دار ہوں۔ اور ابو طالب کے حق میں آیت نازل ہوئی کہ آپ جس کو محبوب رکھ کر ہدایت دیں ایسا نہیں کر سکتے صرف جس کو چاہے گا اللہ تعالیٰ ہدایت دے گا وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جاننے والا ہے۔

حضرات گرامی یہ وہ قطعیات ہیں جن کو محض قیاسیات سے یا خوش عقیدگی سے رد کرنا غلو فی الدین اور حد سے تجاوز ہے۔ چونکہ یہ مسائل ائمہ دین، مجتہدین، متکلمین، علماء محدثین و مفسرین اور فقہاء امت نے حل کر دیے ہیں۔ اب ان کے متعلق اپنے اجتہادات کا دخل احداث فی الدین بلکہ تغیر فی الدین ہوگا۔

اللہ تعالیٰ جزائے خیر دے شیخ الحدیث مفتی غلام رسول قاسمی شرف اللہ وجہہ وکثر شرافتہ کو کہ انہوں نے ایسے آوارہ جوش کو روک لگانے کی کوشش کی ہے۔

آخر میں حضور سید مہر علی شاہ گیلانی نور اللہ مرقدہ النورانی کے مکتوبات کا ایک اور حوالہ پیش کر کے گزارشات ختم کرتا ہوں۔ تنبیہ ضروری:

قال اللہ تعالیٰ یا اھل الکتاب لا تغلوا فی دینکم الآیۃ۔

اللہ تعالیٰ کو اعتدال اور میانہ روی ہر کام میں پسند ہے اور یہی ہے صراطِ مستقیم جسکی درخواست کے لیے ہم مامور ہیں۔ اور غلو و تجاوز، گو دین میں ہی ہو موجب ضلالت و گمراہی و غضبِ الٰہی ہے۔ بسا امور ایسے ہیں کہ فی حد ذاتہ صحیح بلکہ منجملہ اسباب کمال ایمان کہلانے کے مستحق ہوتے ہیں۔ بوجہ غلو و حد سے بڑھ جانے کے بد طینت اور فاسد الرائے انسان انہیں امورِ صحیحہ سے نتائج فاسدہ استنباط کر لیتا ہے۔ مثلاً حب اہل بیت، شہادت قرآن و حدیث و قرار داد اہل اللہ کمال ایمان کا موجب بلکہ بلحاظ اصول عین ایمان سمجھا گیا ہے۔ اس اصلِ صحیح میں غلو کرنے والے دو فرقہ ہو گئے۔ ایک فریق نے بغض و سبت صحابہ کا رستہ لے لیا۔ اس وجہ سے کہ انہوں نے آنحضرت ﷺ کے بعد اہلِ بیت کا منصب و حق غصب کر لیا ہے۔ دوسرا فریق معاذ اللہ خدا تعالیٰ اور رسول

اور جبریل تک کا گستاخ ہو گیا۔ بدین خیال کہ رتبہ اہلِ بیت اور تقدم علی الصحابہ (صحابہ کرام پر فوقیت) پر نص صریح کیوں وارد نہ ہوئی۔ یہ سب نتائج فاسدہ اصل صحیح حب اہل بیت سے تجاوز کے ہیں۔ اعلیٰ حضرت گولڑوی علیہ الرحمہ نے بڑی نفیس بات کہی ہے کہ حب اہل بیت، حبِ صحابہ کرام، حبِ اولیاء کرام، حب رسول ﷺ اصل صحیح بلکہ اصل ایمان ہیں۔ جیسے نعرۂ حیدری اصلاً صحیح اور حب علی رضی اللہ عنہ کی علامت ہے لیکن بعض نتائج غلط لے کر یا علی کہنے کو شرک، یارسول اللہ کہنے کو شرک کا فتویٰ نکال لیتے ہیں۔ اور بعض یا علی اور یا رسول نہ کہنے والے کو کافر بنا دیتے ہیں۔ یہ سب اصل صحیح کے غلط نتائج ہیں۔ بعض یا علی یا علی کرنے کو محبت اور حق چار یار کہنے کو برا جانتے ہیں۔ بعض نعرۂ تکبیر پر ڈھیلہ ڈھالہ اللہ اکبر کہہ دیں گے۔ نعرۂ رسالت پر بھی جوش نہ آئے گا ار نعرۂ حیدری پر اتنا جوش دکھائیں گے جیسے کافر کے مقابلہ میں کھڑے ہیں۔ ایسی قسم کی تمام حرکتوں کو مسلک بریلوی اور مذہب اہلِ سنت سے جوڑ دیا گیا ہے۔ قوالی کی دھن پر تھر کنے کو بھی اہلِ سنت کا شعار بنا دیا گیا ہے۔ داڑھی منڈانے اور مونچھیں بڑھانے کو چشتی قلندری کا نام دے دیا گیا ہے۔ علماء دین وعلمِ دین کی مخالفت کو تصوف کہہ دیا گیا ہے۔ نماز روزے کے ترک کو ملنگی کا نام دے دیا گیا ہے حتیٰ کہ شریعت وطریقت کو عجیب عجیب رنگ میں ڈھالنے والے کو کامل پیر اور لدنی عالم بنا دیا گیا ہے العیاذ باللہ۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

پھر دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ پیرِ طریقت غلام رسول قاسمی صاحب کو مزید جرأت کے ساتھ مسلکِ حقہ و مذہبِ مرضیہ اہل السنۃ و جماعۃ کی خدمت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین بجاہ النبی الکریم الامین

خادم العلماء والطلباء محمد اظہر محمود اظہری عفی عنہ

صدر مدرس جامعہ حنفیہ عربیہ مفتاح العلوم

تربیلہ روڈ بن گئی حضرو ضلع اٹک

۲۳ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ 17 جون 2009ء

☆......☆

تقریظ

حضرت علامہ ملک اللہ دتہ اعوان صاحب مدظلہ العالی

خطیب مرکزی جامع مسجد پی او ایف حویلیاں کینٹ

الحمد للہ رب العالمین و الصلوٰۃ و السلام علیٰ سید المرسلین شفیع المذنبین المبعوث رحمۃ للعالمین و علیٰ آلہ الطاہرین المطہرین و اصحابہ الہادیین المہدیین اجمعین و علماء امتہ الراشدین المرشدین۔

عصرِ حاضر سے ملک الموت تیرا جس نے
روح کی قبض تیری دے کے تجھے فکرِ معاش

مادیت گزیدہ عصرِ حاضر میں فکرِ معاش اور جذبہ تکاثر نے حق و باطل اور ایمان و عقیدہ کے نور کو گہنا اور سب سے کرب ناک المیہ مذہب حق اہل سنت و جماعت کے تبلیغی اور مذہبی پلیٹ فارم پر فکرِ معاش کے ہاتھوں مردہ قلوب کے حامل افراد کا تسلط ہے۔

خارجی اور رافضی سوچ چونکہ جذبہ تکاثر کے لیے مہمیز کا درجہ رکھتی ہے۔ بایں وجہ سوادِ اعظم کا سٹیج اس کے پنجہ میں آسانی سے گرفتار ہو رہا ہے۔ اور سچی بات ہے کہ اب سنی اور شیعہ سٹیج میں امتیاز بڑا مشکل ہو گیا ہے۔ حتیٰ کہ اہل سنت کے ملکی شہرت کے خطیب نعرہ تحقیق کا رد کرتے سنائی دیتے ہیں۔ ذکر صحابہ صرف متروک ہی نہیں بلکہ اب جاہل عوام کیلیے ذکرِ صحابہ کا سننا کانوں کیلیے بوجھل محسوس ہوتا ہے۔

اور حادثہ بالائے حادثہ یہ کہ اصلاح احوال کے لیے بالکل سکوت ہے۔ حضرت علامہ پیر غلام رسول قاسمی صاحب کی تصنیف لطیف سکوت کے ان دبیز پردوں کو تار تار کرنے کے لیے واقعی ضربِ حیدری ہے۔ مسئلہ افضلیت پر یہ کتاب اہل سنت سوادِ اعظم کی آواز ہے۔ اس پر دنیائے علم کے مقتدر اور معتمد اعاظم کی تقاریظ کتاب کی تصویب پر دلیل ناطق ہیں۔

میری دعا ہے کہ اللہ رب العزت اس کتاب کے صدقہ اہل سنت کے تبلیغی سٹیج کی روح مردہ کو حیاتِ نو نصیب فرمائے۔

آمین بجاہ رسولہ الکریم علیہ و علیٰ آلہ و اصحابہ اجمعین

ملک اللہ دتہ اعوان

خطیب مرکزی جامع مسجد پی او ایف حویلیاں کینٹ

تقریظ

حضرت علامہ حافظ محمد عمر فاروق صاحب سعیدی مدظلہ العالی

ناظمِ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ حنفیہ عثمان آباد مہڑھ مانسہرہ

صوبائی ناظم تنظیم المدارس اہل سنت سرحد

چیف آرگنائزر جماعت اہل سنت سرحد

نحمد اللہ علیٰ توفیقہ و الصلوٰۃ و السلام علیٰ حبیبہ محمد

و آلہ و اصحابہ اجمعین اما بعد!

فقیر نے کتاب مستطاب ''ضربِ حیدری'' دیکھی تو بہت ہی زیادہ خوشی ہوئی اور بے ساختہ حضرت پیرِ طریقت قاطع رافضیت و نجدیت شیخ الحدیث والتفسیر پیر سائیں غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی کی درازی عمر کے لیے دعا نکلی۔ اللہ تعالیٰ ایسے صالح اور صحیح العقیدہ بزرگوں کو سلامت رکھے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج کے اس پرفتن دور میں جہاں دیگر بہت سے فتنے پیسے اور دولت کے بل بوتے پر اپنے غلط نظریات کا پرچار کر رہے ہیں وہاں روافض کا یہ فرقہ تفضیلیہ بھی اپنے کام میں مگن ہے۔ ایسے میں مسلکِ حقہ اہل سنت کے مسلمہ عقیدہ فضیلت سیدنا صدیق اکبر اور آپ کے خلیفہ بلافصل ہونے پر قرآن و سنت کے شواہد کی تائید کے ساتھ ضربِ حیدری لگانا یقیناً کسی مردِ حق آگاہ کا کام ہی ہوسکتا ہے۔

کتاب پڑھنے سے جہاں حضرت کی علمی وجاہت کا اندازہ ہوتا ہے وہاں آپ کے بیان کی عمدگی شستگی، شائستگی اور دلائل سے مرصع کلام یقیناً متلاشیانِ حق کی تسلی وتشفی کا باعث ہے۔ کتاب میں نہایت سادہ اور پروقار اسلوبِ نگارش اپنایا گیا ہے اور قرآن و حدیث کے دلائل سے حضرت امیر المومنین خلیفہ بلافصل سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی تمام صحابہ کرام اور پوری امت میں افضلیت ثابت کی گئی ہے۔ خصوصاً مولائے کائنات حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ارشادات نے تو یقیناً کتاب کو اسم بامسمیٰ بنا دیا ہے۔

آج کچھ حضرات نے پیسے کے زور پر اور محض اپنے آپ کو بڑا ثابت کرنے کے لیے اور نسبی تفاخر کی بنیاد پر تفضیلی فرقہ کو اپنایا ہوا ہے جبکہ ظاہر میں وہ اپنے آپ کو اہل سنت کہلاتے ہیں۔ اہل سنت کے نذرانے بٹورتے اور سادہ لوح سنی حضرات کو مالی اور روحانی ہر دو طریقوں سے خوب لوٹتے ہیں۔ اہل سنت کے نام سے خانقاہیں بھی بنا رکھی ہیں، پیری مریدی کا کاروبار چونکہ اہل سنت میں خوب چلتا ہے لہٰذا اس کی آڑ میں بہت فوائد ایسے حضرات سمیٹ رہے ہیں۔

ہمارے ہزارہ میں تو شیعیت کی یہ وبا جس میں افضلیتِ سیدنا صدیقِ اکبر کا انکار اور حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف گستاخانہ زبان کا استعمال در پردہ بہت سارے حضرات نے چلا رکھا ہے۔ کیونکہ حویلیاں جو اہل سنت کے نام سے اس گستاخی کا مرکزی اڈا ہے وہ سرزمین ہزارہ میں ہی واقع ہے۔ ضربِ حیدری اس علاقہ میں اہل سنت حضرات کے پاس ہونا انتہائی لازمی ہے۔

زیادہ سے زیادہ پڑھے لکھے عوام تک اس کتاب کو پہنچنا چاہیے۔

کتاب پڑھنے کے بعد ایک کمی یہ محسوس ہوئی کہ کتاب کے مصنف کا پورا تعارف نہایت ضروری ہے۔ اگرچہ ایسی علمی اور روحانی شخصیات تعارف کی محتاج نہیں ہوتیں مگر ایسے لوگوں سے عوام کا متعارف ہونا لازمی ہے۔ اللہ تعالیٰ ایسی فیض رساں شخصیت کو مدتِ مدیدہ سلامت رکھے اور اس فیض کو تا صبح قیامت جاری وساری رکھے۔

آمین بجاہ النبی الکریم الامین

حافظ محمد عمر فاروق سعیدی

ناظمِ اعلیٰ جامعہ اسلامیہ حنفیہ عثمان آباد مہڑہ مانسہرہ

صوبائی ناظم تنظیم المدارس اہل سنت سرحد

چیف آرگنائزر جماعت اہل سنت سرحد

تقریظ

حضرت علامہ محمد نصیر احمد اویسی صاحب مدظلہ العالی

جامعہ قادریہ رحمت ٹاؤن گوجرانوالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہر دور میں مختلف فرقے پیدا ہوتے رہے اور علماءِ حق اہلِ سنت و جماعت ان فرقوں کی سرکوبی کرتے رہے۔ یہ ایک الگ بحث ہے کہ وہ فرقے گمراہ بے دین ہوں یا سنّیت کے روپ میں آکر عقائدِ اہلِ سنت کے خلاف نظریات پیش کرتے رہے ہوں لیکن علماءِ حق نے ان بہروپے انداز میں آنے والوں کو پہچانا بھی اور انکے خلاف اعلائے کلمۃ الحق بلند کیا اور ہر محاذ پر انکا محاسبہ کیا۔ افسوس صد افسوس اس دور میں شیخ الاسلام، مفکر، قائدِ انقلاب نہ جانے کیا کیا القاب لیے ہوئے متفقہ عقائدِ اہلِ سنت جو چودہ سو سال سے امت میں بالاتفاق ہیں اور ان کو کسی نے کسی دور میں بھی آگے پیچھے نہ کیا۔ آج کا نام نہاد مفکر اپنے علم کے زور سے لوگوں میں غلط نظریات پھیلا رہا ہے نہ جانے رافضی خارجی بد مذاہب کو کیوں خوش کرنا چاہتا ہے۔ اسے اپنی آخرت کیوں یاد نہیں۔ دشمنانِ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خوش کرنے کے لیے من گھڑت نظریات پیش کر کے اپنی آخرت کو خراب کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔ افسوس تو یہ ہے کہ یہ آدمی اپنے آپ کو اہل سنت بھی کہلاتا ہے اور عقائدِ اہل سنت کی مخالفت بھی کرتا ہے یہ اسکا پہلا ہی واقعہ نہیں اس سے پہلے بھی کئی متفقہ مسائل میں امت کی مخالفت کرتا رہا ہے۔ افضلیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تابعین کے

اجماع سے ثابت ہے پھر یہ کہتا ہے کہ روحانی خلیفہ بلا فصل سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں جب کہ ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ سیاسی خلیفہ بلافصل ہیں یہ سراسر اجماعِ صحابہ تابعین اور اجماعِ امت کے خلاف ہے۔ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت کے عقیدہ سے انحرافی یا روگردانی اہل سنت سے خروج کو مستلزم کیونکہ یہی عقیدہ صحابہ کرام رضوان اللہ اجمعین تابعین عظام، ائمہ مجتہدین، جمہور علماء کرام سلف وخلف کا ہے۔

میں نے شیخ الحدیث حضرت مفتی پیر سائیں غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی کی تصنیف مبارکہ ضربِ حیدری کا لفظ بلفظ مطالعہ کیا ہے قبلہ سائیں صاحب نے نفس مسئلہ کے متعلق قرآنِ کریم، احادیث مبارکہ، اجماعِ امت اور قیاس سے دلائل کا ذخیرہ موجود پایا، میں یہ سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ پر آپ کی تحقیق حرفِ آخر کا مقام رکھتی ہے۔ میں علماءِ اہلِ سنت اور عوام سے گزارش کروں گا کہ اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے اس فتنہ کی سرکوبی کی جائے تا کہ آئندہ کوئی ایسی جسارت نہ کرے۔ خصوصاً اہلِ سنت کے اشاعتی ادارے اس کتاب کو زیادہ سے زیادہ شائع کر کے جہاد اعلائے کلمۃ الحق میں شامل ہو جائیں۔ آخر میں اللہ رب العزت کی بارگاہ میں دعا گو ہوں۔ اے میرے مولا حضرت علامہ غلام رسول قاسمی مدظلہ العالی کی اس تصنیف لطیف کو اپنی بارگاہ میں مقبول فرما کر آپ کو دو جہاں کی نعمتوں سے سرفراز فرما اور سب کے لیے اس کتاب کو ذریعہ نجات وہدایت بنا۔ (آمین ثم آمین)

عوام اہلِ سنت سے گزارش کروں گا کہ ایسے آدمی سے بچ کر رہے جو اہلِ سنت کے نظریات کے خلاف اپنے نظریات لوگوں میں پھیلا کر لوگوں کو رافضی بنانا چاہتا ہے۔ عوام اہلِ سنت، امامِ اہلِ سنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خان بریلوی رضی اللہ عنہ کے دامن سے وابستہ رہے یہ نجات کا راستہ ہے کسی ادنیٰ حضرت کی تحقیق کو نہ مانے جس کی تحقیق جہالت پر مبنی اور اجماعِ صحابہ وتابعین اور اجماعِ امت کے خلاف ہو۔

سونا جنگل رات اندھیری چھائی بدلی کالی ہے
سونے والوں جاگتے رہو چوروں کی رکھوالی ہے

بحرمۃ سید المرسلین

دعا گو بندہ ناچیز

۲۹ ربیع ال آخر ۱۴۳۰ بروز اتوار — محمد نصیر احمد اویسی

بمطابق ۲۶ اپریل ۲۰۰۹ — جامعہ قادریہ رحمت ٹاؤن گوجرانوالہ

مقدمہ از مصنف

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ وَ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الۡاَنۡبِیَآءِ وَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ

وَ عَلٰی اٰلِہٖ وَ اَصۡحَابِہٖ اَجۡمَعِیۡنَ اَمَّا بَعۡد

دنیائے اسلام کے عظیم ترین علماء کی تقاریظ پہنچ چکی ہیں۔ فقیر بھی کچھ باتیں مقدمے کے طور پر عرض کر دینا ضروری سمجھتا ہے۔ عالمی میلاد کانفرنس میں ایک خطیب صاحب نے فرمایا کہ استقبالِ مدینہ کے موقع پر سب مرد اور عورتیں ناچ رہے تھے۔ خطیب صاحب کی یہ بات تحریف الغالین ہے۔ لَعِبَتِ الۡحَبۡشَۃُ بِحِرَابِھِمۡ کو یہ مفہوم پہنانا اور اسلام کی مقدس ترین خواتین کے لیے ناچنے کا لفظ استعمال کرنا مرجانے کا مقام ہے۔ امام اعظم ابو حنیفہ کانفرنس میں کہنے لگے کہ امام اعظم علیہ الرحمۃ کی روایت کردہ احادیث کو ثنائیات اور احادیات کا نام ہم نے پہلی مرتبہ دیا ہے۔ خطیب صاحب کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ ثنائیات اور وحدانیات کی اصطلاحیں پہلے سے وضع کی جا چکی ہیں اور مسندِ امام اعظم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کے مقدمہ صفحہ نمبر ۱۰ پر موجود ہیں اور خطیب صاحب کا یہ دعویٰ اِنۡتِحَالُ الۡمُبۡطِلِیۡنَ ہے اور قلتِ مطالعہ کی انتہا ہے۔ حقیقتِ محمدیہ کے موضوع پر لیاقت باغ کے خطاب میں فرمانے لگے کہ حضور ﷺ اللہ کی مثل ہیں۔ خطیب صاحب کے یہ الفاظ خالص کفریہ ہیں۔ اس قسم کی باتیں بول کر فرماتے ہیں کہ جو بات میں نے کی ہے وہ آپ کو کتابوں میں نہیں ملے گی، کبھی پوری امت کے علماء کو حاسد قرار دیتے ہیں اور کبھی فرماتے ہیں کہ میں فتویٰ پروف ہو گیا ہوں مجھے علماء کے فتووں کی کچھ پرواہ نہیں۔ اس طرح جب یہ لوگ اسلام کے بنیادی عقائد کی جڑ کاٹنے لگے اور ان کی باقاعدہ تبلیغ ہونے لگی تو مجبوراً ہمیں

قرطاس وقلم تھامنا پڑا۔

گمراہ لوگ اپنے وسائل کے بل بوتے پر اور اپنے حواریوں کو ساتھ ملا کر بڑے بڑے علمی کام سرانجام دیتے رہے ہیں اور دنیا میں اپنا نام پیدا کرلیا ہے۔ خوارج اور معتزلہ کی تاریخ آپکے سامنے ہے جن کی قرآنی خدمات، تحریکی وجہادی سرگرمیوں اور بہترین منصوبہ بندی کا انکار نہیں کیا جاسکتا۔ حتیٰ کہ قادیانیوں کا نیٹ ورک اتنا مضبوط ہے کہ اسے دیکھ کر انسان دنگ رہ جاتا ہے اور قادیانی اپنی تنظیمی سرگرمیاں اور وسیع نیٹ ورک دکھا دکھا کر لوگوں کو متاثر کرنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

مرزا قادیانی نے اس قدر کتابیں لکھیں اور عیسائیوں کی تردید کا ایسا ڈھونگ رچایا کہ اچھے خاصے سمجھدار لوگوں کے دل میں اس کے بارے میں حسن ظن پیدا ہوگیا اور اس کی مدد کرنے پر آمادہ ہوگئے، چنانچہ خواجہ غلام فرید صاحب کوٹ مٹھن والے رحمۃ اللہ علیہ غلط فہمی کا شکار ہوگئے اور فرمادیا کہ "یہ شخص حمایتِ دین پر کمربستہ ہے۔ علماء تمام مذاہبِ باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ لیکن جب مرزا قادیانی کی نئی کتابیں خواجہ صاحب تک پہنچیں تو بے زاری کا اظہار کیا (مہر منیر صفحہ ۲۰۵)۔

معلوم ہوا کہ اصل چیز تحریکی وسعت، مضبوط نیٹ ورک، کثرتِ تصانیف اور چرب زبانی نہیں ہوتی بلکہ قرآن وسنت اور اجماع کی پابندی، سوادِ اعظم سے لزوم اور حضور ﷺ کے غلاموں کی غلامی اصل چیز ہے۔

اللہ کے حبیب ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر دور میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو غالیوں کی تحریف، مبطلین کی علمی چوری اور جاہلوں کی تاویل کی نفی کرتے رہیں گے یَحمِلُ هٰذَا الْعِلْمَ مِنْ کُلِّ خَلَفٍ عُدُوْلُهٗ یَنْفُوْنَ عَنْهُ تَحْرِیْفَ الْغَالِیْنَ وَانْتِحَالَ الْمُبْطِلِیْنَ وَتَاوِیْلَ الْجَاهِلِیْنَ (مشکوٰۃ حدیث نمبر: ۲۴۸)۔

اس حدیث سے معلوم ہوگیا کہ ہر دور میں جاہلانہ تاویلیں ہوں گی، غالیانہ تحریفات ہوں گی اور علمی سرقے ہوتے رہیں گے۔ یہ حرکتیں کرنے والے خود کو مسلمان کہیں گے اور ان پر گرفت کرنے والے اس امت کے ذمہ دار افراد ہوں گے۔ اسی حدیث کو مدنظر رکھتے ہوئے احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کی غرض سے علماء نے عصرِ حاضر کے ایک عظیم فتنے کا نوٹس لیتے ہوئے

ضربِ حیدری پر تقاریظ لکھ کر اپنی ذمہ داری نبھائی ہے۔

ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے اپنی کتاب السیف الجلی میں لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سیاسی خلیفہ تھے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ باطنی اور روحانی خلیفہ تھے۔ نیز لکھا ہے کہ سیاسی خلافت کا دائرہ فرش تک ہے اور ولایت کا دائرہ عرش تک ہے (حاصل السیف الجلی صفحہ ۸،۹)۔

ڈاکٹر صاحب نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی روحانی خلافت کا انکار کیا ہے جو خالص اور خالص رافضیت ہے اور اسی طرح خلافت کا دائرہ فرش تک اور ولایت کا دائرہ عرش تک بتا کر موازنہ کرنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی شانِ اقدس میں بے ادبی ہے۔ اس بات کو سمجھنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ یہی الفاظ اگر کوئی خارجی شخص مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں بک دے تو یہ لوگ معاذ اللہ اور لا حول ولا قوۃ کی صدائیں بلند کرنے لگیں گے۔ بس فیصلہ ہو چکا کہ جس طرح یہ الفاظ بولنا خارجیت ہے بالکل اسی طرح صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں ایسے الفاظ بولنا رافضیت ہے۔ اہلِ سنت وہ ہے جو چاروں خلفاءِ راشدین کو ظاہر اور باطن دونوں لحاظ سے خلیفہ تسلیم کرے۔

ذرا غور فرمائیے۔ کیا یہ محض اتفاق ہے کہ تفضیلِ شیخین کا منکر ہی سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر بھی زبان درازی کرتا ہے؟ اور کیا یہ محض اتفاق ہے کہ یہی لوگ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ سے مراد مولا علی اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہما لیتے ہیں حالانکہ اس سے اگلے الفاظ بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیَانِ (الرحمن ۵۵:۲۰) اسے قبول نہیں کر رہے۔ دوسری جگہ پر میٹھا اور نمکین پانی اور پھر ان دونوں کے درمیان برزخ اور حجرِ محجور بیان ہوا ہے وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّحِجْرًا مَّحْجُوْرًا (الفرقان ۲۵:۵۳)۔ تیسری جگہ مچھلی کے گوشت اور کشتیوں وغیرہ کی بات بھی اس رافضیانہ تفسیر پر تازیانے برسا رہی ہے: وَمَا یَسْتَوِی الْبَحْرٰنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ وَمِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِیًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْیَةً تَلْبَسُوْنَهَا وَتَرَى الْفُلْكَ فِیْهِ مَوَاخِرَ (فاطر ۳۵:۱۲)۔ یہی لوگ یَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَالْمَرْجَانُ سے مراد حسنین کریمین علیٰ جدھما وعلیہما الصلوٰۃ والسلام لیتے ہیں۔ حالانکہ علماء نے صاف لکھا ہے کہ هُوَ مِنْ تَاوِیْلِ الْجُهَلَاءِ وَالْحُمَقَاءِ كَالرَّوَافِضِ یعنی یہ جاہلوں اور احمقوں کی تاویل ہے جیسے روافض (مرقاۃ جلد ۱ صفحہ ۲۹۲، الاتقان جلد ۲ صفحہ ۱۸۰، مقدمۃ فی اصول التفسیر صفحہ ۳۸۔۳۹، مجمع البحار جلد ۵ صفحہ ۲۳۶، فیض القدیر

جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)۔ ہمارے مخاطبین کے پسندیدہ عالم ابنِ تیمیہ نے منہاج السنۃ میں اس روایت کے بارے میں لکھا ہے کہ اِسنَادُہٗ ظُلُمَاتٌ بَعضُهَا فَوقَ بَعضٍ یعنی اس کی سند میں ظلمات ہیں جوایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں (منہاج السنۃ ۴/ ۶۶)۔

کیا یہ بھی محض اتفاق ہے کہ ایسے ہی لوگ کہتے پھر رہے ہیں کہ چھپن سال کی عمر تک سیدنا امامِ حسین رضی اللہ عنہ کے جسم اقدس پر ایک بال بھی سفید نہیں تھا مگر جیسے ہی جوان بیٹے کی لاش اٹھا کر واپس آئے تو سر اور داڑھی کے بال سفید ہو چکے تھے (شہادتِ امام حسین صفحہ ۱۴۳ اشاعت دوم مارچ ۱۹۹۲ئ)۔ حالانکہ صحیح بخاری میں حدیث ہے کہ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے کٹے ہوئے سر مبارک پر سیاہ خضاب لگا ہوا تھا (بخاری حدیث نمبر: ۳۷۴۸)۔ ظاہر ہے کہ بال مبارک پہلے سے سفید تھے اسی لیے آپ رضی اللہ عنہ مجاہد کی حیثیت سے خضاب لگاتے تھے۔

کیا یہ بھی محض اتفاق ہے کہ ایسے ہی لوگ اجماع امت کو جوتی کی نوک پر بھی نہیں سمجھتے اور بہت باتوں میں اجماعِ امت کے خلاف چلتے ہیں جبکہ اجماع کا انکار روافض کا شعار ہے۔

کیا یہ بھی محض اتفاق ہے کہ ایسے ہی لوگ روافض کی محافل و مجالس میں جا کر انہیں خوش کرتے ہیں اور ان سے اچھے تعلقات رکھتے ہیں اور ان کی تعریف میں رطب اللسان ہیں۔ یہ ساری رافضیانہ باتیں فردِ واحد میں جمع، آخر کیوں؟

انتہا یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب نے یہاں تک کہا ہے کہ ''جو ملاں ملواناں شیعہ اور سنی کو دو کرے اسے دو کر دو'' (سی ڈی)۔ غور فرمایئے، دنیا بھر کے تمام علماء و مشائخ نے آج تک شیعہ اور سنی کو دو ہی سمجھا ہے، حضور سیدنا غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ سمیت ہر صدی کے مجددین نے کھل کر روافض کی تردید کی ہے، بلکہ انہیں خوارج سے بھی زیادہ خطرناک قرار دیا ہے بلکہ جمہور اہل سنت نے روافض کی تکفیر کی ہے اور بعض نے ان کے خلاف مستقل کتابیں لکھی ہیں، مگر ڈاکٹر صاحب ان سب کو ملاں ملواناں قرار دے کر انہیں دو کر دینے کا اعلان کر رہے ہیں۔

روافض کی پرانی عادت ہے کہ کسی سنی کہلانے والے بکاؤ کو پیسوں سے تول کر اس سے شانِ علی میں اپنی مرضی کی تقریر کروا لیتے ہیں۔ امام شعبی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر میں چاہوں کہ شیعہ لوگ چاندی سے میرا گھر بھر دیں تو میں سیدنا علی کے بارے میں جھوٹی تقریر کر کے ایسا کر سکتا ہوں، لیکن اللہ کی قسم میں سیدنا علی کے بارے میں کبھی جھوٹ نہیں بولوں گا لَوْ شِئْتُ اَن

يَمْلَؤُوا بَيْتِي هٰذَا وَرَقاً عَلىٰ اَنْ اَكْذِبَ عَلىٰ عَلِيٍّ لَفَعَلْتُ، وَاللهِ لَا كَذَبْتُ عَلَيْهِ اَبَداً الخ
(کتاب السنۃ لعبداللہ بن احمد بن حنبل حدیث رقم: ۱۲۰۸)۔

اب اگر اپنے داغ مٹانے کے لیے کوئی صاحب شانِ صدیق اکبر میں چالیس گھنٹے کے خطاب کرتے ہیں مگر پورے خطاب میں صدیقِ اکبر کی روحانی افضلیت اور ولایت باطنی میں خلافت تسلیم نہیں کرتے تو یہ خطاب محض ڈرامہ ہے۔ جھگڑا صرف شان کا نہیں بلکہ روحانی افضلیت کا ہے۔ چالیس گھنٹے کی مشقت اٹھانے کی بجائے آدھے منٹ میں اس قسم کے سارے الفاظ واپس لے کر مسئلے کو حل کر سکتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں چالاکیاں کام نہیں دیتیں۔

دوسری جہت سے دیکھیے تو جن لوگوں نے ولایت میں مولا علی کو افضل کہا ہے ان کے پیروکار کھل کر مطلق افضلیتِ شیخین کا انکار کر رہے ہیں۔ اور ان کے اداروں کے بعض فارغ التحصیل حضرات باقاعدہ رافضیت کے مبلغ بن چکے ہیں اور امام بارگاہوں میں جا جا کر حبِ اہلِ بیت کے بہانے سنیت کو پامال کر رہے ہیں۔ ان کے ماہنامہ دخترانِ اسلام کے تازہ ترین شمارے میں لکھا ہے کہ: حضور سرورِ کائنات ﷺ کے چاہنے والے، علی حیدرِ کرار کو مولا ماننے والے اور حسین ابنِ علی رضی اللہ عنہما کا ماتم کرنے والے شیطانی قوتوں سے برسرِ پیکار ہیں (ماہنامہ دخترانِ اسلام اگست 2010ء صفحہ ۳۶)۔

استاد اگر ایک فُٹ پھسلے تو شاگرد لازماً ایک میل پھسل جاتا ہے۔ اسی لیے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ يَهْدِمُ الْاِسْلَامَ زَلَّةُ الْعَالِمِ یعنی عالم کے پھسلنے سے اسلام تباہ ہو جاتا ہے۔ ادھر روافض ہیں کہ ایسے لوگوں کی تقریروں اور تحریروں کو حوالہ بنا کر سنی عوام کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب آئے دن کوئی نئی بات کہہ دیتے ہیں جس سے حضور کریم ﷺ کی امت آپس میں الجھ پڑتی ہے مثلاً جناب نے یہاں تک کہہ دیا کہ: 12 ربیع الاول اور کرسمس ڈے کو ایک جیسی اہمیت حاصل ہے (Web.www.Minhaj.Org، ڈیلی انصاف 3 جنوری 2006ئ)۔ کرسمس تقریب میں خطاب کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ: یہودی اور عیسائی مومن ہیں یہ کفار نہیں ہیں (CD)۔

اندازہ فرمایئے، یہ بات کس قدر بیہودہ ہے؟ پھر اس بات کی وجہ سے جناب کے

پیروکار اور دوسرے مسلمان کس حد تک جھگڑ رہے ہیں؟ مدعی سست گواہ چست کے طور پر ان کے ساتھی اس بات کو صحیح ثابت کرتے پھرتے ہیں۔ لیکن اہم سوال یہ ہے کہ جھگڑے کی یہ نوبت کیوں آئی؟ یہ بات ہانک کر جناب کو کیا ملا؟ جناب کا وہ امت کا درد کہاں گیا؟ وہ اتحاد اور اتفاق کے نعرے اور کوششیں کیا ہوئیں؟ گویا پرانے اختلافات سب غلط تھے اور جو اختلافات ڈاکٹر صاحب دے رہے ہیں وہ عین اسلام؟ جناب کی تمام رافضیانہ باتوں پر بھی یہی سوال ہے۔

اللہ کریم جل جلالہ کی توفیق سے فقیر نے جن آنے والے خطرات کو بھانپ کر، ان کا بر وقت نوٹس لیا ہے، شاید ہر شخص ان خطرات کو فی الحال محسوس نہ کر سکے۔

سینہ خواہم شرحہ شرحہ از فراق
تا بگویم شرحِ دردِ اشتیاق

لیکن اتنا تو ضرور غور فرمانا چاہیے کہ اگر کتاب ہذا کا مصنف ناسمجھ ہے تو کیا یہ بڑے بڑے جید اور مقتدر علماء بھی ناسمجھ ہیں جنہوں نے دل کھول کر اس کتاب پر تقاریظ لکھی ہیں اور مصنف کا کماحقہ ساتھ دیا ہے۔ یہ وہ علماء ہیں جن کی مثال عصرِ حاضر میں پوری دنیا کے اندر نہیں ملتی۔ ان علماء میں بعض تفضیلیوں کے استاد بھی شامل ہیں۔

فقیر نے تقاریظ حاصل کرنے کا یہ اہتمام اسی لیے کیا ہے کہ فقیر کے خلاف آواز اٹھانے والے کسی بھی شخص کے پاس محض جذبات کے سواء کوئی حجت باقی نہ رہے، نہ اپنے ضمیر کے سامنے اور نہ اللہ کی بارگاہ میں۔ یہ لوگ جن لوگوں کو تنگ نظر کہہ رہے ہیں حضور کریم ﷺ انہیں حاملینِ علم اور عدول قرار دے رہے ہیں۔

یہ کتاب ہم نے اس لیے لکھی ہے تا کہ اسلام کا طیب و طاہر ریکارڈ درست رہے اور پندرہویں صدی کے کسی مبتدع اور ضال کی تحریریں آئندہ نسلوں کے لیے حوالہ نہ بن جائیں۔

اللہ کریم جل شانہ ہمیں ذاتی عناد کی وجہ سے کسی کی مخالفت سے [illegible]ظ فرمائے اور حق بات کہنے اور برداشت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور فقیر کی اس ادنیٰ سی کاوش کو اپنی بارگاہِ ناز میں شرفِ قبول عطا فرمائے آمین۔

نوٹ:۔ اس جدید ایڈیشن میں مزید تقاریظ، عربی عبارات پر اعراب، احادیث کی تخریج اور تحقیق اور تفضیلیہ کے ضربِ حیدری پر بعض اعتراضات کے جوابات کا اہتمام کیا گیا ہے۔ لطف کی بات

یہ ہے کہ الحمدللہ ضربِ حیدری پر کیے جانے والے اعتراضات میں سے اکثر کے جواب بلکہ ان کی کسی بھی نئی کتاب کے دلائل کے جواب پہلے ہی ضربِ حیدری میں موجود ہیں۔ہم نے تجربہ کیا ہے ان کے اکثر لوگ کتاب کو پڑھتے ہی نہیں ہیں۔

فقیر غلام رسول قاسمی

۲۶ جمادی الثانی ۱۴۲۹ھ بمطابق 1 جولائی 2008ء   جدید ترین ایڈیشن 12 جنوری 2011ء

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیمِ

ضربِ حیدری

بِسمِ اللّٰہِ الرَّحمٰنِ الرَّحِیم

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ الصَّلوٰۃُ وَ السَّلَامُ عَلیٰ سَیِّدِ الْاَنْبِیَآءِ

وَ الْمُرْسَلِیْنَ وَ عَلیٰ اٰلِہٖ وَ اَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ اَمَّا بَعْد

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے مناقب

اللہ کریم جل وعلا شانہ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کے صحابہ کو تمام جہانوں پر فضیلت دیتے ہوئے منتخب فرمایا۔ ان میں سے تین سو تیرہ اصحابِ بدر سب سے افضل ہیں۔ ان میں سے عشرہ مبشرہ افضل ہیں۔ پھر ان میں سے خلفاءِ راشدین افضل ہیں۔ پھر خلفاءِ راشدین میں سے سیدنا ابوبکر صدیق سب سے افضل ہیں۔ دوسرا نمبر سیدنا فاروق اعظم کا، تیسرا نمبر سیدنا عثمان غنی کا اور چوتھا نمبر سیدنا علی المرتضی کا ہے رضی اللہ عنہم۔

جہاں خلفاءِ ثلاثہ کو افضلیت حاصل ہے وہاں حضرت علی المرتضی رضی اللہ عنہ کو بھی اللہ کریم نے بے پناہ کمالات اور خصائص سے نوازا ہے۔

بعض بدعقیدہ لوگ حضرت عثمانِ غنی اور حضرت علی المرتضی (ختنین) سے بغض رکھتے ہیں اور بالخصوص امیر المومنین وامام الواصلین سیدنا ومولیٰنا علی المرتضی مشکل کشا شیرِ خدا کے خصائص کا سرے سے ہی انکار کرتے ہیں۔ یہ لوگ خارجی اور ناصبی ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ: اَلْخَوَارِجُ کِلَابُ النَّارِ یعنی خارجی جہنم کے کتے ہیں (ابن ماجہ حدیث نمبر: ۱۷۳)۔

کوئی صاحبِ ایمان مولا علی کرم اللہ وجہہ کے خصائص وکمالات کا انکار کیسے کر سکتا ہے جب کہ چشمِ بینا کو احادیث میں تصریحات نظر آ رہی ہیں کہ علی المرتضی ہی ذریتِ رسول ﷺ کے جدِ

امجد ہیں۔ سیدۃ النساء علی ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کے شوہر ہیں۔ ابن عمِ رسول ہیں جنہیں محبوب کریم ﷺ نے غزوہ تبوک پر جاتے وقت پیچھے چھوڑا تو فرمایا اَنْتَ مِنِّی بِمَنْزِلَةِ هَارُوْنَ مِنْ مُوْسیٰ یعنی تم مجھ سے وہی تعلق رکھتے ہو جو ہارون کا موسیٰ سے تھا (بخاری حدیث نمبر: ۳۷۰۶، ۴۴۱۶، مسلم حدیث نمبر: ۶۲۱۸، ۶۲۲۱، ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۳۱، ابن ماجہ حدیث نمبر: ۱۱۵)۔ وہ ہر مومن کے محبوب وناصر ہیں جنکی شان میں تاکیداً ارشاد ہوا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ اَللّٰهُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاهُ وَعَادِ مَنْ عَادَاهُ یعنی جس کا میں دوست ہوں اس کا علی بھی دوست ہے، اے اللہ جو علی کو دوست مانے تو اسے اپنا دوست بنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اس سے دشمنی رکھ (ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۱۳، مشکوٰۃ حدیث نمبر: ۶۰۹۱)۔ وہی فاتح خیبر ہیں جنکے حق میں حبیبِ کبریا ﷺ نے فرمایا کہ کل میں جھنڈا اسے دوں گا جو خدا اور رسول کا پیارا ہوگا اور خدا اور رسول اسے پیارے ہوں گے (بخاری حدیث نمبر: ۲۹۴۲، ۳۰۰۹، ۳۷۰۱، ۴۲۱۰، مسلم حدیث نمبر: ۶۲۲۳)۔ وہی ساکن درِ دولت مصطفی تھے جنہیں سرکار نے مسجد نبوی میں سے جنابت کی حالت میں گزرنے کی اجازت دی (ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۲۷)۔ وہ برادرِ مصطفی تھے جو مواخاتِ مدینہ کے موقع پر روتے ہوئے آئے کہ مجھے آپ نے کسی کا بھائی نہیں بنایا تو حضور ﷺ نے فرمایا اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ یعنی تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو (ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۲۰)۔ بے شمار صحابہ کے بارے میں یہ الفاظ تو موجود ہیں کہ وہ مجھ سے ہے اور میں اس سے ہوں لیکن یہ اضافی الفاظ صرف مولا علی کے بارے میں فرمائے گئے ہیں کہ لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا عَلِیٌّ یعنی میری ادائیگی علی کے سواء کوئی نہیں کر سکتا (ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۱۹، ابن ماجہ حدیث نمبر: ۱۱۹)۔ یہ وہ باب العلم ہیں جنہیں تمام صحابہ سے بڑا قاضی ہونے کا اعزاز حاصل ہے (مشکوٰۃ حدیث نمبر: ۶۱۲۰)۔ اسی لیے سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ ایسی مجلسِ قضیٰ وعلم سے اللہ کی پناہ مانگتے تھے جس میں علی موجود نہ ہوں (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۶)۔ وہ عظیم المرتبت ہستی علی المرتضی کی تھی جنہیں حبیبِ کبریا ﷺ نے حکم دیا کہ میرے کندھوں پر چڑھ کر کعبہ کی چھت پر سے بت گرا دیں۔ اور آپ فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کے کناروں کو چھو لوں (السنن الکبریٰ للنسائی حدیث نمبر: ۸۵۰۷)۔ آپکی نماز کی خاطر سورج کو واپس لوٹایا گیا (الشفاء جلد ا صفحہ ۱۸۵ رُوَاتُهٗ ثِقَاتٌ)۔ رسول اللہ ﷺ نے ایک لشکر بھیجا جس میں حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے رسول اللہ ﷺ ہاتھ

مبارک اٹھا کر دعا فرما رہے تھے کہ اَللّٰھُمَّ لَا تُمِتْنِیْ حَتّٰی تُرِیَنِیْ عَلِیًّا اے اللہ مجھے اس وقت تک وفات نہ دینا جب تک علی کو نہ دیکھ لوں (ترمذی حدیث نمبر: ۳۷۳۷)۔ ہجرت کی رات رسول اللہ ﷺ کے بستر پر سوئے (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۷۶)۔ انہیں کے بارے میں سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ علی میں اٹھارہ خوبیاں ایسی ہیں کہ ان میں سے صرف ایک بھی انکی آخرت سنوارنے کے لیے کافی تھی۔ جب کہ ان میں سے تیرہ خوبیاں ایسی ہیں جو صرف انہی کے خصائص ہیں اور اس امت میں کسی دوسرے کو یہ اعزاز حاصل نہیں لَقَدْ کَانَتْ لَہٗ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ مَنْقِبَۃً لَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ مِنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ (طبرانی اوسط حدیث نمبر: ۸۴۳۲)۔

حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے علامہ سیوطی علیہ الرحمہ کے حوالے سے لکھا ہے کہ: خلفاءِ ثلاثہ کے فضائل ومناقب بھی اسی طرح کثرت سے ہیں بلکہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے بڑھ کر ہیں بلکہ بیشتر از اں (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۴)۔

فقیر راقم الحروف نے چاروں خلفاءِ راشدین علیہم الرضوان کے خصائص پر ''کتاب الخصائص'' لکھ دی ہے، جو الحمدللہ چھپ چکی ہے۔

تفضیلی رافضیوں کا تعارف

دوسری طرف بعض لوگ وہ ہیں جو مولا علی کو سیدنا ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق (شیخین) سے بھی افضل مانتے ہیں حالانکہ مولا علی کے خصائص تیرہ ہیں تو صدیقِ اکبر کے خصائص کی تعداد بیس سے بھی زیادہ ہے۔ جنکی تفصیل اس کتاب میں بیان کی جا رہی ہے۔ پڑھ کر دیکھ لیجیے۔ خصائص وافضلیتِ صدیق کے منکر رافضی اور تفضیلی ہیں۔ یہ لوگ بھی خوارج ہی کی طرح ہیں مگر دوسری انتہا پر کھڑے ہیں۔ ان دونوں کے برعکس اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے: تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ وَ حُبُّ الْخَتَنَیْنِ یعنی شیخین کو افضل ماننا اور ختنین سے محبت رکھنا (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۰)۔ علماءِ اہلِ سنت نے سخت تنبیہ فرمائی ہے کہ شیخین کی افضلیت کا یہ معنی نہیں کہ خدانخواستہ ختنین کی محبت میں کمی آجائے اور ختنین کی محبت کا یہ معنی نہیں کہ انہیں شیخین سے افضل سمجھ لیا جائے۔

شیعہ مذہب میں بے شمار فرقے پائے جاتے ہیں۔ ان کے فرقوں کی تفصیل بے شمار علماء کرام علیہم الرضوان نے اپنی کتابوں میں بیان فرمائی ہے۔ مثلاً شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ

الرحمۃ نے تحفہ اثنا عشریہ میں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمت اللہ علیہ نے السیف المسلول میں، حضور غوث اعظم وقطب الاقطاب سیدنا شیخ عبد القادر جیلانی قدس سرہ نے غنیۃ الطالبین میں۔ وغیرہ

اس مذہب کی ایک خاص تعلیم تقیہ ہے، یعنی دین کو چھپانا۔ اس تقیہ کی وجہ سے ان کے تمام فرقوں کی شناخت اور تعاقب نہایت مشکل ہو چکا ہے۔

آج ہم جس موضوع پر قلم اٹھا رہے ہیں وہ ان کے ایسے فرقے ہیں جو خود کو اہل سنت کہتے ہیں۔ انکی بھی متعدد اقسام ہیں۔ ان میں ایک فرقہ مولا علی رضی اللہ عنہ کو پہلے تین خلفاء سے افضل کہتا ہے۔ اس فرقے کو تفضیلی فرقہ کہا جاتا ہے۔ ان کا ایک فرقہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دیتا ہے۔ اکثر ایسا بھی ہے کہ جو لوگ تفضیلی ہیں وہی سیدنا امیر معاویہ کے بھی دشمن ہیں۔ یہ سب گمراہ اور بدعتی فرقے ہیں۔ علماءِ اہل سنت نے تصریح فرمائی ہے کہ یہ لوگ اہل سنت سے خارج ہیں۔

اہل علم جانتے ہیں کہ خوارج، روافض اور معتزلہ تینوں گمراہ فرقے ہیں جو اجماعِ امت اور سوادِ اعظم کو کوئی چیز نہیں سمجھتے۔ خارجی کا معنی ہے نکل جانے والا، رافضی کا معنی ہے چھوڑ دینے والا اور تتر بتر ہو جانے والا، معتزلہ کا معنی ہے علیحدہ ہو جانے والا۔ جو شخص سوادِ اعظم کے خلاف اپنی خرافات کو درست ثابت کرنے کے لیے قرآن وسنت سے دلائل پیش کرتا ہو اسے ملحد کہا جاتا ہے۔ ملحد کا لفظ لحد سے بنا ہے اور لحد ایک گوشے اور پہلو کو کہتے ہیں۔ ٹیڑھا ہو جانا اور تیر کا نشانے سے خطا ہو جانا بھی الحاد کہلاتا ہے۔ اسی لیے بغلی قبر کو بھی لحد کہا جاتا ہے اور لحد کو قبر کے وسط کی بجائے قبر کی بغل میں بنایا جاتا ہے۔ گویا روافض، خوارج اور معتزلہ والا مفہوم ملحدین میں بھی پایا جاتا ہے۔ لغت اٹھا کر دیکھ لیجیے ان کے ناموں کے یہی معانی ہیں جو ہم نے بیان کیے ہیں۔ ان سب میں ایک ہی روح کارفرما ہے۔ یعنی سوادِ اعظم سے نکلنے والے، چھوڑنے والے اور علیحدہ ہونے والے۔ اسی قدرِ مشترک (Common Factor) کی وجہ سے یہ اپنی ہی سوچ کے مالک اور آزاد خیال ہوتے ہیں۔ یہی آزاد خیالی ان کے اندر کثرت سے فرقوں کو جنم دینے کا سبب بنی۔ ان کا ہر بندہ اپنی ذاتی تحقیق اٹھائے پھرتا ہے جو دوسروں سے بالکل مختلف اور نرالی ہوتی ہے۔ یہ لوگ تحقیق کی آڑ میں جب بال کی کھال اتارتے ہیں تو بے چاری بھولی عوام عش عش کرنے لگتی ہے، مگر انہیں خبر نہیں ہوتی کہ یہ شخص گمراہ ہے اور انہیں بھی گمراہ کر رہا ہے۔

جو لوگ اپنی گردن سے سبیل المومنین کا پٹہ اتار کر آزاد خیال ہو جاتے ہیں اور ان کی

مثال کٹی ہوئی پتنگ کی طرح ہوتی ہے جو خدا معلوم کس کی گود میں جا کر گرے یا کون سے کھمبے پر الجھ جائے۔ لیکن لُٹ جانا اور تار تار ہو جانا بہر حال اس کا مقدر ہوتا ہے نعوذ باللہ من ذلک۔

ماضی قریب میں بہت سے لوگ ایسے گزرے ہیں جو غیر مقلد تھے، خود کو اہل حدیث کہتے تھے۔ مگر آپ یہ پڑھ کر حیران ہوں گے کہ غیر مقلد ہی نہیں بلکہ غیر مقلدین کے سردار ہونے کے باوجود وہ لوگ میلاد مناتے تھے۔ پکے وہابی ہونے کے باوجود انہیں اہل بیت اطہار علیہم الرضوان سے بہت محبت تھی۔ صحیح معنی میں آزاد خیال ہونے کے باوجود وہ تفضیلی تھے۔ ہم نے یہ سب باتیں نہایت ذمہ داری کے ساتھ لکھی ہیں۔ ثبوت ملاحظہ فرمائیے۔

نواب صدیق حسن خان بھوپالی غیر مقلد تھے مگر اس کے باوجود وہ میلاد مناتے تھے اور انہوں نے میلاد کے جواز کے موضوع پر ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ہے: اَلشَّمَامَةُ الْعَنْبَرِيَّةُ فِي مَوْلِدِ خَيْرِ الْبَرِيَّةِ۔ علامہ وحید الزمان غیر مقلدین کا ٹھیکدار عالم ہے مگر اس کے باوجود وہ تفضیلی تھا اس کی کتاب لغات الحدیث پڑھ کر دیکھیے جو چھ جلدوں میں ہے اور اس میں وہ جگہ جگہ محبتِ اہل بیت کا نوحہ کرتا ہے۔ مرج البحرین سے مراد مولا علی اور سیدۃ النساء رضی اللہ عنہما لیتا ہے اور اللؤلؤ والمرجان سے مراد حسنین کریمین علیٰ جدہما وعلیہما الصلوٰۃ والسلام لیتا ہے۔ دوسری طرف اس شخص نے احناف کی درسی کتاب شرح عقائد نسفی پر تخریج بھی لکھی ہے جس کا نام ہے: اَحْسَنُ الْفَوَائِدِ فِي تَخْرِيجِ اَحَادِيثِ شَرْحِ الْعَقَائِدِ۔ یہ بے چارہ غیر مقلد ہے جو کہیں تفضیلی ہے اور کہیں حنفیت پر کام کر رہا ہے۔

سید سلیمان منصور پوری بھی ایک معروف غیر مقلد عالم ہیں جنہوں نے سیرت کے موضوع پر تین جلدوں میں کتاب رحمۃ للعالمین لکھی ہے۔ یہ کتاب پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مصنف کے دل میں اہل بیت کی محبت ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔ مگر اس کے باوجود وہ غیر مقلد ہیں۔

پروفیسر ابو بکر غزنوی اسی ذہن اور اسی خیال کے آدمی تھے۔ بلکہ یہ تو اہل حدیث ہونے کے باوجود پیری مریدی بھی کرتے تھے اور آبائی طور پر نقشبندی سلسلے سے وابستہ تھے۔

محبتِ رسول کا دعویٰ تو ہر غیر مقلد اور رافضی و تفضیلی بھی لیے پھرتا ہے مگر خرابی ان سب میں یہی ہے کہ اپنے دیگر عقائد میں افراط و تفریط کا شکار ہیں اور سوادِ اعظم سے ٹکرانے کی وجہ سے کوئی خارجی ہے، کوئی رافضی اور کوئی معتزلہ ہے۔

شاذ، متروک اور مردود اقوال تقریباً ہر موضوع پر کتب میں دستیاب ہیں۔ مثلاً بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام تمام نبیوں سے افضل ہیں حتیٰ کہ ہمارے نبی کریم ﷺ سے بھی افضل ہیں۔ بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ فرعون بخشا گیا۔ بعض میں لکھا ہے کہ یزید بخشا گیا۔ بعض میں لکھا ہے کہ چونکہ یزید مسلمان تھا اگرچہ گناہگار سہی، لہٰذا اسے رحمت اللہ علیہ کہنا جائز ہے۔ ایسی باتوں میں سے بعض الحاقی ہیں، بعض موضوع ہیں اور بعض مرجوح۔

اس کے علاوہ معتزلہ، خوارج، روافض اور نیچریوں کی کتابوں میں رنگا رنگ خرافات موجود ہیں۔ ان خرافات میں معراج کا روحانی ہونا، مولا علی کا غلطی پر ہونا، امام حسین کا باغی ہونا وغیرہ شامل ہیں معاذ اللہ۔

لیکن یاد رکھیے، حق کا معیار سوادِ اعظم کا اختیار کردہ موقف ہے۔ جس شخص نے وسائل کے بل بوتے پر بہت بڑی لائبریری جمع کر لی ہو اس کی لائبریری میں ہر طرح کی لغویات موجود ہو سکتی ہے۔ اگر ایسے شخص کا ہاضمہ خراب ہے تو وہ متداول کتب پر بھروسہ کرنے اور مختار اقوال کی پیروی کرنے کی بجائے علماء کے تفردات، متروک و مردود اقوال اور نایاب کتب کے حوالہ جات پر نہ صرف اعتماد کرتا ہے بلکہ فخر بھی کرتا ہے اور بال کی کھال اتار اتار کر اپنے غلط موقف کو نہایت رکیک تاویلات کے ذریعے ثابت کرتا ہے اور اپنی تحقیق کی تائید میں کسی معتزلہ یا خارجی وغیرہ کا قول یا کسی کا مردود قول پیش کر کے اپنی تحقیق کو چار چاند لگا دیتا ہے۔ اسکے مقابلے پر سوادِ اعظم خواہ کچھ بھی چیختا رہے اسے پرواہ نہیں ہوتی۔ عوام الناس اسکی ایسی خرافات کو علمی دقائق سمجھ کر عش عش کر اٹھتے ہیں۔ ایسا شخص اگر باتونی اور زبان دراز بھی ہو اور اسکے پاس وسائل بھی ہوں تو وہ دین کیلیے اور علماء کے لیے اچھی خاصی پریشانی کھڑی کر سکتا ہے۔ حبیبِ کریم ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اَخوَفَ مَا اَخَافُ عَلیٰ اُمَّتِی کُلُّ مُنَافِقٍ عَلِیمِ اللِّسَانِ یعنی مجھے اپنی امت پر سب سے زیادہ خوف ایسے منافق شخص کا ہے جو زبان چلانے میں ماہر ہوگا (مسند احمد حدیث نمبر: ۱۴۴)۔ اس طرح کے ملحد لوگ صریح احادیث کی موجودگی میں اپنے قیاس کو ترجیح دیتے ہیں۔

دراصل بعض لوگوں نے اپنے ساتھیوں کو کنویں کا مینڈک بنا دیا ہے اور یہ بیچارے کسی دوسرے عالم کی تقریر کو بھی پسند نہیں کرتے اور تحریر کو بھی۔ ظاہر ہے کہ جب یہ کسی دوسرے عالم کے پاس جائیں گے نہیں تو اس کی صلاحیتوں سے آگاہ کیسے ہوں گے۔ حضرت ایوب تابعی علیہ الرحمہ کا

قول ہے کہ اِذَا اَرَدْتَ اَنْ تَعْرِفَ خَطَأَ مُعَلِّمِکَ فَجَالِسْ غَیْرَہٗ یعنی اگر تم اپنے استاد کی غلطی سے آگاہ ہونا چاہتے ہو تو اس کے علاوہ بھی کسی کے پاس جا کر بیٹھا کرو (سنن دارمی حدیث نمبر: ۶۴۷)۔

آمدم برسرِ مطلب، ہم نے یہ رسالہ تفضیلیوں کے رد میں تحریر کیا ہے۔ اس موضوع پر ہماری یہ تصنیف کوئی پہلی تصنیف نہیں بلکہ تفضیلیوں کے رد میں لکھی جانے والی اہم کتابیں حسبِ ذیل ہیں۔

۱۔ اَلْحَبْلُ الْوَثِیْقُ فِیْ نُصْرَۃِ الصِّدِّیْقِ

مصنفہ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ

۲۔ قُرَّۃُ الْعَیْنَیْنِ فِیْ تَفْضِیْلِ الشَّیْخَیْنِ

مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ

۳۔ اِزَالَۃُ الْخِفَاءِ

مصنفہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ

۴۔ سِرُّ الْجَلِیْلِ فِیْ مَسْئَلَۃِ التَّفْضِیْلِ

مصنفہ حضرت شاہ عبد العزیز محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ

۵۔ اَلصَّوَاعِقُ الْمُحْرِقَۃُ

مصنفہ حضرت علامہ ابن حجر مکی رحمت اللہ علیہ

۶۔ سبع سنابل (پہلا سنبلہ)

مصنفہ حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمت اللہ علیہ

۷۔ مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِیْ اِبَانَۃِ سَبْقَۃِ الْعُمَرَیْنِ

مصنفہ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ اَلزُّلَالُ الْاَنْقٰی مِنْ بَحْرِ سَبْقَۃِ الْاَتْقٰی

مصنفہ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۹۔ غَایَۃُ التَّحْقِیْقِ فِیْ اِمَامَۃِ عَلِیٍّ وَ الصِّدِّیْقِ

مصنفہ حضرت مولانا احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰۔ تزکِ مرتضوی

مصنفہ حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمت اللہ علیہ

تفضیلیوں کا طریقہِ واردات

کچھ تفضیلی تو ایسے ہیں جو صاف لفظوں میں سیدنا علی المرتضیٰ کو شیخین کریمین علیہم الرضوان سے افضل کہتے ہیں۔ لیکن کچھ تفضیلی ایسے ہیں جو زبان اور قلم سے شیخین کو افضل کہتے ہیں مگر اس افضلیت سے مراد خلافت ظاہری میں افضلیت لیتے ہیں اور ولایت باطنی میں افضلیت کو سیدنا علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ قرار دیتے ہیں۔ جس کا نتیجہ پھر وہی سابقہ تفضیل ہے۔ ان دونوں طبقوں میں کوئی فرق نہیں بلکہ دوسرا طبقہ اپنی مکاری کی وجہ سے پہلے سے زیادہ خطرناک ہے۔ ان کے اس طریقہء واردات کو بے نقاب کرتے ہوئے امام اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

اُدھر والوں میں جن کے قلوب نے غلبہٗ ہوا و غلظت و جفا سے تفضیلِ شیخین کو گوارا نہ کیا اور صریح انکار میں نامِ سنیت مسلوب ہوتے دیکھا، ناچار تحصیلِ مطلوب و دفع مکروہ کی یہ راہ نکالی کہ زبان سے تفضیلِ شیخین کا اقرار اور ترتیب مذکورہٗ اہلِ سنت پر بکشادہ پیشانی اصرار رکھا مگر افضلیت کے معنی وہ تراشے جس سے ان کا مرتبہ مولا علی پر بڑھنے نہ پائے اور اپنا مطلب فاسد ہاتھ سے نہ جائے۔ اس فرقہ کے سامنے جس قدر دلائل قرآن و حدیث و آثارِ اہلِ بیت و اقوالِ علماء سے پیش کیجیے محض بے سود پڑتے ہیں۔ وہ سب کے جواب میں ایک ذرا سی بات کہہ دیتے ہیں کہ ہمیں تفضیلِ شیخین سے کب انکار ہے ہم خود انہیں بعد انبیاء افضل البشر جانتے ہیں۔ مگر افضلیت کے معنی یہ ہیں، نہ وہ جو تم سمجھے۔ لیجیے آدھے فقرہ میں سارا دفتر گاؤ خورد ہو گیا۔ کی کرائی محنت برباد گئی (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۳۲)۔

مطالعہ رکھنے والے احباب جانتے ہیں کہ قادیانی بھی خود کو ختمِ نبوت کا منکر نہیں مانتے اور پرویزی بھی اپنا منکرِ حدیث ہونا تسلیم نہیں کرتے۔ یہی طریقہِ واردات تفضیلیوں کا بھی ہے۔

اب ہم اولاً قرآن، سنت اور اجماع سے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت ثابت کرتے ہیں اور اسکے بعد تفضیلیوں کے دلائل واعتراضات کی تردید کریں گے۔ وَبِاللہِ التَّوفِیق

قرآن میں افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ

قرآن شریف کی بہت سی آیات سے استدلال کرتے ہوئے علماء کرام علیہم الرضوان نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کو ثابت فرمایا ہے۔اور ظاہر ہے کہ قرآن تو خلافت ظاہری کے ملنے سے پہلے نازل ہو چکا تھا۔آیاتِ قرآنی ملاحظہ ہوں۔

(۱)۔ لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ مِنْ قَبْلِ الْفَتْحِ وَ قَاتَلَ اُولٰئِکَ اَعْظَمُ دَرَجَۃً مِنَ الَّذِیْنَ اَنْفَقُوْا مِنْ بَعْدُ وَ قَاتَلُوْا یعنی تم میں سے جن لوگوں نے فتح مکہ سے پہلے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا اور اللہ کی راہ میں جنگ لڑی انکا درجہ بہت بلند ہے۔اس کے بعد خرچ کرنے والے اور جنگ لڑنے والے ان کے برابر نہیں ہو سکتے (الحدید ۱۰:۵۷)۔

اس آیت کی تفسیر میں مختلف علماء کرام نے ایسی زبردست بحث لکھی ہے کہ ایک سے بڑھ کر ایک۔مثلاً تفسیر بغوی میں ہے کہ یہ آیت سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی تھی۔ آپ سب سے پہلے اسلام لائے،سب سے پہلے اللہ کی راہ میں مال خرچ کیا۔سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اسلام کی خاطر سب سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے تلوار اٹھائی (بغوی جلد ۴ صفحہ ۲۹۵)۔یہی بات تفسیر خازن جلد ۴ صفحہ ۲۲۸ اور مدارک جلد ۴ صفحہ ۲۲۸ پر بھی موجود ہے۔

تفسیر ابنِ کثیر میں ہے کہ ایمان والوں کو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس آیت میں صدیقِ اکبر سب سے ٹاپ پر ہیں لَہُ الْحَظُّ الْاَوْفَرُ۔اور تمام انبیاء کی امتوں میں سے اس پر عمل کرنے میں سید و سردار ہیں۔انہوں نے اپنا سارا مال اللہ کی رضا کے لیے خرچ کر دیا (ابنِ کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۰۴)۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا واضح ثبوت ہے۔آپ سب سے آگے ہیں اس لیے کہ آپ سب سے پہلے ایمان لائے۔سب سے پہلے جہاد کیا اور سب سے پہلے اللہ کے نبی پر اپنا مال خرچ کیا (تفسیر قرطبی جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۶)۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ واحدی کا قول ہے کہ ابوبکر پہلے شخص ہیں جنہوں نے اسلام کی خاطر قتال فرمایا۔جبکہ علی اسلام کے ابتدائی دنوں میں ننھے سے بچے تھے (تفسیر کبیر جلد ۱۰ صفحہ ۴۵۲)۔

بیضاوی میں ہے کہ یہ آیت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی اس لیے کہ آپ

سب سے پہلے ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں مال خرچ فرمایا اور کفار سے دست وگریباں ہوئے حتیٰ کہ اتنی زبردست ماریں کھائیں کہ انسان ان سے ہلاک ہوسکتا ہے(تفسیر بیضاوی جلد ۲ صفحہ ۴۶۸)۔

مشرکین مکہ نے جب نبی کریم ﷺ کے گلے میں کپڑا ڈال کر سانس مبارک دبانے کی کوشش کی تو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے مشرکین سے ہاتھا پائی کر کے انہیں دفع کیا اور فرمایا تم اس آدمی کو قتل کرنا چاہتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور وہ تمہارے پاس رب کی طرف سے معجزات بھی لایا ہے(بخاری حدیث نمبر: ۳۶۷۸، ۳۸۵۶، ۴۸۱۵)۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ لوگوں نے پوچھا کہ محمد کا یہ ہمدرد کون ہے؟ دوسروں نے جواب دیا یہ ابوقحافہ کا بیٹا ہے پاگل (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۴۴۸۰)۔

آخر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ کا ارشاد پیش خدمت ہے جو اپنی صدی کے مجدد اور دنیائے اسلام کی عظیم ترین علمی اور روحانی شخصیات میں شمار ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

یہ آیت اس موضوع پر نص ہے کہ فتح سے پہلے قربانیاں دینے والے بعد والوں سے بہتر ہیں۔ (اِلیٰ اَنْ قَالَ) صدیق اکبر نے ہجرت سے پہلے قتال بھی فرمایا اور اللہ کی راہ میں خرچ بھی کیا اور فاروقِ اعظم نے ہجرت سے پہلے قتال فرمایا۔ بخلاف دوسرے تمام صحابہ کے، حضرتِ مرتضیٰ ہوں یا ان کے علاوہ (چہ حضرت مرتضیٰ وچہ غیرِ او) ان سے قبل از ہجرت قتال وانفاق واقع نہیں ہوا۔ پس اس آیت سے ثابت ہو گیا کہ شیخین، حضرتِ مرتضیٰ سے افضل ہیں (ازالۃ الخفا جلد ا صفحہ ۲۹۶۔ ۲۹۷)۔

امام بغوی علیہ الرحمہ نے اسی آیت کی تفسیر میں شانِ صدیق اکبر میں ایک زبردست حدیث اپنی مکمل سند کے ساتھ نقل فرمائی ہے۔ لکھتے ہیں:

حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر تھا۔ حضرت ابوبکر بھی موجود تھے۔ آپ نے عباء پہنی ہوئی تھی جسے سامنے سینے کے پاس کانٹوں سے بخیہ کیا ہوا تھا۔ اتنے میں حضرت جبریل علیہ السلام نازل ہوئے۔ انہوں نے عرض کیا، ابوبکر نے یہ کیسا لباس پہن رکھا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: اس نے اپنا سارا مال فتح مکہ سے پہلے مجھ پر خرچ کر دیا ہے۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے عرض کیا، اللہ تعالیٰ عزوجل فرماتا ہے کہ ابوبکر کو میرا سلام پہنچائیں اور

اس سے پوچھیں کہ کیا تم اس فقر کی حالت میں مجھ سے راضی ہو یا ناراض ہو؟ رسول اللہ ﷺ نے صدیق کو سلام پہنچایا اور یہ سوال پوچھا۔ ابوبکر نے عرض کیا میں اپنے رب سے ناراض ہو سکتا ہوں؟ میں اپنے رب سے راضی ہوں، میں اپنے رب سے راضی ہوں (بغوی جلد ۴ صفحہ ۲۹۵، ابنِ کثیر جلد ۴ صفحہ ۴۰۴، ابونعیم جلد ۷ صفحہ ۱۰۵، کنز العمال جلد ۱۲ صفحہ ۲۲۸)۔ قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ اِسْنَادُهٗ ضَعِيْفٌ

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: یہی وجہ ہے کہ تمام صحابہ نے ابوبکر کو اپنے سے آگے سمجھا ہے اور ابوبکر کے افضل ہونے اور آگے نکل جانے کا اقرار کیا ہے۔ سیدنا علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ اوّل ہیں، ابوبکر ثانی ہیں اور عمر ثالث ہیں اور جس شخص نے مجھے ابوبکر اور عمر سے افضل کہا میں اسے مفتری کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا۔ اور اسے شرعی گواہی کے لیے نااہل قرار دوں گا۔ پہلے والوں نے بعد والوں کی نسبت زیادہ تکالیف اٹھائی ہیں اور ان کی رائے اور مشورے نافذ ہوئے ہیں جن سے اسلام نے ترقی کی ہے (تفسیر قرطبی جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۶)۔

جمیع اہل سنت کو اس بات پر اس قدر یقین اور وثوق حاصل ہے کہ ہم نے اسی حدیث کو بنیاد بنا کر اپنی کتاب کا نام بھی ضربِ حیدری رکھا ہے۔ آج اگر مولا علیؑ حبیبہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام موجود ہوتے تو ان تفضیلیوں کو اسی اسی کوڑے لگاتے۔ لہٰذا ہم سے ناراض ہونے سے پہلے سوچ لیجیے کہ ہمارے سر پر دستِ تائید مولا علی کا موجود ہے۔ جس کا جی چاہے مولا علی پر ایمان لے آئے اور جس کا جی چاہے ان سے جنگ کر کے دیکھ لے۔

اس کے علاوہ علماءِ کرام علیہم الرضوان نے بہت سی آیات سے افضلیتِ صدیقِ اکبر پر استدلال کیا ہے۔ جن میں سے چند آیات مندرجہ ذیل ہیں۔

(۲)۔ وَثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ یعنی دو میں سے دوسرا جب وہ دونوں غار میں تھے (توبہ: ۴۰)۔ اس کی تفسیر میں سیدنا حسان بن ثابت رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ لَمْ يَعْدِلْ بِهٖ رَجُلًا یعنی ابوبکر جیسا کوئی نہیں (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۴۴۶۸)۔

نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے اللہ حسان کی جبریل کے ذریعے مدد فرما (بخاری حدیث نمبر: ۴۵۳، ۳۲۱۲، ۶۱۵۲، مسلم حدیث نمبر: ۶۳۸۴)۔ اور جبریل اللہ کے حکم کے بغیر نہیں

چلتے۔ گویا حضرت حسان نے جو کچھ فرمایا وہ دراصل خدا کا فرمان ہے۔

(۳)۔ وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ یعنی جو اللہ اور اسکے رسول کی فرمانبرداری کرے تو وہ لوگ انکے ساتھ ہوں گے جن پر اللہ نے انعام فرمایا جو انبیاء اور صدیقین اور شہید اور صالحین ہیں (النسائ:۶۹)۔

(۴)۔ اَلَّذِيْنَ اِنْ مَّكَّنّٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ وَاَمَرُوْا بِالْمَعْرُوْفِ وَنَهَوْا عَنِ الْمُنْكَرِ یعنی وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر ہم انہیں زمین میں سلطنت عطا فرمائیں تو وہ نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں اور نیکی کا حکم دیں اور برائی سے منع کریں (حج:۴۱)۔

(۵)۔ قرآنِ مجید کی کئی آیات نقل کرنے کے بعد وَسَيُجَنَّبُهَا الْاَتْقَى (الیل:۱۷) کی تفسیر میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ بس صدیقِ اکبر اتقی امت است واتقی امت اکرم امت است وھو المطلوب باین اسلوب کہ تقریر نمودیم کتاب اللہ بوجوہ بسیار بر افضلیت صدیق و فاروق دلالت می نماید یعنی بس صدیقِ اکبر پوری امت میں سب سے زیادہ متقی ہیں۔ اور جو امت میں سب سے زیادہ متقی ہوتا ہے وہ سب سے زیادہ اکرم ہوتا ہے اور ہم یہی ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ کتاب اللہ بہت سی وجوہات کی بناء پر صدیقِ اکبر اور فاروقِ اعظم کی افضلیت پر دلالت کر رہی ہے (ازالۃ الخفا جلد ا صفحہ ۳۰۱)۔

حضرت علامہ ابن جوزی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اَجْمَعُوْا اَنَّهَا نَزَلَتْ فِىْ اَبِىْ بَكْرٍ یعنی اس پر اجماع ہے کہ یہ آیت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی (صواعق محرقہ صفحہ ٦٦)۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں کہ اَجْمَعَ الْمُفَسِّرُوْنَ مِنَّا عَلٰى اَنَّ الْمُرَادَ مِنْهُ اَبُوْ بَكْرٍ ؓ یعنی ہمارے تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت میں سب سے زیادہ تقوے والا ابوبکر ؓ کو قرار دیا گیا ہے (تفسیر کبیر جلد ۱۱ صفحہ ۱۸۷)۔

حضرت علامہ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں اِنَّ بَعْضَهُمْ حَكَى الْاِجْمَاعَ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ عَلٰى ذَالِكَ یعنی بعض مفسرین نے اس پر اجماع بیان کیا ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق کے بارے میں اتری (تفسیر ابن کثیر جلد ۴ صفحہ ۷۰۷)۔

علامہ ابن حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: وَ فِیھَا التَّصْرِیْحُ بِاَنَّہٗ اَتْقٰی مِنْ سَائِرِ الْاُمَّۃِ وَ الْاَتْقٰی ھُوَ الْاَکْرَمُ عِنْدَ اللّٰہِ لِقَوْلِہٖ تَعَالٰی اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ وَ الْاَکْرَمُ عِنْدَ اللّٰہِ ھُوَ اَفْضَلُ فَنَتَجَ اَنَّہٗ اَفْضَلُ مِنْ بَقِیَّۃِ الْاُمَّۃِ یعنی اس آیت میں تصریح ہے کہ ابوبکر ساری امت سے بڑھ کے متقی ہیں اور قرآن کی روشنی میں جو متقی ہوتا ہے وہی اکرم ہوتا ہے۔ اور جو اللہ کے ہاں اکرم ہے وہی افضل ہے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ ابوبکر پوری امت میں افضل ہیں اور اس آیت کو حضرت علی رضی اللہ عنہ پر چسپاں کرنا ممکن نہیں جیسا کہ بعض جاہلوں نے انتہا درجے کا جھوٹ گھڑا ہے (صواعقِ محرقہ صفحہ ٦٦)۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اَلْاَتْقٰی کا لفظ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں خاص ہے اور نحوی قاعدے کے لحاظ سے کوئی دوسرا اس میں شامل نہیں ہوسکتا (الاتقان جلد ا صفحہ ٣٠)۔ نیز فرماتے ہیں کہ قَدْ تَوَارَدَتْ خَلَائِقُ مِنَ الْمُفَسِّرِیْنَ لَا یُحْصَوْنَ عَلٰی اَنَّھَا نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی خلائقِ مفسرین جن کی تعداد حدوحساب سے باہر ہے، اس بات پر متفق ہیں کہ یہ آیت حضرت ابوبکر کے بارے میں نازل ہوئی (الحاوی للفتاویٰ جلد ا صفحہ ٣١٤)۔

علامہ سیوطی رحمت اللہ علیہ نے اس آیت کی تفسیر میں پورا رسالہ تصنیف فرمایا ہے جس کا نام ہے "الحبل الوثیق فی نصرۃ الصدیق"۔ یہ رسالہ الحاوی للفتاویٰ میں موجود ہے۔ مصنف قدس سرہ نے اس آیت سے افضلیتِ صدیق ثابت کرنے کی انتہا کردی ہے اور منکرین کو تفضیلی ہی نہیں بلکہ رافضیوں کا ساتھی اور خبیث عقیدے والا کہہ دیا ہے۔

حضرت علامہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لِاِتِّفَاقِ الْمُفَسِّرِیْنَ عَلٰی اَنَّ الْاٰیَۃَ نَزَلَتْ فِیْ اَبِیْ بَکْرِ الصِّدِّیْقِ رضی اللہ عنہ یعنی اس پر مفسرین کا اجماع و اتفاق ہے کہ یہ آیت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے بارے میں نازل ہوئی (تفسیر مظہری جلد ١٠ تفسیر سورۃ الیل: ١٧)۔

امام اہل سنت شاہ احمد رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی اس آیت کی تفسیر میں عربی زبان میں سو صفحات پر مشتمل ایک مفصل رسالہ تحریر فرمایا ہے جس کا نام اَلزِّلَالُ الْاَنْقٰی مِنْ بَحْرِ سَبْقَۃِ الْاَتْقٰی ہے جو فتاویٰ رضویہ جلد ٢٨ میں چھپ چکا ہے۔

اصدق الصادقیں ، سید المتقیں

چشم و گوشِ وزارت پہ لاکھوں سلام

جہاں تک متقی ہونے کا تعلق ہے تو ہر صحابی متقی ہے لیکن یہاں بات متقی کی نہیں بلکہ الاتقیٰ کی ہو رہی ہے۔ چنانچہ تفسیر ضیاء القرآن میں ہے: حضور سرورِ عالم ﷺ کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہونے والے سب انہی صفات سے متصف تھے اور ان کی اعلیٰ ترین مثال حضرت صدیقِ اکبر کے عمل میں ملتی ہے (ضیاء القرآن جلد ۵ صفحہ ۵۸۲)۔

قرآن مجید میں سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کیلئے مندرجہ ذیل الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔

۱۔ الاتقیٰ (اللیل: ۱۷)	۲۔ اعظم درجہ (الحدید: ۱۰)
۳۔ سابق (واقعہ: ۱۰)	۴۔ مقرب (واقعہ: ۱۱)
۵۔ صاحب الرسول (توبہ: ۴۰)	۶۔ ثانی اثنین (توبہ: ۴۰)
۷۔ تصدیق کرنے والا (زمر: ۳۳)	۸۔ صدیق کو رب راضی کرے گا (الیل: ۲۱)

آیت وَلَسَوْفَ یَرْضٰی کے ساتھ ذرا وہ حدیث جوڑ کر دیکھیے کہ ابوبکر کے احسانوں کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ خود دے گا۔ اب فرمایئے! ان الفاظ کا تعلق خلافتِ ظاہری سے ہے یا ولایت باطنی سے؟ نیز صدیق اکبر کے خصائص بھی شمار کرتے جایئے۔ یہ تو صرف قرآن ہے، اب ذرا احادیث بھی ملاحظہ فرمایئے۔

احادیث میں افضلیتِ صدیق رضی اللہ عنہ

امام بخاری علیہ الرحمہ نے ایک پورا باب باندھا ہے جس کا نام ہے فَضْلُ اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ یعنی نبی ﷺ کے بعد ابو بکر کی فضیلت (بخاری کتاب: فضائل اصحاب النبی ﷺ ۴/۳۲ باب: فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث نمبر: ۳۶۵۵)۔ امامتِ صدیق والی احادیث پر باب باندھا ہے جس کا نام ہے اَھْلُ الْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ یعنی علم اور فضیلت والا آدمی امامت کا زیادہ حقدار ہے (بخاری کتاب الأذان، ۱۹۷/۶ ۴ باب: اھل العلم و الفضل احق بالامامۃ حدیث نمبر: ۶۷۸)۔ امام ابوداؤ علیہ الرحمہ نے بَابُ التَّفْضِیْلِ باندھا ہے جس میں شیخین کی افضلیت دوپہر کے سورج کی طرح واضح فرمائی ہے (ابوداؤد ۴/ ۲۷۳ من کتاب السنۃ/ ۷ باب التفضیل)۔ ترمذی میں ایک باب ہے: مَزِیَّۃُ اَبِیْ

بَکْرٍ وَ عُمَرَ عِنْدَ النَّبِیِّ ﷺ۔ اس موضوع پر تفصیلاً چالیس احادیث ملاحظہ فرمائیں۔

(۱)۔ عَنْ اَبِیْ مُوْسیٰ رضی اللہ عنہ قَالَ : مَرِضَ النَّبِیُّ ﷺ فَاشْتَدَّ مَرَضُہٗ ، فَقَالَ : مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ، قَالَتْ عَائِشَۃُ: اِنَّہٗ رَجُلٌ رَقِیْقٌ، اِذَا قَامَ مَقَامَکَ لَمْ یَسْتَطِعْ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ، قَالَ: مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ، فَعَادَتْ، فَقَالَ: مُرِیْ اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ ، فَاِنَّکُنَّ صَوَاحِبُ یُوْسُفَ ، فَاَتَاہُ الرَّسُوْلُ ، فَصَلّٰی بِالنَّاسِ فِیْ حَیَاۃِ النَّبِیِّ ﷺ رَوَاہُ الْبُخَارِیُ (بخاری حدیث رقم: ۶۷۸، ۶۷۹، ۶۸۲، ۳۳۸۵، مسلم ۹۴۸ ، ترمذی حدیث رقم: ۳۶۷۲)۔ ذَکَرَہُ الْبُخَارِیُ فِیْ بَابٍ : اَھْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ وَ قَالَ السُّیُوطِی ھٰذَا الْحَدِیْثُ مُتَوَاتِرٌ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۱)۔

ترجمہ : حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ بیمار ہوئے اور تکلیف شدید ہو گئی، تو فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے، حضرت عائشہ نے عرض کیا وہ نرم دل والے آدمی ہیں، جب آپ کی جگہ پر کھڑے ہوں گے تو لوگوں کو نماز نہیں پڑھا سکیں گے، فرمایا: ابوبکر سے کہو لوگوں کو نماز پڑھائے۔ ام المومنین نے وہی بات دہرائی ، تو فرمایا: ابوبکر سے کہہ لوگوں کو نماز پڑھائے، تم لوگ یوسف کے زمانے والیاں ہو، پھر قاصد انکے پاس گیا اور انہوں نے نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں لوگوں کو نماز پڑھائی۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے اس حدیث کو متواتر کہا ہے۔

امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے جس باب کے تحت یہ حدیث نقل فرمائی ہے اس باب کا نام ہے: اَھْلُ الْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ یعنی اہل علم اور اہلِ فضیلت امامت کا زیادہ حقدار ہے (بخاری حدیث نمبر: ۶۷۸) اور یہ بات بھی خلافتِ ظاہری سے پہلے کی ہے۔ صحابہ کرام علیہم الرصوان نے بھی امامت سے افضلیت پر استدلال فرمایا ہے فَاَتَاھُمْ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَقَالَ : یَا مَعْشَرَ الْاَنْصَارِ اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَدْ اَمَرَ اَبَا بَکْرٍ یَؤُمَّ النَّاسَ ، فَاَیُّکُمْ تَطِیْبُ نَفْسُہٗ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَبَا بَکْرٍ رضی اللہ عنہ؟ فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ : نَعُوْذُ بِاللّٰہِ اَنْ نَّتَقَدَّمَ اَبَا بَکْرٍ (المصنف لابن ابی شیبۃ ۸ /۵۷۲ ، سنن نسائی حدیث رقم:۷۷۷ ، مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۴۷۹ ، وَقَالَ صَحِیْحٌ وَوَافَقَہُ الذَّھْبِیُ)۔

(۲)۔ لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْ بَکْرٍ اَنْ یَّؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ یعنی کسی قوم کو یہ زیب نہیں دیتا کہ ابو بکر کی موجودگی میں کوئی اور امامت کرے (ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۷۳)۔ اس حدیث کی شرح

میں ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ فِیہِ دَلِیلٌ عَلٰی اَنَّہُ اَفْضَلُ جَمِیعِ الصَّحَابَۃِ فَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَقَدْ ثَبَتَ اِسْتِحْقَاقُ الْخِلَافَۃِ یعنی اس حدیث میں دلیل ہے کہ ابو بکر صدیق جمیع صحابہ سے افضل ہیں۔ پھر جب افضلیت ثابت ہوگئی تو اس کے بعد خلافت کا حقدار ہونا خود بخود ثابت ہو گیا (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۴)۔

مرقاۃ کی عبارت پر غور کیجیے۔ افضلیت پہلے ثابت ہو رہی ہے اور استحقاقِ خلافت اس کے نتیجے میں ثابت ہو رہا ہے۔ کہاں گیا تفضیلیوں کا وہ عقیدہ کہ افضلیت خلافت ظاہری پر محمول ہے۔

(۳)۔ لَو کُنتُ مُتَّخِذًا خَلِیلًا لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ خَلِیلًا یعنی اگر میں کسی کو خلوت کا دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا لیکن میں اللہ کا خلیل ہوں (مسلم حدیث نمبر: ۶۱۷۲، ۶۱۷۳، ۶۱۷۴، ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۵۵، ابن ماجہ حدیث نمبر: ۹۳)۔ امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کو متواتر قرار دیتے ہوئے لکھتے ہیں: قَدْ وَرَدَ ھٰذَا الْحَدِیثُ مِنْ رِوَایَۃِ ابْنِ عَبَّاسٍ، وَ ابْنِ الزُّبَیْرِ، وَ ابْنِ مَسْعُوْدٍ، وَ جُنْدُبِ بْنِ عَبْدِ الْمُعَلّٰی، وَ عَائِشَۃَ، وَ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ، وَ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْھُمْ، وَ قَدْ سَرَدْتُ طُرُقَھُمْ فِی الْاَحَادِیْثِ الْمُتَوَاتِرَۃِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۵)۔

اس حدیث پر غور فرمائیے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خدا کی دوستی کے ترازو میں تول کر رکھ دیا گیا ہے۔ اور انہیں اللہ تعالیٰ کے بعد سب سے پسندیدہ اور محبوب شخصیت قرار دیا گیا ہے۔ اور یہ بھی خلافتِ ظاہری سے بہت پہلے کی بات ہے۔ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ھٰذَا الْحَدِیثُ دَلِیلٌ ظَاھِرٌ عَلٰی اَنَّ اَبَا بَکْرٍ اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ یعنی یہ حدیث ابو بکر کے افضل الصحابہ ہونے پر زبردست دلیل ہے (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۳)۔

(۴)۔ ایک مرتبہ حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ صدیق اکبر کے آگے آگے چل رہے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا تم اس شخص کے آگے کیوں چل رہے ہو جس سے بہتر شخص پر نبیوں کے بعد سورج طلوع نہیں ہوتا (فضائل الصحابہ حدیث نمبر: ۱۳۷، ابو نعیم حدیث نمبر: ۳۱۵۹ تقریب البغیۃ بترتیب احادیث الحلیۃ، تاریخ بغداد للخطیب جلد ۱۲ صفحہ ۴۳۸، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث نمبر: ۷۳۰۶، مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴۴ حدیث نمبر: ۱۴۳۱۳)۔ صَحَّحَہُ الشَّاہُ عَبْدُ الْعَزِیْزِ فِیْ تَفْسِیْرِہٖ وَ ذَکَرَ ابْنُ جَوْزِیْ طُرُقَہٗ، وَقَالَ ابْنُ حَجَرٍ مَکِّیْ لَہٗ شَوَاھِدُ مِنْ وُجُوْہٍ اُخَرَ تَقْضِیْ لَہٗ بِالصِّحَۃِ اَوِ الْحُسْنِ وَقَدْ اَشَارَ ابْنُ کَثِیْرٍ اِلَی الْحُکْمِ بِصِحَتِہٖ [الصواعق

المحرقه صفحة ۶۸]۔ یہ حدیث افضلیتِ صدیق پر صریح نص ہے۔

لطف کی بات یہ ہے کہ اس حدیث کو حضور سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ نے بھی روایت فرمایا ہے، اور فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد امام محمد باقر سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد امام زین العابدین سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ مجھے میرے والد ماجد سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ نے بتایا اور انہوں نے فرمایا کہ میں نے اپنے والد ماجد علی بن ابی طالب سے سنا، انہوں نے فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا کہ: مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ وَلَا غَرَبَتْ الحدیث یعنی ابوبکر سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا (الریاض النضرہ ۱/۱۳۶)۔ اس حدیث کے راوی تمام اہل بیت اطہار ہیں اور ایسی سند کو سلسلۃ الذہب کہتے ہیں یعنی سونے کی لڑی۔

(۵)۔ عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ: اَبُوْ بَكْرٍ سَيِّدُنَا وَ خَيْرُنَا وَ اَحَبُّنَا اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ یعنی حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ابوبکر ہمارے آقا و سردار تھے اور ہم سب سے بہتر تھے اور ہم سب سے زیادہ رسول اللہ ﷺ کو پیارے تھے (بخاری حدیث نمبر: ۳۶۶۸، ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۵۶، مستدرک حدیث نمبر: ۴۴۷۷)۔

(۶)۔ ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے حضرت حسان رضی اللہ عنہ سے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کی شان میں کچھ لکھا ہے۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں۔ انہوں نے یہ رباعی سنائی:

وَ ثَانِیَ اثْنَیْنِ فِی الْغَارِ الْمُنِیْفِ وَ قَدْ ۔۔۔ طَافَ الْعَدُوُّ بِهٖ اِذْ صَعِدَ الْجَبَلَا

وَ كَانَ حِبَّ رَسُوْلِ اللّٰهِ قَدْ عَلِمُوْا مِنَ الْبَرِيَّةِ لَمْ يَعْدِلْ بِهٖ رَجُلَا

ترجمہ: آپ دو میں سے دوسرے تھے اس بابرکت غار میں اور دشمن نے اسکے اردگرد چکر لگایا جب وہ پہاڑ پر چڑھا۔ ابوبکر اللہ تعالیٰ کے رسول کے محبوب تھے اور لوگوں کو اس بات کا علم تھا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام ساری مخلوق میں سے کسی کو آپکا ہم پلہ نہیں سمجھتے (ترجمہ از تفسیر ضیاء القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۱۳)۔ (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۴۴۶۸، ۴۵۱۸، الاستیعاب صفحہ ۴۳۰، تاریخ الخلفاء للسیوطی صفحہ ۳۹)۔ سَكَتَ عَنْهُ الْحَاكِمُ

طبرانی میں ہے کہ یہی حدیث سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت فرمائی ہے اور یہ

رباعی سن کر نبی کریم ﷺ اتنا ہنسے کہ آپ کے پچھلے دانت مبارک نظر آ گئے۔ اور فرمایا اے حسان تو نے سچ کہا ابو بکر اسی مرتبے کا مالک ہے (صواعقِ محرقہ صفحہ ۸۵)۔

(۷)۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَیَّ فِیْ صُحْبَتِہٖ وَ مَالِہٖ اَبُوْ بَکْرٍ وَ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً مِنْ اُمَّتِیْ لَاتَّخَذْتُ اَبَا بَکْرٍ، وَ لٰکِنْ اُخُوَّۃُ الْاِسْلَامِ وَ مَوَدَّتُہٗ، لَا یَبْقَیَنَّ فِی الْمَسْجِدِ بَابٌ اِلَّا سُدَّ، اِلَّا بَابَ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی صحبت اور مال میں تمام لوگوں میں میرا سب سے بڑا خدمت گار ابو بکر ہے (بخاری حدیث نمبر: ۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴، مسلم حدیث نمبر: ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۶۰)۔ غور فرمایئے یہ جملہ اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوتا بلکہ لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً کے الفاظ بھی مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں ہوتے تو تفضیلی دھمال مارنے لگ جاتے۔

(۸)۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُطْبَۃً خَفِیْفَۃً، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِہٖ قَالَ: یَا اَبَا بَکْرٍ قُمْ فَاخْطُبْ فَقَامَ اَبُوْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ فَخَطَبَ فَقَصَّرَ دُوْنَ النَّبِیِّ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ اَبُوْ بَکْرٍ مِنْ خُطْبَتِہٖ قَالَ: یَا عُمَرُ قُمْ فَاخْطُبْ فَقَامَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَخَطَبَ فَقَصَّرَ دُوْنَ النَّبِیِّ ﷺ وَ دُوْنَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۵۵۶)۔ وَ قَالَ صَحِیْحُ الْاِسْنَادِ، قَالَ الذَّھَبِیُّ مُنْقَطِعٌ، وَ نَقَلَ السُّیُوْطِیُّ عَلَیْہِ الرَّحْمَۃُ عَنِ ابْنِ عَسَاکِرٍ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رضی اللہ عنہ کَانَ اَوَّلَ خَطِیْبٍ دَعَا اِلَی اللّٰہِ وَ رَسُوْلِہٖ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۳)۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مختصر سا خطبہ ارشاد فرمایا، پھر جب اپنے خطبے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابو بکر کھڑے ہو جاؤ اور خطاب کرو، ابو بکر کھڑے ہو گئے اور خطاب فرمایا اور نبی کریم ﷺ سے مختصر خطاب کیا، پھر جب ابو بکر اپنے خطاب سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر کھڑے ہو جاؤ اور خطاب کرو، عمر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی خطاب فرمایا اور نبی کریم ﷺ اور ابو بکر سے مختصر خطاب کیا۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمہ نے ابن عساکر سے نقل کیا ہے صدیق اکبر پہلے خطیب تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔

(۹)۔ ایک حدیث میں ہے کہ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قَطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابو بکر کے مال نے دیا ہے (ترمذی حدیث نمبر: ۳۶۶۱، مسند احمد ۲/۳۸۶ حدیث نمبر ۸۸۱۱، فضائل الصحابہ حدیث نمبر ۲۹، مسند حمیدی

حدیث نمبر ۲۵۰ ، مسند ابو یعلی حدیث نمبر ۴۴۱۸، ۴۹۰۵)۔قَالَ التِّرْمِذِیْ هٰذَا حَدِیْثٌ حَسَنٌ

امام احمد حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَحَدٍ قطُّ مَا نَفَعَنِیْ مَالُ اَبِیْ بَکْرٍ فَبَکٰی اَبُوْ بَکْرٍ وَ قَالَ هَلْ اَنَا وَ مَالِیْ اِلَّا لَکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی شخص کے مال نے مجھے اتنا فائدہ نہیں دیا جتنا ابوبکر کے مال نے دیا ہے۔ یہ سن کر حضرت ابوبکر رو پڑے اور عرض کیا یارسول اللہ میری جان اور میرا مال آپ ہی کا تو ہے (ابن ماجہ حدیث نمبر ۹۴، ابن ابی شیبہ حدیث نمبر ۱۱۹۷۶، مسند احمد ۲ / ۳۴۰ حدیث نمبر : ۷۴۴۶، فضائل الصحابہ حدیث نمبر ۲۵، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث نمبر ۱۲۶۴ اِسْنَادُهٗ صَحِیْحٌ وَرِجَالُهٗ رِجَالُ الشَّیْخَیْن)۔

حضرت ابوبکر شبلی علیہ الرحمۃ سے کسی نے زکوۃ کا نصاب پوچھا۔آپ نے فرمایا فقہ کا مسئلہ پوچھ رہے ہو یا عشق کی بات کررہے ہو؟ اس بندے نے عرض کیا دونوں طرح سے ارشاد فرما دیں۔آپ نے فرمایا شریعت کی زکوۃ اڑھائی فیصد ہے جب کہ عشق کی زکوۃ سارے کا سارا مال اور اس کے ساتھ ساتھ جان کا نذرانہ پیش کرنے سے ادا ہوتی ہے۔اس بندے نے عرض کیا کہ عشق کی زکوٰۃ کی دلیل کیا ہے؟ آپ نے فرمایا اس کی دلیل یہ ہے کہ سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے اپنا سارا مال نبی کریم ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا اور اپنی بیٹی عائشہ نذرانے کے طور پر پیش کر دی (مکتوبات یحییٰ منیری صفحہ ۳۴)۔

ایک اور حدیث میں اس طرح ہے کہ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یَقْضِیْ فِیْ مَالِ اَبِیْ بَکْرٍ کَمَا یَقْضِیْ فِیْ مَالِ نَفْسِهٖ یعنی نبی کریم ﷺ ابوبکر کے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح استعمال فرماتے تھے (فضائل الصحابہ جلد ۱ صفحہ ۷۲،الریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۰، مصنف عبد الرزاق حدیث نمبر: ۲۰۳۹۷، مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۲۸۶)۔

مالی قربانیوں والی ان تمام احادیث کے ساتھ قرآنی آیت لَا یَسْتَوِیْ مِنْکُمْ مَنْ اَنْفَقَ قَبْلَ الْفَتْحِ جوڑ کر دیکھیے افضلیتِ صدیق میں مزید نکھار آجائے گا۔

(۱۰)۔ عَنْ سَعِیْدِ بْنِ الْمُسَیِّبِ قَالَ: کَانَ اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رضی اللہ عنہ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ مَکَانَ الْوَزِیْرِ، فَکَانَ یُشَاوِرُهٗ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِهٖ، وَ کَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْاِسْلَامِ، وَ کَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْغَارِ،

وَ کَانَ ثَانِیَہٖ فِی الْعَرِیْشِ یَوْمَ بَدْرٍ، وَ کَانَ ثَانِیَہٖ فِی الْقَبْرِ، وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یُقَدِّمُ عَلَیْہِ اَحَداً (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۴۶۳)۔ قَالَ الذَّھْبِیُّ فِیْ رُوَاتِہٖ مَجْھُوْلٌ

ترجمہ: حضرت سعید بن مسیب فرماتے ہیں کہ ابوبکر صدیق نبی کریم ﷺ کے لیے وزیر کی طرح تھے، حضور آپ سے تمام معاملات میں مشورہ لیتے تھے، وہ اسلام میں آپ کے ثانی تھے، وہ غار میں آپکے ثانی تھے، وہ بدر کے دن عریش میں آپ کے ثانی تھے، وہ قبر میں آپ کے ثانی ہوئے، اور رسول اللہ ﷺ کسی کو ان سے آگے نہیں سمجھتے تھے۔

(۱۱)۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اَمَا اِنَّکَ یَا اَبَا بَکْرٍ اَوَّلُ مَنْ یَدْخُلُ الْجَنَّۃَ مِنْ اُمَّتِیْ (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۵۲، مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۵۰۰ قَالَ صَحِیْحٌ وَ وَافَقَہُ الذَّھْبِی)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے ابوبکر تم میری امت میں سب سے پہلے جنت میں جاؤ گے۔

(۱۲)۔ عَنْ سَھْلِ بْنِ سَعْدِ السَّاعِدِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِنَّ اللّٰہَ یَکْرَہُ اَنْ یُخَطَّأَ اَبُوْ بَکْرٍ (المعجم الاوسط للطبرانی کما فی مجمع الزوائد حدیث رقم: ۱۴۳۲۸، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۵۰)۔ قَالَ الْھَیْثَمِیْ وَ ابْنُ حَجَرٍ مَکِّیْ وَ السُّیُوْطِیْ رِجَالُہٗ ثِقَاتٌ

ترجمہ: حضرت سہل بن سعد الساعدی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ ناپسند کرتا ہے کہ ابوبکر سے خطا ہو۔

(۱۳)۔ عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ النَّبِیُّ ﷺ: اِنَّ اللّٰہَ بَعَثَنِیْ اِلَیْکُمْ فَقُلْتُمْ کَذَبْتَ وَقَالَ اَبُوْبَکْرٍ صَدَقَ وَ وَاسَانِیْ بِنَفْسِہٖ وَ مَالِہٖ فَھَلْ اَنْتُمْ تَارِکُوْلِیْ صَاحِبِیْ (بخاری حدیث رقم: ۳۶۶۱، ۴۶۴۰)۔

ترجمہ: حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مجھے تم لوگوں کے پاس بھیجا تو تم سب نے کہا تم جھوٹے ہو، اور ابوبکر کہتا رہا وہ سچا ہے، اور اس نے اپنی جان اور اپنے مال کے ذریعے میری مدد کی، کیا تم لوگ ایسا نہیں کر سکتے کہ میرے یار کو میرے لیے رہنے دو؟

(۱۴)۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: مَنْ اَنْفَقَ زَوْجَیْنِ مِنْ

شَيْءٍ مِنَ الْاَشْيَآءِ فِي سَبِيْلِ اللّٰهِ دُعِيَ مِنْ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ، يَا عَبْدَ اللّٰهِ هٰذَا خَيْرٌ، فَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّلَاةِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّلَاةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الْجِهَادِ، دُعِيَ مِنْ بَابِ الْجِهَادِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصَّدَقَةِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصَّدَقَةِ، وَمَنْ كَانَ مِنْ اَهْلِ الصِّيَامِ دُعِيَ مِنْ بَابِ الصِّيَامِ، وَبَابِ الرَّيَّانِ فَقَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: مَا عَلٰى هٰذَا الَّذِيْ يُدْعٰى مِنْ تِلْكَ الْاَبْوَابِ مِنْ ضُرُوْرَةٍ، وَقَالَ: هَلْ يُدْعٰى مِنْهَا كُلِّهَا اَحَدٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ؟ قَالَ: نَعَمْ، وَاَرْجُوْ اَنْ تَكُوْنَ مِنْهُمْ يَا اَبَا بَكْرٍ (مسلم حدیث رقم: ۲۳۷۱، ۲۳۷۲، بخاری حدیث رقم: ۱۸۹۷، ۲۸۴۱، ۳۲۱۶، ۳۶۶۶)۔

ترجمہ: حضرت ابوہریرہ ﷛ فرماتے ہیں: میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: جس شخص نے اپنے مال میں سے ایک جوڑا اللہ کی راہ میں خرچ کیا اسے جنت کے دروازوں سے بلایا جائے گا۔ اے اللہ کے بندے، یہ ہے نیکی۔ تو جو نمازیوں میں سے ہوگا اسے نماز کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ اور جو اہلِ جہاد میں سے ہوگا اسے جہاد کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو اہلِ صدقہ میں سے ہوگا اسے صدقہ کے دروازے سے بلایا جائے گا۔ جو روزہ داروں میں سے ہو گا اسے روزے کے دروازے باب الریان سے بلایا جائے گا۔ ابوبکر نے عرض کیا: یارسول اللہ کسی شخص کو ان تمام دروازوں میں سے بیک وقت پکارے جانے کی ضرورت تو نہیں مگر پھر بھی کیا کوئی ایسا شخص ہوگا جسے تمام دروازوں سے پکارا جائے گا؟ فرمایا: ہاں۔ اور مجھے امید ہے اے ابوبکر تم ان میں سے ہوگے۔

(۱۵)۔ عَنْ عُرْوَةَ بْنِ الزُّبَيْرِ ﷛ قَالَ: سَاَلْتُ عَبْدَ اللّٰهِ بْنَ عَمْرٍو عَنْ اَشَدِّ مَا صَنَعَ الْمُشْرِكُوْنَ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ، قَالَ: رَاَيْتُ عُقْبَةَ بْنَ اَبِيْ مُعَيْطٍ، جَآءَ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ وَهُوَ يُصَلِّيْ، فَوَضَعَ رِدَآءَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ فَخَنَقَهٗ بِهٖ خَنْقًا شَدِيْدًا، فَجَآءَ اَبُوْ بَكْرٍ حَتّٰى دَفَعَهٗ عَنْهُ، فَقَالَ: اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ يَّقُوْلَ رَبِّيَ اللّٰهُ، وَقَدْ جَآءَكُمْ بِالْبَيِّنَاتِ مِنْ رَّبِّكُمْ رَوَاهُ الْبُخَارِيُّ (بخاری حدیث رقم: ۳۶۷۸، ۳۸۵۶، ۴۸۱۵)۔ اِسْتَدَلَّ سَيِّدُنَا عَلِيٌّ ﷛ عَلٰى كَوْنِ الصِّدِّيْقِ اَشْجَعَ النَّاسِ مِنَ الْاَحَادِيْثِ مِثْلَ هٰذَا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲، الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۸، الصواعق المحرقۃ صفحہ]۳۰۔ وَيُؤَيِّدُهٗ اِسْتِقَامَةُ الصِّدِّيْقِ عِنْدَ وَفَاةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ وَتَنْفِيْذُ جَيْشِ اُسَامَةَ وَقِتَالُ الْمُرْتَدِّيْنَ

ترجمہ: حضرت عروہ بن زبیر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے عبداللہ بن عمرو سے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ مشرکین کے سخت ترین معاملہ کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے فرمایا: میں نے عقبہ بن ابی معیط کو دیکھا، وہ نبی کریم ﷺ کے پاس آیا جبکہ آپ نماز ادا فرمارہے تھے۔اس نے اپنی چادر آپ کے گلے میں ڈال کر آپ کا گلا شدت سے دبایا۔اوپر سے ابوبکر آ گئے، انہوں نے اسے دفع کیا اور کہا: کیا تم لوگ اس مردِ خدا کو قتل کرتے ہو جو صرف یہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے۔ حالانکہ وہ تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہے؟

اس جیسی احادیث سے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے صدیق اکبر کے تمام لوگوں سے زیادہ بہادر ہونے پر استدلال فرمایا ہے۔اسکی تائید صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے موقع پر ثابت قدم رہنے، حضرت اسامہ والا لشکر روانہ کرنے اور مرتدین سے جنگ کرنے سے بھی ہوتی ہے۔

(۱۶)۔ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ: قَالَ لِيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ فِيْ مَرَضِهٖ: اُدْعِيْ لِيْ اَبَا بَكْرٍ، وَ اَخَاكِ، حَتّٰى اَكْتُبَ كِتَاباً، فَاِنِّيْ اَخَافُ اَنْ يَّتَمَنّٰى مُتَمَنٍّ وَيَقُوْلَ قَائِلٌ: اَنَا اَوْلٰى، وَيَأْبَى اللّٰهُ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ (مسلم حدیث رقم:۶۱۸۱)۔اَلْحَدِيْثُ صَحِيْحٌ

ترجمہ: حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے مرضِ وفات میں مجھ سے فرمایا: ابوبکر اور اپنے بھائی کو میرے پاس بلاؤ، تاکہ میں تحریر لکھ دوں، مجھے ڈر ہے کہ کوئی خواہش کرنے والا خواہش نہ کرے اور کہنے والا کہتا نہ پھرے کہ میں زیادہ حق دار ہوں، حالانکہ اللہ اور تمام مومنین (یعنی فرشتے) ابوبکر کے سواء ہر کسی کا انکار کر رہے ہیں۔

علماء فرماتے ہیں کہ اس حدیث میں واضح ترین دلالت موجود ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے علی الاطلاق افضل ہیں قَالَ الْعُلَمَآءُ الخ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۲)۔

(۱۷)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: جَآءَ رَجُلٌ النَّبِيَّ ﷺ مُنْصَرَفَهٗ مِنْ اُحُدٍ فَقَالَ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ، اِنِّيْ رَاَيْتُ هٰذِهِ اللَّيْلَةَ فِي الْمَنَامِ ظُلَّةً تَنْطِفُ السَّمْنَ وَ الْعَسَلَ، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ بِاَبِيْ اَنْتَ، وَ اللّٰهِ لَتَدَعَنِّيْ فَلَاَعْبُرَنَّهَا، قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اُعْبُرْهَا، قَالَ اَبُوْ بَكْرٍ: اَمَّا الظُّلَّةُ فَظُلَّةُ الْاِسْلَامِ، وَ اَمَّا الَّذِيْ يَنْطِفُ مِنَ السَّمْنِ وَ الْعَسَلِ فَالْقُرْآنُ وَ حَلَاوَتُهٗ وَلِيْنُهٗ اَلْحَدِيْثُ اِلٰى آخِرِهٖ (مسلم حدیث رقم:۵۹۲۸، ۵۹۲۹، بخاری حدیث رقم:۷۰۴۶، ۷۰۰۰، ابوداؤد حدیث رقم:۳۲۶۷، ۳۲۶۹، ۴۶۳۳، ابن ماجہ حدیث رقم:۳۹۱۸)۔وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ

سِیْرِیْنَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہِ کَانَ اَعْبَرَ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ بَعْدَ نَبِیِّھَا اَبُوْ بَکْرٍ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳، الصواعق المحرقۃ صفحہ ۳۴، الریاض النضرۃ ۱/۵۹)۔

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک آدمی جنگِ احد سے واپسی پر نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور کہا: یارسول اللہ میں نے آج رات خواب میں ایک سائبان دیکھا جس میں سے گھی اور شہد ٹپک رہا ہے۔ حضرت ابوبکر نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ میرے ماں باپ فدا ہوں، بخدا آپ مجھے اجازت دیں، میں اس کی تعبیر کروں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس کی تعبیر بیان کرو۔ ابوبکر نے عرض کیا: وہ جو سائبان ہے اس سے مراد اسلام کی چھتری ہے، اور وہ جو گھی اور شہد کا ٹپکنا ہے، اس سے مراد قرآن کی حلاوت اور اس کی نرمی ہے۔ حضرت محمد بن سیرین تابعی فرماتے ہیں کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد تعبیر کے سب سے بڑے ماہر ابوبکر تھے۔

(۱۸)۔ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: اَتَتِ امْرَاَۃٌ النَّبِیَّ ﷺ فَاَمَرَھَا اَنْ تَرْجِعَ اِلَیْہِ، قَالَتْ اَرَاَیْتَ اِنْ جِئْتُ وَلَمْ اَجِدْکَ؟ کَاَنَّھَا تَقُوْلُ الْمَوْتَ، قَالَ عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ: اِنْ لَّمْ تَجِدِیْنِیْ فَأْتِیْ اَبَا بَکْرٍ (مسلم حدیث رقم: ۶۱۷۹، ۶۱۸۰، بخاری حدیث رقم: ۷۲۲۰، ۷۳۶۰، ۳۶۵۹، ترمذی حدیث رقم ۳۶۷۶)۔

ترجمہ: حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر ہوئی۔ آپ نے اسے پھر کبھی آنے کا حکم دیا۔ وہ کہنے لگی، اگر میں آؤں اور آپ کو نہ پاؤں تو پھر؟ جیسے وہ وفات کی بات کررہی ہو۔ آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا: اگر تم مجھے نہ پاؤ تو ابوبکر کے پاس آنا۔

(۱۹)۔ آپ رضی اللہ عنہ کو صدیق کا لقب بھی اللہ کریم کی طرف سے بذریعہ جبریل امین علیہ السلام عطا ہوا (مستدرک حاکم حدیث نمبر: ۴۴۶۰)۔ ولایت کا سب سے بڑا مرتبہ صدیقیت کا ہوتا ہے۔ صدیقین کے اوپر انبیاء ہوتے ہیں کما فی القرآن مِنَ النَّبِیّٖنَ وَالصِّدِّیْقِیْنَ وَالشُّھَدَآءِ وَالصّٰلِحِیْنَ۔ اور اکبر اسم تفضیل ہے جس کا معنی ہے سب سے بڑا۔ اللہ اکبر ماننے کے بعد کسی کو خدا سے بڑا کہنا اگر درست ہے تو پھر بے شک سیدنا ابوبکر کو بھی صدیق اکبر ماننے کے بعد خلافت ظاہری اور باطنی کا چکر چلا کر انہیں پیچھے کردیجیے۔

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عُرِجَ بِیْ اِلَی السَّمَآءِ فَمَا مَرَرْتُ بِسَمَآءٍ اِلَّا وَجَدْتُ فِیْھَا اِسْمِیْ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ وَ اَبُوْ بَکْرٍ

الصِدِّيقُ خَلْفِیْ یعنی مجھے آسمان پر لے جایا گیا تو میں جس آسمان سے بھی گزرا، ہر آسمان پر اپنا نام محمد رسول اللہ اور اپنے نام کے پیچھے ابو بکر صدیق لکھا ہوا پایا (مسند ابی یعلی حدیث نمبر ۶۶۰۰)۔ علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ یہ حدیث ابنِ عباس، ابنِ عمر، انس، ابی سعید، ابی الدرداء رضی اللہ عنہم سے بھی مروی ہے۔ اسکی اسناد ضعیف ہیں جو ایک دوسرے کو قوت دے رہی ہیں یَشُدُّ بَعْضُهَا بَعْضاً (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۸)۔ حدیث حسن ثابت ہوگئی۔

ایک مرتبہ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو خطاب فرمایا، آپ متوجہ ہوئے تو ابو بکر نظر نہ آئے، آپ ﷺ نے فرمایا: ابوبکر ابوبکر، اِنَّ رُوْحَ الْقُدُسِ جِبْرِیْلَ عَلَیْهِ السَّلَامُ اَخْبَرَنِیْ آنِفاً اَنَّ خَیْرَ اُمَّتِکَ بَعْدَکَ اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ یعنی مجھے جبریل امین روح القدس علیہ السلام نے خبر دی ہے کہ آپ کی امت میں آپ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں (طبرانی اوسط حدیث نمبر: ۶۴۴۸)۔ اَلْحَدِیْثُ ضَعِیْفٌ

شیخین کا اکٹھا ذکر

(۲۰)۔ عَنْ حُذَیْفَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ: اِقْتَدُوْا بِاللَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ رَوَاهُ التِّرْمِذِیْ وَابْنُ مَاجَةَ [ترمذی حدیث رقم: ۳۶۶۲، ۳۶۶۳، ابن ماجة حدیث رقم: ۹۷]۔ قَالَ التِّرْمِذِیْ حَسَنٌ، وَلَهُ طُرُقٌ

ترجمہ: حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میرے بعد ان دو کی پیروی کرنا، ابوبکر اور عمر۔

یہ سب خلافتِ ظاہری سے بہت پہلے کی باتیں ہیں۔ طبرانی کے الفاظ یہ ہیں کہ اِقْتَدُوْا بِاللَّذَیْنِ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَعُمَرَ فَاِنَّهُمَا حَبْلُ اللهِ الْمَمْدُوْدُ مَنْ تَمَسَّکَ بِهِمَا فَقَدْ تَمَسَّکَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰی لَا انْفِصَامَ لَهَا وَلَهُ طُرُقٌ اُخْرٰی یعنی میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا۔ بے شک یہ دونوں اللہ کی طویل رسی ہیں۔ جس نے اسے پکڑ لیا اس نے مضبوط رسی کو پکڑا جو کبھی نہیں ٹوٹ سکتی۔ یہ حدیث کئی سندوں کے ساتھ روایت کی گئی ہے (صواعق محرقہ صفحہ ۷۷)۔

(۲۱)۔ عَنْ اُمِّ سَلْمَةَ رَضِیَ اللهُ عَنْهَا اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ قَالَ: اِنَّ فِی السَّمَاءِ مَلَکَیْنِ: اَحَدُهُمَا یَأْمُرُ بِالشِّدَّةِ، وَالْآخَرُ یَأْمُرُ بِاللِّیْنِ، وَکُلٌّ مُصِیْبٌ جِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ، وَنَبِیَّانِ:

اَحَدُهُمَا يَأمُرُ بِالشَّدَةِ، وَالآخَرُ يَأمُرُ بِاللِّينِ، وَكُلٌّ مُصِيبٌ وَذَكَرَ اِبْرَاهِيمَ وَنُوحاً، وَلِيْ صَاحِبَانِ: اَحَدُهُمَا يَأمُرُ بِالشَّدَةِ، وَالآخَرُ يَأمُرُ بِاللِّينِ، وَكُلٌّ مُصِيبٌ، وَذَكَرَ اَبَا بَكْرٍ وَ عُمَرَ[المعجم الكبير حديث رقم:١٩١٩٠، مجمع الزوائد حديث رقم:١٤٣٤٥]۔قَالَ الْهَيْثَمِي رِجَالُهُ ثِقَاتٌ

ترجمہ: ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: بے شک آسمان میں دو فرشتے ہیں جن میں سے ایک سختی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی سے حکم دیتا ہے، اور دونوں حق پر ہیں، ایک جبریل ہے اور دوسرا میکائیل۔ اور دو نبی ہیں جن میں سے ایک سختی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی سے حکم دیتا ہے، اور دونوں حق پر ہیں، یہاں آپ نے حضرت ابراہیم اور حضرت نوح علیہما السلام کا ذکر فرمایا۔ اور میرے دو یار ہیں جن میں سے ایک سختی سے حکم دیتا ہے اور دوسرا نرمی سے حکم دیتا ہے، اور دونوں حق پر ہیں، یہاں آپ نے ابوبکر اور عمر کا ذکر فرمایا۔

(۲۲)۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: اَبُو بَكْرٍ وَ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ مِنَ الْاَوَّلِينَ وَالآخِرِينَ مَا خَلَا النَّبِيِّينَ وَالْمُرْسَلِينَ ، لَا تُخْبِرْ هُمَا يَا عَلِيُّ رَوَاهُ التِّرْمَذِيُ (ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۶، ۳۶۶۵، ابن ماجۃ حدیث رقم:۹۵، ابن ابی شیبہ ۷/۴۷۳، مسند احمد حدیث رقم:۶۰۴، مسند ابی یعلیٰ حدیث رقم:۵۳۳، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم:۱۳۴۸)۔وَرَوَاهُ التِّرْمَذِيُ وَالْبَغْوِيُ عَنْ اَنَسٍ (حدیث رقم:۳۶۶۴، شرح السنۃ باب فضل ابی بکر وعمر حدیث رقم:۳۸۹۶)۔وَرَوَاهُ ابْنُ مَاجَةَ وَابْنُ حِبَّانٍ وَالطَّبْرَانِيُ عَنْ اَبِيْ جُحَيْفَةَ(ابن ماجہ حدیث رقم:۱۰۰، ابن حبان حدیث رقم:۶۹۰۴، المعجم الاوسط حدیث رقم: ۴۱۷۴)۔وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُ عَنْ جَابِرِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ(المعجم الاوسط حدیث رقم:۸۸۰۸)۔وَرَوَاهُ الطَّبْرَانِيُ عَنْ اَبِيْ سَعِيدِ الْخُدْرِيِ (المعجم الاوسط حدیث رقم:۴۴۳۱)۔وَفِيْ رِوَايَةِ اَحْمَدَ عَنْ عَلِيٍّ قَالَ: هٰذَانِ سَيِّدَا كُهُولِ اَهْلِ الْجَنَّةِ وَشَبَابِهَا(حدیث رقم:۶۰۴)۔ اَلْحَدِيثُ صَحِيحٌ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ فرمایا: ابوبکر اور عمر اگلے اور پچھلے جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے، اے علی انہیں مت بتانا۔ اس حدیث کو سیدنا علی کے علاوہ حضرت انس، ابوجحیفہ، جابر اور ابوسعید خدری رضی اللہ عنہم نے روایت

کیا۔ مسندِ احمد میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا: یہ دونوں جنتی بوڑھوں اور نوجوانوں کے سردار ہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: ایں حدیث مصرح است بافضلیتِ ایشاں بر جمیع صحابہ و مستفیض است از مرتضیٰ یعنی یہ حدیث شیخین کی افضلیت پر بڑی واضح حدیث ہے اور اسے روایت کرنے والے خود مرتضیٰ ہیں (ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۳۱۶)۔

یہ حدیث مسندِ احمد میں اس طرح موجود ہے کہ: سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم ﷺ کے پاس حاضر تھا، اوپر سے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما آ گئے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: یَا عَلِیُّ ھٰذَانِ سَیِّدَا کُھُوْلِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ وَ شَبَابِھَا بَعْدَ النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ یعنی اے علی یہ دونوں جنتی بوڑھوں اور نوجوانوں کے سردار ہیں، نبیوں اور رسولوں کے بعد (مسندِ احمد حدیث نمبر ۶۰۴)۔

عام طور پر عوام کو صرف یہی حدیث سنائی جاتی رہی ہے کہ حسن اور حسین جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔ حالانکہ یہ حدیث ترمذی، ابن ماجہ اور مسندِ احمد میں موجود ہے اور انہی تین کتابوں میں شیخین کی شان میں مذکورہ بالا حدیث بھی موجود ہے مگر یکطرفہ اور غیر متوازن محبت نے تحقیق کا حلیہ بگاڑ کر رکھ دیا اور لوگوں میں مشہور کر دیا گیا کہ: جنت دے وارث ویکھو حیدر دے لال بن گئے۔ اب دونوں حدیثیں سامنے رکھنے کے بعد صحیح صورتِ حال اس طرح نکھری کہ:

جنت دے وارث ویکھو مدنی دے یار بن گئے

جنت دے وارث ویکھو حیدر دے لال بن گئے   آمَنَّا وَ صَدَّقْنَا

بعض منکرین یہ سوال اٹھاتے ہیں کہ جنت میں سب جوان ہوں گے تو پھر بوڑھوں کے سردار ہونے کا کیا مطلب؟ اس کا جواب یہ ہے کہ جنتی بوڑھوں سے مراد وہ جنتی ہیں جو بڑھاپے میں فوت ہوئے اور جوانوں سے مراد وہ لوگ ہیں جو جوانی میں فوت ہوئے۔ چنانچہ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: معنی آں است کہ سید کسانی اند کہ کہل مردند در دنیا چوں سید پیران باشند سید جوانان نیز باشند یعنی حدیث کا معنی یہ ہے کہ یہ دونوں ان جنتی لوگوں کے سردار ہیں جو دنیا میں بڑھاپے کی حالت میں فوت ہوئے اور جس طرح یہ بوڑھوں کے سردار ہیں اسی طرح جوانوں کے بھی سردار ہیں (اشعۃ

اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۶۴)۔ثانیاً ہم پوچھتے ہیں کہ جب جنت میں سب نوجوان ہوں گے تو پھر حسنین کریمین کو نوجوانوں کے سردار کہنے کا کیا مطلب؟ نوجوانی کی قید کیوں؟ ثالثاً اگر یہ تفریق نہ رکھی جائے تو لازم آئے گا کہ حسنین کریمین انبیاء علیہم السلام کے بھی سردار ہوں، خود نبی کریم ﷺ کے بھی سردار ہوں اور مولا علی رضی اللہ عنہ کے بھی سردار ہوں۔

(۲۳)۔ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ خَرَجَ ذَاتَ یَوْمٍ وَدَخَلَ الْمَسْجِدَ وَاَبُوْبَکْرٍ وَعُمَرُ، اَحَدُھُمَا عَنْ یَمِیْنِہٖ وَالآخَرُ، عَنْ شِمَالِہٖ وَھُوَ آخِذٌ بِاَیْدِیْھِمَا، وَقَالَ: ھٰکَذَا نُبْعَثُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ (ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۹، ابن ماجۃ حدیث رقم:۹۹، مستدرک حاکم حدیث نمبر:۴۴۸۴)۔اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے اور آپ کے ساتھ ابوبکر اور عمر تھے۔ایک آپ کے دائیں طرف تھا اور دوسرا آپ کے بائیں طرف ،آپ نے دونوں کے ہاتھ پکڑے ہوئے تھے،فرمایا: ہم قیامت کے دن اسی طرح اٹھیں گے۔

(۲۴)۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: اِنَّ اَھْلَ الدَّرَجَاتِ الْعُلٰی لَیَرَاھُمْ مَنْ تَحْتَھُمْ کَمَا تَرَوْنَ الْکَوَاکِبَ الدُّرِّیَّ فِیْ اُفُقٍ مِنْ آفَاقِ السَّمَآئِ، وَاِنَّ اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ مِنْھُمْ وَ اَنْعَمَا (ابوداؤد حدیث رقم :۳۹۸۷، ترمذی حدیث رقم:۳۶۵۸، شرح السنۃ حدیث رقم:۳۸۹۱، مسند احمد حدیث رقم:۱۱۲۱۲، ۱۱۲۱۹)۔قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک بلند درجات والوں کو ان سے نیچے والے لوگ اس طرح دیکھیں گے جس طرح تم چمکتے ہوئے ستاروں کو آسمان کے آفاق میں بلندی پر دیکھتے ہو۔اور بے شک ابوبکر اور عمر ان میں سے ہیں اور ان سب سے زیادہ انعام یافتہ ہیں۔

(۲۵)۔ عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ حَنْطَبٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ رَاٰی اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ فَقَالَ: ھٰذَانِ السَّمْعُ وَالْبَصَرُ (ترمذی حدیث رقم:۳۶۷۱)۔ اَلْحَدِیْثُ مُرْسَلٌ وَلَا یَضُرُّنَا الْاِرْسَالُ لِوُثُوْقِ الْمُرْسِلِ

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن حنطب فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر اور عمر کو دیکھا تو فرمایا: یہ دونوں کان اور آنکھ ہیں۔

(۲۶)۔ عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ الْخُدْرِیِّ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: مَا مِنْ نَبِیٍّ اِلَّا لَہٗ وَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ السَّمَآءِ، وَ وَزِیْرَانِ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ، فَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ السَّمَآءِ فَجِبْرِیْلُ وَمِیْکَائِیْلُ، وَاَمَّا وَزِیْرَایَ مِنْ اَھْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ (ترمذی حدیث رقم: ۳۶۸۰)۔قَالَ التِّرْمَذِیُّ حَسَنٌ

ترجمہ: حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کوئی ایسا نبی نہیں گزرا جسکے آسمان میں دو وزیر نہ ہوں اور زمین میں دو وزیر نہ ہوں، آسمان میں میرے دو وزیر جبریل اور میکائیل ہیں، اور زمین میں میرے دو وزیر ابوبکر اور عمر ہیں۔

(۲۷)۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: بَیْنَا اَنَا نَائِمٌ رَأَیْتُنِیْ عَلٰی قَلِیْبٍ، عَلَیْھَا دَلْوٌ، فَنَزَعْتُ مِنْھَا مَا شَاءَ اللّٰہُ، ثُمَّ اَخَذَھَا ابْنُ اَبِیْ قُحَافَۃَ فَنَزَعَ بِھَا ذَنُوْبًا اَوْ ذَنُوْبَیْنِ، وَفِیْ نَزْعِہٖ، وَاللّٰہُ یَغْفِرُ لَہٗ، ضَعْفٌ، ثُمَّ اسْتَحَالَتْ غَرْبًا، فَاَخَذَھَا ابْنُ الْخَطَّابِ، فَلَمْ اَرَ عَبْقَرِیًّا مِنَ النَّاسِ یَنْزِعُ نَزْعَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ، حَتّٰی ضَرَبَ النَّاسُ بِعَطَنٍ (مسلم حدیث رقم: ۶۱۹۲، بخاری حدیث رقم: ۳۶۶۴، ۷۰۲۱، ۷۰۲۲، ۷۴۷۵)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا: میں سو رہا تھا کہ اس دوران میں نے خود کو ایک کنویں پر دیکھا، اس پر ایک ڈول تھا، میں نے اس میں سے پانی نکالا جتنا اللہ نے چاہا، پھر اس کو ابو قحافہ کے بیٹے نے پکڑ لیا، اس نے ایک یا دو ڈول نکالے اور اللہ اس کی مغفرت کرے اس کے ڈول نکالنے میں کمزوری تھی، پھر اس میں سے پانی ٹپکنے لگا، پھر اسے ابنِ خطاب نے پکڑا، میں نے لوگوں میں سے کسی سردار کو عمر ابنِ خطاب جیسا ڈول نکالتے ہوئے کسی کو نہیں دیکھا، حتیٰ کہ لوگوں نے گوبر ڈال دیا۔

(۲۸)۔ عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رضی اللہ عنہ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: بَیْنَمَا رَجُلٌ یَسُوْقُ بَقَرَۃً لَہٗ، قَدْ حَمَلَ عَلَیْھَا، الْتَفَتَتْ اِلَیْہِ الْبَقَرَۃُ فَقَالَتْ: اِنِّیْ لَمْ اُخْلَقْ لِھٰذَا وَلٰکِنِّیْ اِنَّمَا خُلِقْتُ لِلْحَرْثِ، فَقَالَ النَّاسُ: سُبْحَانَ اللّٰہِ، تَعَجُّبًا وَفَزَعًا، اَبَقَرَۃٌ تَکَلَّمُ؟ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: فَاِنِّیْ اُوْمِنُ بِہٖ وَاَبُوْ بَکْرٍ وَعُمَرُ (مسلم حدیث رقم: ۶۱۸۳، بخاری حدیث رقم: ۳۶۹۰)۔

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک مرتبہ ایک آدمی اپنا بیل ہانک رہا تھا اور وہ اس کے اوپر سوار تھا، بیل نے گردن اس کی طرف موڑی اور کہا: میں

اس مقصد کے لیے پیدا نہیں کیا گیا بلکہ میں کھیتی باڑی کے لیے پیدا کیا گیا ہوں۔ لوگوں نے تعجب اور حیرانی سے سبحان اللہ کہا۔ کیا بیل بھی بات کرتا ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں اس پر ایمان رکھتا ہوں اور ابوبکر اور عمر۔

(۲۹)۔ عَنْ عَمْرِو بْنِ الْعَاصِ رضی اللہ عنہ اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَعَثَهٗ عَلیٰ جَیْشِ ذَاتِ السَّلَاسِلِ فَاَتَیْتُهٗ فَقُلْتُ اَیُّ النَّاسِ اَحَبُّ اِلَیْکَ؟ قَالَ عَائِشَةُ: فَقُلْتُ مِنَ الرِّجَالِ؟ فَقَالَ اَبُوْهَا قُلْتُ ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ فَعَدَّ رِجَالاً (مسلم حدیث رقم: ۶۱۷۷، بخاری حدیث رقم: ۳۶۶۲، ۴۳۵۸، ترمذی حدیث رقم: ۳۸۸۵)۔

ترجمہ: حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے مجھے زنجیروں والے لشکروں کے خلاف جنگ پر بھیجا۔ میں آپ ﷺ کے پاس حاضر ہوا تو میں نے عرض کیا: آپ کو لوگوں میں سب سے زیادہ محبوب کون ہے؟ فرمایا: عائشہ۔ میں نے عرض کیا مردوں میں سے؟ تو فرمایا: اس کا باپ۔ میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر بن خطاب، پھر آپ نے چند آدمی گنے۔

(۳۰)۔ بے شمار احادیث میں ابوبکر، عمر اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: میں اکثر رسول اللہ ﷺ سے سنا کرتا تھا کہ میں اور ابوبکر اور عمر اکٹھے تھے۔ میں نے، ابوبکر نے اور عمر نے اس طرح کیا۔ میں اور ابوبکر اور عمر گئے۔ یہ باتیں مجھے یاد آتی تھیں (بخاری حدیث نمبر: ۳۶۷۷، ۳۶۸۵، مسلم حدیث نمبر: ۶۱۸۷، ۶۱۸۸، ابن ماجہ حدیث نمبر: ۹۸، مسند احمد حدیث رقم: ۹۰۱)۔

خلفاءِ ثلاثہ کا اکٹھا ذکر

(۳۱)۔ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمَا قَالَ: كُنَّا نُخَيِّرُ بَيْنَ النَّاسِ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ، فَنُخَيِّرُ اَبَا بَكْرٍ، ثُمَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ، ثُمَّ عُثْمَانَ بْنَ عَفَّانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْهُمْ [بخاری باب فضل ابی بکر بعد النبی ﷺ حدیث رقم: ۳۶۵۵، السنة لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۲۲۶، ۱۲۲۷ بِلَفْظٍ كُنَّا نَتَحَدَّثُ، ۱۲۲۸ بِلَفْظٍ كُنَّا نُفَضِّلُ]۔

ترجمہ: حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں لوگوں کے درمیان افضلیت بیان کرتے تھے، ہم سب سے افضل ابوبکر کو کہتے تھے، پھر عمر ابن

خطاب کو، پھر عثمان بن عفان کو رضی اللہ عنہم۔

(۳۲)۔ عَنْ نَافِعٍ عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ: کُنَّا فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ لَا نَعْدِلُ بِاَبِیْ بَکْرٍ اَحَداً ، ثُمَّ عُمَرَ ، ثُمَّ عُثْمَانَ ، ثُمَّ نَتْرُکُ اَصْحَابَ النَّبِیِّ ﷺ لَا نُفَاضِلُ بَیْنَہُمْ (بخاری حدیث رقم: ۳۶۹۷ ، ابوداوٗد حدیث رقم: ۴۶۲۷ ، مسند ابی یعلیٰ حدیث رقم: ۵۵۹۵، ۵۵۹۶، ۵۵۹۷، کتاب السنۃ لعبد اللہ حدیث رقم: ۱۲۸۰ وغیرہٗ)۔

ترجمہ: حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ: ہم نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ابوبکر کے برابر کسی کو نہیں سمجھتے تھے، پھر عمر، پھر عثمان، پھر ہم نبی کریم ﷺ کے صحابہ کو چھوڑ دیتے تھے، ان کے درمیان افضلیت نہیں دیتے تھے۔

(۳۳)۔ عَنْ سَالِمٍ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ: کُنَّا نَقُوْلُ وَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَیٌّ اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ ﷺ بَعْدَہٗ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ اَجْمَعِیْنَ (ابوداوٗد فی باب فی التفضیل حدیث رقم: ۴۶۲۸، ترمذی حدیث رقم: ۳۷۰۷، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم: ۱۶۹۲، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۲۲۴، ۱۲۲۵)۔ وَرَوَاہُ ابْنُ اَبِیْ عَاصِمٍ عن سھیل عن ابیہ عن ابن عمر حدیث رقم: ۱۲۲۹ ، ۱۲۳۰ ، وعن ابی ھریرۃ حدیث رقم: ۱۲۳۱ ، وعن عمر بن اسید عن ابن عمر حدیث رقم: ۱۲۳۲ ، ۱۲۳۳ ، ورواہ احمد فی الفضائل عن ابی ھریرۃ حدیث رقم: ۵۲ رضی اللہ عنھم۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ قَالَ ابْنُ عُمَرَ: وَاَصْحَابُہٗ مُتَوَافِرُوْنَ (مسند احمد حدیث رقم: ۴۶۲۵، مسند ابی یعلیٰ حدیث رقم: ۵۷۷۶، کتاب السنۃ لعبد اللہ ابن احمد حدیث رقم: ۱۲۷۸، ۱۲۸۴، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رقم: ۱۲۱۲۲)۔ وَفِیْ رِوَایَۃٍ، قَالَ: فَیَبْلُغُ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ عَلَیْنَا (مسند ابی یعلیٰ حدیث رقم: ۵۵۹۷، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۲۳۰، المعجم الکبیر للطبرانی حدیث رقم: ۷۸۳، المعجم الاوسط للطبرانی حدیث رقم: ۸۷۰۲ ، مجمع الزوائد حدیث رقم: ۱۴۳۸۵ وَقَالَ رِجَالُہٗ وُثِّقُوْا وَفِیْھِمْ خِلَافٌ)۔

فَثَبَتَ اِجْمَاعُ اَھْلِ السَّمَآءِ وَ رَبُّنَا مَعَھُمْ جَلَّ وَ عَلَا شَانُہٗ، وَثَبَتَ اِجْمَاعُ اَھْلِ الْاَرْضِ وَ نَبِیُّنَا مَعَھُمْ ﷺ۔

ترجمہ: حضرت سالم اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ: ہم رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ

میں کہا کرتے تھے کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں آپ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان رضی اللہ عنہم اجمعین۔ ایک روایت میں ہے کہ: صحابہ وافر تعداد میں تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ: یہ بات رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی تھی تو آپ ﷺ انکار نہیں فرماتے تھے۔

ان احادیث میں اَفْضَلُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ، کُنَّا نُخَیِّرُ اور لَا نَعْدِلُ کے الفاظ پر غور کیجیے۔ بدل بدل کر آنیوالے الفاظ نے دھاندلی کا ہر دروازہ بند کر دیا ہے۔ وَاَصْحَابُہٗ مُتَوَافِرُوْنَ کے الفاظ کیسے ایمان افروز ہیں، پھر اس حدیث کے الفاظ فِیْ زَمَنِ النَّبِیِّ ﷺ اور طبرانی میں فَیَبْلُغُ ذٰلِکَ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ فَلَا یُنْکِرُ ذٰلِکَ عَلَیْنَا کے الفاظ نے اسے مرفوع بنا ڈالا ہے۔ اب نگاہِ تحقیق کو اجماع کی قطعیت میں شک باقی نہیں رہتا۔

ان احادیث میں فی الوقت مولا علی کے چوتھے نمبر کی افضلیت پر اجماع کی نفی کی گئی ہے۔ نیز اس میں ان لوگوں کی تردید موجود ہے جو مولا علی کو تیسرا نمبر اور حضرت عثمان غنی کو چوتھا نمبر دیتے تھے۔ پہلے تین خلفاء کو بالترتیب بیان کرنے کے بعد چوتھا نمبر خود بخود مولا علی کو مل رہا ہے۔ مزید احادیث بھی اس کی تائید میں موجود ہیں، ملاحظہ فرمائیے۔

(۳۴)۔ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ: اُرِیَ اللَّیْلَۃَ رَجُلٌ صَالِحٌ کَاَنَّ اَبَا بَکْرٍ نُیِّطَ بِرَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ، وَنُیِّطَ عُمَرُ بِاَبِیْ بَکْرٍ، وَنُیِّطَ عُثْمَانُ بِعُمَرَ، قَالَ جَابِرٌ: فَلَمَّا قُمْنَا مِنْ عِنْدِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قُلْنَا: اَمَّا الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَرَسُوْلُ اللّٰہِ، وَاَمَّا نُوْطُ بَعْضِھِمْ بِبَعْضٍ فَھُمْ وُلَاۃُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ بِہٖ نَبِیَّہٗ ﷺ (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۳۶)۔

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے ایک خواب دیکھا کہ حضرت ابوبکر آپ کے ساتھ لٹکے ہوئے ہیں، ان کے ساتھ حضرت عمر اور ان کے ساتھ حضرت عثمان لٹکے کھڑے ہیں۔ اس کی تعبیر یہ ہوئی کہ یہ ساتھ لٹکنے والے اسی ترتیب کے ساتھ خلفاء ہوں گے اس مقصد کے لیے جو مقصد دے کر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو بھیجا ہے۔

اسی حدیث سے واضح ہو رہا ہے کہ تین خلفاء کے نام لینے کے بعد خاموشی جرم نہیں اور یہ بھی واضح ہو رہا ہے کہ خلفاء کی یہ ترتیب محض خلافت ظاہری پر نہیں بلکہ مقصدِ رسالت کی تکمیل میں نیابت پر محمول ہے فَھُمْ وُلَاۃُ الْاَمْرِ الَّذِیْ بَعَثَ اللّٰہُ بِہٖ نَبِیَّہٗ ﷺ۔ حدیث ابن عمر کی روشنی میں تین خلفاء کے ذکر پر اکتفا کرنے پر یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ نے اعتراض کیا، اس سے انکی مراد

خدانخواستہ اس حدیث پر اعتراض نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ اس حدیث سے مولا علی کے چوتھے نمبر کی نفی اور آپ کی خلافت کا انکار غلط ہے جیسا کہ اُس دور میں خوارج نے اس حدیث سے یہی استدلال کیا تھا۔ چنانچہ خود یحییٰ بن معین علیہ الرحمۃ سے جب پوچھا گیا کہ آپکا کیا عقیدہ ہے؟ تو فرمایا: اَنَا اَقُوْلُ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ یعنی میں کہتا ہوں پہلے ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان (السنۃ للخلال: ۵۹۱)۔ وقال اسنادہ صحیح

حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی چشتی قدس سرہ فرماتے ہیں: صحابہ کا اجماع دین کی بنیاد، روشنیوں کا مطلع اور یقین کی کنجی ہے، تو جو شخص اس اجماع کا انکار کرتا ہے اس سے خدا اور مصطفی بے زار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے جلد ہی مردود ہو جاتا ہے۔ اس کی بدبختی کی گرہ کو نہیں کھولا جا سکتا، اس لیے کہ ان اصحابِ باصفا کا انکار خدا و مصطفی کا انکار ہے، تو جس کا راستہ سنت کے خلاف ہے اس کی گردن میں لعنتوں کے طوق ہیں (سبع سنابل صفحہ ۷۵)۔

(۳۵)۔ عَنْ سَفِیْنَۃَ اَنَّ رَجُلاً قَالَ: یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ، رَأَیْتُ کَاَنَّ مِیْزَاناً دُلِّیَ مِنَ السَّمَآءِ فَوُزِنْتُ بِاَبِیْ بَکْرٍ فَرَجَحْتُ بِاَبِیْ بَکْرٍ، ثُمَّ وُزِنَ اَبُوْ بَکْرٍ بِعُمَرَ فَرَجَحَ اَبُوْ بَکْرٍ بِعُمَرَ، ثُمَّ وُزِنَ عُمَرُ بِعُثْمَانَ فَرَجَحَ عُمَرُ، ثُمَّ رُفِعَ الْمِیْزَانُ، فَاسْتَھَلَّھَا رَسُوْلُ اللّٰہِ خِلَافَۃَ نُبُوَّۃٍ ثُمَّ یُؤْتِی اللّٰہُ الْمُلْکَ مَنْ یَّشَآءُ (احمد حدیث رقم: ۱۵۶۷، مجمع الزوائد حدیث رقم: ۸۹۱۷)۔ فِیْہِ مُؤَمِّلُ بْنُ اِسْمَاعِیْلَ وَثَقَّہُ ابْنُ مَعِیْنٍ وَابْنُ حِبَّانٍ وَضَعَّفَہُ الْبُخَارِیُّ، وَبَقِیَّۃُ رِجَالِہٖ ثِقَاتٌ۔

ترجمہ: ایک آدمی نے عرض کیا یا رسول اللہ میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ آسمان سے ایک ترازو لٹکایا گیا، آپ کو اور ابو بکر کو تولا گیا تو آپ ابو بکر سے بھاری تھے۔ پھر ابو بکر اور عمر کو تولا گیا تو ابو بکر عمر سے بھاری تھے۔ پھر عمر اور عثمان کو تولا گیا تو عمر بھاری تھے۔ پھر ترازو اٹھا لیا گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعبیر خلافت نبوت سے فرمائی، پھر اللہ جسے چاہے گا ملک دے دے گا۔

طبرانی نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا میں نے خواب میں دیکھا کہ ترازو کے ایک پلڑے میں مجھے رکھا گیا اور دوسرے میں پوری امت کو رکھا گیا۔ میرا وزن بھاری تھا۔ پھر ابو بکر کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور میری امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ ابو بکر کا وزن سب کے برابر تھا۔ پھر عمر کو ایک پلڑے میں رکھا گیا اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ عمر کا وزن سب کے برابر تھا۔ پھر عثمان کو ایک پلڑے میں رکھا گیا

اور باقی امت کو دوسرے پلڑے میں رکھا گیا۔ عثمان کا وزن سب کے برابر تھا۔ پھر اسکے بعد ترازو اٹھالیا گیا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۷)۔

چاروں خلفاءِ راشدین کا اکٹھا ذکر

(۳۶)۔ حضرت جابر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ اللّٰہَ اخْتَارَ اَصْحَابِیْ عَلیٰ جَمِیْعِ الْعَالَمِیْنَ سِوَی النَّبِیِّیْنَ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَاخْتَارَ لِیْ مِنْھُمْ اَرْبَعَۃً اَبَابَکْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِیًّا فَجَعَلَھُمْ خَیْرَ اَصْحَابِیْ وَفِیْ اَصْحَابِیْ کُلِّھِمْ خَیْرٌ یعنی اللہ تعالیٰ نے میرے صحابہ کو نبیوں اور رسولوں کے سواء سارے جہانوں پر ترجیح دیتے ہوئے پسند فرمالیا ہے اور ان میں سے خصوصاً میرے لیے چار صحابہ کو پسند فرمایا ہے، ابو بکر، عمر، عثمان اور علی۔ اور انہیں میرے صحابہ میں سے افضل بنایا ہے، ویسے میرے سارے صحابہ میں بھلائی ہی بھلائی ہے (الشفا جلد ۲ صفحہ ۴۲، الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۴۷)۔ اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ۔ اس حدیث میں چار کا عدد تصریح کے ساتھ موجود ہے، اسی سے چار یار کی اصطلاح وضع کی گئی ہے۔

(۳۷)۔ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ: رَحِمَ اللّٰہُ اَبَابَکْرٍ زَوَّجَنِیْ اِبْنَتَہٗ وَحَمَلَنِیْ اِلیٰ دَارِ الْھِجْرَۃِ وَاَعْتَقَ بِلَالًا مِنْ مَالِہٖ، رَحِمَ اللّٰہُ عُمَرَ یَقُوْلُ الْحَقَّ وَاِنْ کَانَ مُرًّا تَرَکَہُ الْحَقُّ وَمَالَہٗ صَدِیْقٌ، رَحِمَ اللّٰہُ عُثْمَانَ تَسْتَحْیِیْہِ الْمَلَائِکَۃُ، رَحِمَ اللّٰہُ عَلِیًّا اَللّٰھُمَّ اَدِرِ الْحَقَّ مَعَہٗ حَیْثُ دَارَ (ترمذی حدیث رقم: ۳۷۱۴)۔ وَقَالَ غَرِیْبٌ

ترجمہ: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ ابو بکر پر رحمت کرے، اس نے اپنی بیٹی میرے نکاح میں دے دی، اور مجھے دار الہجرت تک اٹھا کر لایا، اور اپنے مال میں سے بلال کو آزاد کیا۔ اللہ عمر پر رحمت کرے، حق بات کہہ دیتا ہے خواہ کڑوی ہو، حق کی خاطر تنہا رہ جانا گوارا کر لیتا ہے۔ اللہ عثمان پر رحمت کرے، اس سے فرشتے بھی حیاء کرتے ہیں۔ اللہ علی پر رحمت کرے، اے اللہ حق کو اس کے ساتھ گھمادے یہ جدھر بھی جائے۔

اس حدیث میں صرف چار خلفاءِ راشدین کا ذکر ترتیب وار موجود ہے۔

(۳۸)۔ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَنَفِیَّۃِ قَالَ: قُلْتُ لِاَبِیْ: اَیُّ النَّاسِ خَیْرٌ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ؟ قَالَ: اَبُوْبَکْرٍ، قُلْتُ: ثُمَّ مَنْ؟ قَالَ: ثُمَّ عُمَرُ، وَخَشِیْتُ اَنْ یَقُوْلَ عُثْمَانُ، قُلْتُ: ثُمَّ اَنْتَ؟ قَالَ: مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری حدیث رقم: ۳۶۷۱، ابو داؤد حدیث

رقم:۴۶۲۹)۔

ترجمہ: حضرت محمد بن حنفیہ فرماتے ہیں کہ میں نے اپنے والد (سیدنا علی) سے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگوں میں افضل کون ہے؟ فرمایا: ابوبکر، میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا: پھر عمر، اور مجھے اندیشہ ہوا کہ اب یہ نہ کہیں کہ عثمان، میں نے عرض کیا پھر آپ ہوں گے، فرمایا: میں مسلمانوں میں سے ایک آدمی ہوں۔

اس حدیث میں بھی چاروں خلفائے راشدین کا ذکرِ خیر موجود ہے۔

(۳۹)۔ حدیثِ پاک اِنَّ اَرْحَمَ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ الحدیث میں سب سے پہلے صدیقِ اکبر کا نام ہے۔ یعنی میری امت پر میری امت میں سے سب سے زیادہ رحم دل ابوبکر ہے، اللہ کے حکم کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء والا عثمان ہے (ترمذی حدیث رقم: ۳۷۹۰، ۳۷۹۱، ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۵۴، ۱۵۵، ابن ابی شیبۃ ۷/ ۴۷۲، مستدرک حاکم حدیث رقم: ۶۳۹۰)۔

اس وقت تک تو خلافت ظاہر نہیں ہوئی تھی اور پھر اس جملے میں محبوب کریم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا مکمل عکسِ جمال موجود ہے۔ اور امتِ مصطفیٰ علیٰ صاحبہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کیلیے سب سے زیادہ رحم دل ہونا ایسا کمال ہے کہ اسے نہ علم پہنچ سکتا ہے نہ کوئی دوسرا عمل۔ ایک حدیث میں یہ بھی ہے کہ سب سے بڑا قاضی علی ہے (ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۵۴، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۶۱۲۰)۔

اسکے علاوہ عشرہ مبشرہ والی حدیث میں بھی چاروں خلفاءِ راشدین کے اسمائے گرامی ترتیب وار موجود ہیں اَبُوْ بَکْرٍ فِی الْجَنَّۃِ وَ عُمَرُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عُثْمَانُ فِی الْجَنَّۃِ وَ عَلِیٌّ فِی الْجَنَّۃِ یعنی ابوبکر جنتی ہے، عمر جنتی ہے، عثمان جنتی ہے، علی جنتی ہے (ترمذی حدیث رقم: ۳۷۴۷)۔

حق چار یار کا نعرہ:۔ پنج تن پاک اور چار یار کی دونوں اصطلاحیں عجمی ہیں۔ لیکن پنج تن پاک کے ٹھیکیدار چار یار کی اصطلاح پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حق چار یار کی بجائے حق سب یار کہنا چاہیے۔ ہماری پیش کردہ مذکورہ بالا احادیث ان کو لگام دینے کے لیے کافی ہیں۔ دوسری طرف چار یار کے ٹھیکیدار پنج تن پاک کی اصطلاح پر اعتراض کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ پنج تن پاک کی بجائے سب تن پاک کہنا چاہیے۔ حدیثِ ردا اور حدیث اَنَا حَرْبٌ لِمَنْ حَارَبَھُمْ

وَ سَلْمٌ لِمَنْ سَالَمَهُمْ پنج تن پاک کی اصطلاح کے منکرین کو لگام دینے کے لیے کافی ہیں۔اہلِ سنت اباحتِ اصلیہ کے قاعدے کے مطابق دونوں اصطلاحات کو بسر وچشم تسلیم کرتے ہیں اور ان تمام اللہ کے پیاروں کے سچے دل سے غلام ہیں الحمد للہ۔

حق چار یار کا نعرہ دراصل ان خوارج کی تردید کرتا ہے جو سیدنا علی کریم رضی اللہ عنہ کو چوتھا خلیفہِ راشد تسلیم نہیں کرتے تھے۔اس غلط فہمی کو دور کرنے کے لیے امام ابوداوٗد علیہ الرحمۃ نے اپنی سنن میں باب التفضیل قائم کیا ہے اور اس میں حدیثِ ابن عمر وامثالہ بیان فرمائی ہیں، اس باب کے فوراً بعد باب الخلفاء قائم کیا ہے اور اس میں حدیثِ سفینہ وامثالہ بیان فرمائی ہیں۔امام خلال علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب السنۃ میں یہ عنوان قائم کیا ہے کہ : تَثْبِیْتُ خِلَافَةِ عَلِيِّ بْنِ اَبِی طَالِبٍ رضی اللہ عنہ اَمِیرِ الْمُوْمِنِیْنَ حَقًّا حَقًّا یعنی امیر المومنین علی بن ابی طالب کی خلافت کا ثبوت حق ہے حق ہے۔اس عنوان کے تحت لکھتے ہیں: امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے اس شخص کے بارے میں فرمایا: جو شخص علی کو امام (یعنی خلیفہ) نہیں مانتا، ایسا شخص کس طرف جانا چاہتا ہے؟ کیا حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حدود قائم نہیں فرمائیں؟ کیا لوگوں کو حج نہیں پڑھایا؟ کیا رسول اللہ ﷺ کے صحابہ انہیں امیر المومنین نہیں کہتے تھے؟ صالح بن علی فرماتے ہیں کہ مجھے وہ شخص اچھا نہیں لگتا جو حضرت علی کو خلفاء میں شامل نہ کرے لَا یُعْجِبُنِیْ مَنْ یَقِفُ عَنْ عَلِيٍّ فِی الْخِلَافَةِ (السنۃ للخلال: ٦١٠) و قال اسنادہ صحیح۔اس قسم کے کئی اقوال خلال کی السنۃ میں صحیح سند کے ساتھ موجود ہیں۔

واضح ہوگیا کہ چار یار کا نعرہ علی کریم رضی اللہ عنہ کو خلیفہِ برحق ثابت کرنے کیلیے لگایا جاتا ہے اور اس میں معاذ اللہ بغض اہل بیت کی بو نہیں بلکہ محبتِ علی کی خوشبو مہک رہی ہے۔رضی اللہ تعالیٰ عنہم

اہلِ سنت کی علامت اور پہچان یہ ہے کہ : شیخین کو افضل کہا جائے اور ختنین سے محبت کی جائے۔شیخین کی افضلیت کا منکر رافضی اور ختنین کی محبت کا منکر خارجی ہے، جب کہ ان چاروں کو افضلیت اور محبت کے حوالے سے اکٹھا ماننے والا اور چاروں کو برحق سمجھنے والا اہلِ سنت ہے۔حق چار یار کے ایک ہی نعرے میں خوارج اور روافض دونوں کی تردید موجود ہے۔

سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ کو اس نعرے میں شامل نہ کرنے کی وجہ یہ ہے کہ نواسے کو یار کہنا مناسب نہیں۔نیز آپ متعدد احادیث پڑھ چکے ہیں جن میں صرف چار خلفائے راشدین کا ذکر

ہے اور وہاں نبی کریم ﷺ نے خود اپنے شہزادے کا ذکرِ خیر نہیں فرمایا۔

احادیث میں مختلف قسم کے الفاظ پھیر پھیر کر افضلیتِ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو واضح فرمادیا گیا ہے۔ اب آخر میں ہم ایسی حدیثیں نقل کر رہے ہیں جو انشاء اللہ ایوانِ منکرین میں زلزلہ برپا کردیں گی۔

حدیث شریف میں ہے : لَوْوُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ الْعَالَمِیْنَ لَرَجَحَ یعنی اگر ابوبکر کا ایمان تمام عالمین کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو بھاری ہے (ابن عدی : ۲۱۰۱، مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ بِاِسْنَادٍ ضَعِیْفٍ ، وَرَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ حدیث رقم : ۳۶ مَوْقُوْفاً عَلٰی عُمَرَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ)۔

(۴۰)۔ عَنْ جُبَیْرِ بْنِ مُطْعِمٍ رضی اللہ عنہ قَالَ: لَمَّا بَعَثَ اللّٰہُ تَعَالٰی نَبِیَّہٗ ﷺ فَظَھَرَ اَمْرُہٗ بِمَکَّۃَ خَرَجْتُ اِلَی الشَّامِ۔ فَلَمَّا کُنْتُ بِبُصْرٰی اَتَانِیْ جَمَاعَۃٌ مِنَ النَّصَارٰی فَقَالُوْا لِیْ: اَمِنْ اَھْلِ الْحَرَمِ اَنْتَ؟ قُلْتُ: نَعَمْ۔ قَالُوْا: فَتَعْرِفُ ھٰذَا الَّذِیْ تَنَبَّأَ فِیْکُمْ؟ قُلْتُ : نَعَمْ۔ فَاَخَذُوْا بِیَدِیْ وَاَدْخَلُوْنِیْ دَیْراً لَّھُمْ فِیْہِ تَمَاثِیْلُ وَصُوَرٌ ، فَقَالُوْا : اُنْظُرْ ھَلْ تَرٰی صُوْرَۃَ ھٰذَا النَّبِیِّ الَّذِیْ بُعِثَ فِیْکُمْ ، فَنَظَرْتُ فَلَمْ اَرَ صُوْرَتَہٗ قُلْتُ : لَا اَرٰی صُوْرَتَہٗ ، فَاَدْخَلُوْنِیْ دَیْراً اَکْبَرَ مِنْ ذَاکَ ، فَاِذَا فِیْہِ تَمَاثِیْلُ وَصُوَرٌ اَکْثَرُ مِمَّا فِیْ ذٰلِکَ الدَّیْرِ ، فَقَالُوْا لِیْ: اُنْظُرْ ھَلْ تَرٰی صُوْرَتَہٗ؟ فَنَظَرْتُ فَاِذَا اَنَا بِصِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ وَصُوْرَتِہٖ ، وَاِذَا اَنَا بِصِفَۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَصُوْرَتِہٖ آخِذٌ بِعَقِبِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فَقَالُوْا لِیْ: ھَلْ تَرٰی صِفَتَہٗ؟ قُلْتُ : نَعَمْ۔ قُلْتُ : لَا اُخْبِرُھُمْ حَتّٰی اَعْرِفَ مَا یَقُوْلُوْنَ۔ قَالُوْا : ھَلْ ھُوَ ھٰذَا؟ قُلْتُ : نَعَمْ۔ فَاَشَارُوْا اِلٰی صِفَۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ قُلْتُ : اَللّٰھُمَّ نَعَمْ ، اَشْھَدُ اَنَّہٗ ھُوَ۔ قَالُوْا : تَعْرِفُ ھٰذَا الَّذِیْ آخِذٌ بِعَقِبِہٖ؟ قُلْتُ نَعَمْ۔ قَالُوْا : نَشْھَدُ اَنَّ ھٰذَا صَاحِبُکُمْ ، وَاَنَّ ھٰذَا الْخَلِیْفَۃُ مِنْ بَعْدِہٖ (طبرانی اوسط حدیث رقم : ۸۲۳۱، طبرانی کبیر حدیث رقم : ۱۵۱۸، دلائل النبوۃ للبیہقی ۲ / ۲۵۸، ۲۵۹، الوفا صفحہ ۵۶، ۵۷، تفسیر ابن کثیر ۲ / ۳۴۸)۔ اِسْنَادُہٗ لَا بَأْسَ بِہٖ

ترجمہ : حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کو مبعوث فرمایا اور آپ کی نبوت مکہ میں ظاہر ہوئی تو میں شام کے ملک میں گیا۔ راستے میں جب میں بصریٰ پہنچا تو میرے پاس عیسائیوں کی ایک جماعت آئی۔ انہوں نے مجھ سے کہا کیا تم اہلِ حرم سے ہو؟

میں نے کہاہاں۔ انہوں نے کہا کیا تم اس آدمی کو پہچانتے ہو جس نے تم میں نبوت کا دعویٰ کیا ہے؟ میں نے کہاہاں۔ انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور اپنے عبادت خانے میں لے گئے جس میں تراشی ہوئی صورتیں اور تصاویر تھیں۔ انہوں نے کہا کیا تم ان تصویروں میں اس نبی کی تصویر کو پہچان سکتے ہو جو تمہاری طرف بھیجا گیا ہے؟ میں نے دیکھا تو مجھے آپ ﷺ کی تصویر نظر نہ آئی۔ میں نے کہا ان میں وہ تصویر موجود نہیں ہے۔ وہ مجھے اس سے بڑے عبادت خانے میں لے گئے۔ اس میں پہلے سے بھی زیادہ صورتیں اور تصویریں موجود تھیں۔ انہوں نے کہا یہاں دیکھو کیا تمہیں ان کی تصویر نظر آتی ہے؟ میں نے دیکھنا شروع کیا تو رسول اللہ ﷺ کی تصویر مجھے نظر آ گئی۔ ساتھ ہی حضرت ابوبکر کی تصویر بھی اس طرح بنی ہوئی تھی کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے قدموں کو پکڑا ہوا تھا۔ انہوں نے مجھ سے پوچھا کیا تمہیں ان کی تصویر ملی؟ میں نے کہاہاں۔ میں نے سوچا میں انہیں نہیں بتاؤں گا جب تک میں ان کا خیال معلوم نہ کرلوں۔ انہوں نے انگلی رکھ کے کہا کیا یہی وہ نبی ہے؟ میں نے کہا اللہ کی قسم میں گواہی دیتا ہوں کہ یہی ہے۔ انہوں نے کہا جس نے ان کے پاؤں پکڑے ہوئے ہیں اسے پہچانتے ہو؟ میں نے کہاہاں۔ انہوں نے کہا ہم گواہی دیتے ہیں کہ یہی تمہارا نبی ہے اور یہ دوسرا اس کے بعد اس کا خلیفہ ہے۔

نوٹ:۔ مَافَضَلَکُمْ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ وَلٰکِنْ بِالسِّرِّ الَّذِیْ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ یعنی ابوبکر زیادہ نمازوں اور روزوں کی وجہ سے تم لوگوں سے آگے نہیں نکلا بلکہ اس راز کی وجہ سے آگے نکل گیا ہے جو اس کے سینے میں سجا دیا گیا ہے (اخرجه الترمذی الحکیم فی النوادر ۳/۵۵ من قول بکر ابن عبداللہ المزنی)۔

محدثین نے اسے حدیث مرفوع تسلیم نہیں کیا مگر بہت سے صوفیاء نے اسے حدیث مرفوع اور صحیح مانا ہے (احیاء العلوم صفحہ ۳۵، رسائل ابن عربی صفحہ ۳۰، الیواقیت والجواہر صفحہ ۴۳۷، سبع سنابل صفحہ ۶۲)۔ اور فرمایا ہے ھُوَ نَصٌّ صَرِیْحٌ فِیْ اَنَّہٗ اَفْضَلُھُمْ یعنی یہ حدیث اس موضوع پر نص صریح ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے افضل ہیں (الیواقیت والجواہر صفحہ ۴۳۷)۔ کَمَا شَھِدَ لَہٗ سَیِّدُ الْمُرْسَلِیْنَ ﷺ (احیاء العلوم صفحہ ۳۵)۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مَا فَاقَ اَبُوْبَکْرٍ بِکَثْرَةِ الصَّلٰوةِ وَالصِّیَامِ وَلٰکِنْ بِشَیْءٍ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ (سبع سنابل صفحہ ۶۲)۔

اس کی تائید ایک اور حدیثِ مقطوع سے ہوتی ہے۔ حضرت ابو مالک بن اشجعی فرماتے ہیں کہ میں نے سیدنا ابنِ حنفیہ سے پوچھا: ابوبکر سب سے پہلے اسلام لائے تھے؟ انہوں نے فرمایا نہیں، میں نے کہا پھر کس وجہ سے بلند ہوئے اور آگے نکل گئے، یہاں تک کہ ابوبکر کے سوا کسی ایک کا نام بھی نہیں لیا جاتا؟ فرمایا: کَانَ اَفْضَلُھُمْ اِسْلَاماً حَتّٰی لَحِقَ بِاللّٰہِ عَزَّ وَ جَلَّ یعنی وہ ان سب سے اسلام میں افضل تھے حتیٰ کہ اللہ عزوجل سے جا ملے (ابن ابی شیبہ جلد ۷ صفحہ ۴۷۲، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث نمبر: ۱۲۵۵)۔ اِسْنَادُہٗ صَحِیْحٌ

اس کے علاوہ الریاض النضرہ میں ایک حدیث کے الفاظ یہ بھی ہیں کہ مَا اُوْحِیَ اِلَیَّ شَیْئٌ اِلَّا صَبَبْتُہٗ فِیْ صَدْرِ اَبِیْ بَکْرٍ یعنی جو کچھ اللہ نے میرے سینے میں ڈالا ہے میں نے وہ سب ابوبکر کے سینے میں انڈیل دیا ہے۔ اس حدیث کو محدثین نے موضوع قرار دیا ہے۔ لیکن صوفیاء کا اس حدیث کو پذیرائی بخشنا کم از کم اُن لوگوں کے لیے ضرور لمحہ فکریہ ہے جو خلافت ظاہری اور ولایت باطنی کے تذکرے چھیڑتے ہیں۔ چنانچہ ولایت باطنی کو ان لوگوں سے بہتر سمجھنے والے ایک عظیم صوفی بزرگ حضرت شیخ فریدالدین عطار علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

هر چه حق، از بارگاهِ کبریا | ریخت در صدرِ شریفِ مصطفی
آن همه در سینهٔ صدیق ریخت | لا جرم لابد از و تحقیق ریخت

ترجمہ:۔ ہر وہ چیز جو کبریا کی بارگاہ سے مصطفی ﷺ کے سینۂ اقدس میں انڈیلی گئی تھی وہ آپ ﷺ نے صدیق کے سینے میں انڈیل دی۔ اس میں کوئی قباحت نہیں، کوئی شک نہیں بلکہ یہ نہایت تحقیقی بات ہے کہ واقعی ہر چیز انڈیل دی (منطق الطیر صفحہ ۲۸)۔

صدیق کی نبی سے مشابہت اور کامل فنائیت

(۱)۔ بچپن کے ساتھی تھے۔ قرآن نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو ثانی اثنین (نبی کا ثانی) قرار دیا۔ ہجرت کی رات صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اللہ کریم نے نبی کریم ﷺ کی جان کا محافظ منتخب فرمایا۔ جنگ بدر میں سب لوگ میدان میں تھے جبکہ صدیق اکبر عریش بدر میں نبی کریم ﷺ کی جان کا پہرہ دے رہے تھے۔

(۲)۔ جب نبی کریم ﷺ پر پہلی وحی نازل ہوئی تو آپ ﷺ کی حوصلہ افزائی کے لیے اُم المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ آپ کو اللہ تعالیٰ ہرگز رسوا نہیں کرے گا۔ آپ صلہ رحمی

فرماتے ہیں، غریبوں کا بوجھ اٹھاتے ہیں، کسی کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتے، مہمان کا احترام فرماتے ہیں، ہمیشہ اہلِ حق کا ساتھ دیتے ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳)۔

ہجرت کے وقت یہی الفاظ ابن دغنہ نے سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے استعمال کیے تھے اِنَّکَ تَکْسِبُ الْمَعْدُوْمَ وَ تَصِلُ الرَّحِمَ وَ تَحْمِلُ الْکَلَّ وَ تَقْرِئُ الضَّیْفَ وَ تُعِیْنُ عَلٰی نَوَائِبِ الْحَقِّ (بخاری حدیث رقم: ۳۹۰۵)۔

(۳)۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ اِنِّی رَسُوْلُ اللہِ وَ لَسْتُ اَعْصِیْہِ وَ ھُوَ نَاصِرِیْ... یعنی میں اللہ کا رسول ہوں اور میں اس کی نافرمانی نہیں کرتا وہی میرا مددگار ہے، تم کسی دن طواف کرنے ضرور آ ؤ گے۔ اس کے بعد جب وہ صدیقِ اکبر کے پاس گئے تو انہوں نے بھی یہی الفاظ فرمائے کہ اِنَّہٗ رَسُوْلُ اللہِ وَ لَیْسَ یَعْصِیْ رَبَّہٗ وَ ھُوَ نَاصِرُہٗ... فَاِنَّکَ اٰتِیْہِ مُطَوِّفٌ بِہٖ (بخاری حدیث رقم: ۲۷۳۱)۔

(۴)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ابوبکر رضی اللہ عنہ کے مال کو اپنے ذاتی مال کی طرح استعمال فرماتے تھے (فضائل الصحابہ جلد ا صفحہ ۷۲)۔ ہجرت کے وقت کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کو پکڑنے پر انعام مقرر کر دیا (مستدرک حدیث رقم: ۴۴۸۱)۔

(۵)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں کسی آدمی نے اپنی بیوی کو اکٹھی تین طلاقیں دے دیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جلال میں کھڑے ہو گئے اور فرمایا: اَیُلْعَبُ بِکِتَابِ اللہِ وَ اَنَا بَیْنَ اَظْھُرِکُمْ یعنی کیا اللہ کی کتاب سے کھیلا جائے گا جب کہ میں تمہارے درمیان موجود ہوں؟ (نسائی حدیث رقم: ۳۴۰۱، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۳۲۹۲)۔ جب سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے مسندِ خلافت سنبھالی تو مرتدین نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا۔ اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا اَیُنْقَصُ وَ اَنَا حَیٌّ یعنی کیا دین میں نقص واقع ہو جائے گا جب کہ میں زندہ موجود ہوں؟ (مشکوٰۃ حدیث رقم: ۶۰۳۴)۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ دونوں کے الفاظ میں مشابہت کو محسوس فرمایئے۔ ایمان کی نگاہ اس نتیجے پر پہنچے گی کہ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ فنافی الرسول کے مقام پر فائز تھے۔

(۶)۔ جب محبوب کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اعلان کرا دیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذمے جس کسی کا قرض ہو یا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی سے وعدہ فرمایا ہو تو وہ میرے پاس آ جائے، میں وہ قرض ادا کر دوں گا اور وعدہ وفا کر دوں گا (بخاری حدیث رقم: ۷۳۱۳)۔

(۷)۔صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے یہ الفاظ سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہیں کہ لَسْتُ تَارِکًا شَیْئًا کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْمَلُ بِہٖ یعنی مجھ سے وہ کام نہیں چھوٹ سکتا جسے نبی کریم ﷺ کرتے رہے (بخاری حدیث رقم: ۳۰۹۳)۔

یہی وجہ ہے کہ آپ رضی اللہ عنہ سے جس صحابی رضی اللہ عنہ نے بھی جیشِ اسامہ کی روانگی، منکرینِ زکوٰۃ سے قتال اور باغِ فدک جیسے معاملات کے بارے میں بات کی، آپ نے یہی جواب دیا کہ نبی کریم ﷺ کے طریقے پر گامزن رہنا میری مجبوری ہے۔

(۸)۔سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو حضور ﷺ کی رحمۃ للعالمینی سے اس قدر فیض ملا تھا کہ صحابہ کرام نے آپ کا نام الآواہ رکھ دیا تھا۔یعنی پناہ گاہ (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۰۹۱، صواعق محرقہ صفحہ ۸۵)۔

(۹)۔اللہ کریم جل مجدہ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کی شان میں فرمایا وَلَسَوْفَ یُعْطِیْکَ رَبُّکَ فَتَرْضٰی یعنی اے محبوب عنقریب آپ کا رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے (الضحیٰ: ۵)۔اور سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا وَلَسَوْفَ یَرْضٰی یعنی عنقریب وہ راضی ہو جائے گا (اللیل: ۲۱)۔

(۱۰)۔آخری وقت میں آپ نے وصیت فرمائی کہ مجھے حضور کی طرح کفن دیا جائے فَفِیْھَا کَفِّنُوْنِی (مستدرک حدیث رقم: ۴۴۰۷)۔ حضور ﷺ جتنی ہی عمر پائی اور آپ ﷺ کے پاس ہی دفن ہوئے۔

(۱۱)۔فتح مکہ کے موقع پر بتوں کو گرانے کے لیے نبی کریم ﷺ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے کندھوں پر سوار ہوئے۔حضرت علی آپ کو لے کر اٹھ گئے۔نبی کریم ﷺ نے انہیں کمزور پایا تو فرمایا بیٹھ جاؤ۔آپ نیچے اتر آئے اور حضرت علی کو فرمایا کہ میرے کندھوں پر بیٹھ جاؤ۔آپ ﷺ حضرت علی کو لے کر اٹھ گئے۔حضرت علی فرماتے ہیں کہ مجھے خیال آ رہا تھا کہ اگر میں چاہوں تو آسمان کو ہاتھ لگا سکتا ہوں (السنن الکبریٰ للنسائی حدیث رقم: ۸۵۰۷)۔

سبحان اللہ۔اس حدیث میں مولا علی کی کیسی پیاری فضیلت اور عظیم اعزاز مذکور ہے۔تف ہے خوارج پر جو بغضِ علی میں جلے جا رہے ہیں۔اب ذرا صدیق اکبر کے کندھوں کی ہمت کا بھی اندازہ کیجیے۔ہجرت کی رات صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے محبوب کریم ﷺ کے قدموں کے نشان چھپانے کے لیے آپ کو اپنے کندھوں پر اٹھا لیا اور غار کے منہ پر لا اتارا (الوفا صفحہ

۲۳۷)۔تف ہے روافض پر جو بارِ نبوت کے متحمل کی ہمت کا انکار کر رہے ہیں۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے ارشادات

(۱)۔ حضرت محمد بن حنفیہ رحمۃ اللہ علیہ والی حدیث چار یار کی اصطلاح والی بات کے ضمن میں گزر چکی ہے (بخاری حدیث رقم: ۳۶۷۱، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۲۹)۔

اسکی شرح میں ہم یہ حدیث لکھ دینے میں کوئی حرج محسوس نہیں کرتے کہ: ابوہریرۃ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ خَیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَ الْآخِرِیْنَ وَ خَیْرُ اَھْلِ السَّمٰوَاتِ وَ خَیْرُ اَھْلِ الْاَرَضِیْنَ اِلَّا النَّبِیِّیْنَ وَ الْمُرْسَلِیْنَ یعنی ابوبکر اور عمر اگلے پچھلے تمام لوگوں اور زمین و آسمان کے تمام لوگوں سے افضل ہیں سوائے نبیوں اور رسولوں کے (المؤتلف والمختلف للدارقطنی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷، ابن عدی جلد ۲ صفحہ ۱۸۰ وقال منکر، تاریخ بغداد للخطیب جلد ۵ صفحہ ۲۵۲، ابن عساکر جلد ۳۰ صفحہ ۱۸۲، الفتح الکبیر للسیوطی جلد ۱ صفحہ ۲۲ وقال ضعیف، مسندِ فردوس جلد ۱ صفحہ ۴۳۸ حدیث نمبر ۱۷۸۳، السنۃ للامام احمد بن محمد الخلال حدیث رقم: ۳۷۷ ھذا منقطع و قال الخلال: ھذہ الذی اتضح من الاسناد، مرام الکلام صفحہ ۴۶، مطلع القمرین صفحہ ۱۱۵ قلمی وعزاہ الی الحاکم فی الکنیٰ والخطیب و ابن عدی و قال الذہبی موضوع میزان الاعتدال جلد ۲ صفحہ ۱۱۱)۔

(۲)۔ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ قَالَ: اِنِّیْ لَوَاقِفٌ فِیْ قَوْمٍ ، فَدَعَوا اللّٰہَ لِعُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ ، وَقَدْ وُضِعَ عَلٰی سَرِیْرِہٖ اِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِیْ قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَہٗ عَلٰی مَنْکِبِیْ یَقُوْلُ : یَرْحَمُکَ اللّٰہُ اِنْ کُنْتُ لَأَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَ صَاحِبَیْکَ ، لِأَنِّیْ کَثِیْراً مِمَّا کُنْتُ أَسْمَعُ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوْلُ: کُنْتُ وَ أَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ ، وَفَعَلْتُ وَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ ، وَ انْطَلَقْتُ وَ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ ، فَاِنْ کُنْتُ لَاَرْجُوْ اَنْ یَّجْعَلَکَ اللّٰہُ مَعَھُمَا ، فَالْتَفَتُّ فَاِذَا عَلِیُّ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رَوَاہُ مُسْلِمٌ وَ الْبُخَارِیُّ (مسلم حدیث رقم: ۶۱۸۷، بخاری حدیث رقم: ۳۶۷۷، ۳۶۸۵، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۹۸، شرح السنۃ حدیث رقم: ۳۸۹۰)۔

ترجمہ: حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ میں لوگوں میں کھڑا تھا، لوگ عمر بن خطاب کیلیے اللہ سے دعا کر رہے تھے اور آپ کو اپنی چارپائی پر رکھا گیا تھا، ایک آدمی میرے پیچھے تھا جس

نے اپنی کہنی میرے کندھے پر رکھی ہوئی تھی، وہ کہہ رہا تھا: اللہ تجھ پر رحمت فرمائے، مجھے یقین تھا کہ اللہ تجھے تیرے دونوں یاروں سے ملادے گا، میں رسول اللہ ﷺ کو کثرت سے فرماتے ہوئے سنا کرتا تھا کہ: میں اور ابوبکر اور عمر تھے، میں اور ابوبکر اور عمر نے ایسا کیا، میں اور ابوبکر اور عمر گئے، مجھے یقین تھا کہ اللہ تجھے ان دونوں سے ملادے گا۔ میں نے پیچھے مڑ کر دیکھا تو وہ حضرت علی بن ابی طالب تھے۔

(۳)۔ عَنْ عَلِيٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ وَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ اَبِیْ بَکْرٍ عُمَرُ

ترجمہ: حضرت علی شیرِ خدا رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں سے افضل ابوبکر ہیں اور ابوبکر کے بعد سب سے افضل عمر ہیں (ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۰۶، مسند احمد حدیث رقم: ۸۳۶، ۸۳۷، ۸۳۸، ۸۳۹، ۸۴۰، ۸۷۴، ۸۸۱، ۸۸۲، ۸۸۳، ۹۱۱، ۹۲۵، ۹۳۵، ۹۳۶، ۹۳۷، ۱۰۳۴، ۱۰۳۵، ۱۰۳۶، ۱۰۴۴، ۱۰۵۵، ۱۰۵۶، ۱۰۵۸، ابنِ ابی شیبہ جلد ۸ صفحہ ۵۷۴، السنۃ لعبداللہ ابن احمد حدیث رقم: ۱۲۹۸، ۱۲۹۹، ۱۳۰۰، ۱۳۰۲، ۱۳۰۳، ۱۳۰۴، ۱۳۰۵، ۱۳۰۶، ۱۳۰۷، ۱۳۰۸، ۱۳۱۴، ۱۳۱۵، ۱۳۱۷، ۱۳۱۹، ۱۳۲۰، ۱۳۲۱، ۱۳۲۳، ۱۳۲۴، ۱۳۲۶، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۲۳۴، ۱۲۳۵، ۱۲۳۶، ۱۲۳۷، ۱۲۳۸، ۱۲۳۹)۔

یہ حدیث مولا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اس کی بعض اسناد صحیح، بعض حسن اور بعض ضعیف ہیں۔ اس سے مجموعی صحت میں مزید اضافہ ہوگیا۔ ذہبی علیہ الرحمہ نے لکھا ہے کہ یہ بات آپ رضی اللہ عنہ سے جمِ غفیر کے ذریعے تواتر کے ساتھ منقول ہے۔ اور اس کے روایت کرنے والوں کی تعداد اسی (۸۰) بتائی ہے، اور فرمایا کہ: اللہ کی قسم یہ حضرت علی کا ہی فرمان ہے جو آپ نے کوفہ کے منبر پر فرمایا، اللہ خراب کرے رافضیوں کو یہ کیسے جاہل ہیں: هٰذَا مُتَوَاتِرٌ عَنْ عَلِيٍّ، لِاَنَّهٗ قَالَهٗ عَلٰی مِنْبَرِ الْكُوْفَةِ فَلَعَنَ اللّٰهُ الرَّافِضَةَ مَا اَجْهَلَهُمْ یعنی یہ حدیث سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ منقول ہے، اللہ کی لعنت ہو رافضیوں پر یہ کیسے جاہل ہیں (تاریخ الاسلام جلد ۳ صفحہ ۱۱۵، المنتقیٰ من منہاج الاعتدال صفحہ ۳۶۱ کلاھما للذھبی، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸، صواعق محرقہ صفحہ ۶۰)۔

علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قَدْ ثَبَتَ عَنْهُ بِالتَّوَاتُرِ اَنَّهٗ قَالَ عَلٰی مِنْبَرِ

الْكُوْفَةِ اَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَ لَوْ شِئْتُ اَنْ اُسَمِّيَ الثَّالِثَ لَسَمَّيْتُ یعنی سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے تواتر کے ساتھ ثابت ہے کہ آپ نے کوفہ کے منبر پر فرمایا کہ اے لوگوں اس امت میں اسکے نبی کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر ہیں اور اگر میں چاہوں تو تیسرے کا بھی نام بتادوں (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۳۲۱)۔

(۴)۔ عَنْ صِلَةَ بْنِ زُفَرَ قَالَ : كَانَ عَلِيٌّ اِذَا ذُكِرَ عِنْدَهُ اَبُوْ بَكْرٍ قَالَ : اَلسَّبَاقُ يَذْكُرُوْنَ السَّبَاقَ قَالَ : وَ الَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ مَا اسْتَبَقْنَاهُ اِلٰى خَيْرٍ قَطُّ اِلَّا سَبَقَنَا اِلَيْهِ اَبُوْ بَكْرٍ (المعجم الاوسط للطبرانی کمافی مجمع الزوائد حدیث رقم: ۱۴۳۳۲)۔قَالَ الْهَيْثَمِيُّ وَ فِيْهِ: اَحْمَدُ بْنُ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ الْمُفَضَّلِ الْحَرَّانِيُّ، وَلَمْ اَعْرِفْهُ، وَ بَقِيَّةُ رِجَالِهٖ ثِقَاتٌ

ترجمہ: حضرت صلہ بن زفر فرماتے ہیں کہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس جب حضرت ابوبکر کا ذکر ہوتا تو آپ فرماتے: یہ لوگ سبقت لے جانے کا ذکر کرتے ہیں، فرمایا: قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے، ہم جب بھی کسی بھلائی کی طرف بڑھے ہیں ابوبکر ہم سے سبقت لے گیا ہے۔

(۵)۔ عَنْ عَلِيٍّ وَ الزُّبَيْرِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمَا اِنَّا نَرٰى اَبَابَكْرٍ اَحَقَّ النَّاسِ بِهَا بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَنَّهٗ لَصَاحِبُ الْغَارِ وَ ثَانِيْ اثْنَيْنِ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ بِشَرَفِهٖ وَ كِبَرِهٖ وَ لَقَدْ اَمَرَهٗ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ بِالصَّلٰوةِ بِالنَّاسِ وَهُوَ حَيٌّ هٰذَا حَدِيْثٌ صَحِيْحٌ عَلٰى شَرْطِ الشَّيْخَيْنِ وَلَمْ يُخْرِجَاهُ وَ وَافَقَهُ الذَّهَبِيُّ

ترجمہ: حضرت علی اور زبیر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہم لوگ رسول اللہ ﷺ کے بعد ابوبکر کو خلافت کا سب سے زیادہ حق دار سمجھتے تھے اس کی وجہ یہ تھی کہ وہ صاحب غار اور ثانی اثنین تھے۔ اور ہم آپکے شرف اور عظمت کو جانتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی موجودگی میں انہیں لوگوں کو نماز پڑھانے کا حکم دیا تھا۔ یہ حدیث صحیح ہے (مستدرک حدیث رقم: ۴۴۷۸)۔

(۶)۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: مجھے اس ذات کی قسم ہے جس نے دانے کو پھاڑ کر پودا نکالا اور ایک ذرے (مالیکیول) سے انسان کو پیدا کیا، اگر رسول اللہ ﷺ نے مجھے خلیفہ مقرر کیا ہوتا تو میں آپکے فرمان کی خاطر جہاد کرتا۔ اگر میرے پاس تلوار نہ ہوتی تو اپنی چادر سے ہی مخالفین پر حملہ کر دیتا اور ابوبکر کو منبر رسول ﷺ کی ایک سیڑھی بھی نہ چڑھنے دیتا۔ لیکن آپ ﷺ نے میرے

مرتبے اور ابوبکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور فرمایا ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور لوگوں کو نماز پڑھاؤ۔ آپ نے مجھے نماز پڑھانے کا حکم نہیں دیا، لہٰذا رسول اللہ ﷺ جس شخص کو ہمارا دینی پیشوا بنانے پر راضی ہیں ہم اسے اپنا دنیاوی پیشوا بنانے پر کیوں نہ راضی ہوں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے اس ارشادِ گرامی سے واضح ہو گیا کہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو خلافت ظاہری ملنے سے پہلے ہی دین کا پیشوا بنا دیا گیا تھا۔ ولایت باطنی یعنی دین کی سیادت اور خلافت ظاہری یعنی دنیا کی سیادت دونوں چیزیں مولا علی نے صدیق اکبر کے حق میں جدا جدا تسلیم فرمائی ہیں۔ رضی اللہ عنہما

ایک نہایت ہی قابل توجہ نکتہ یہ ہے کہ اگر بالفرض نبی کریم ﷺ نے مولا علی رضی اللہ عنہ کو امامت کے مصلہ پر کھڑا کیا ہوتا تو روافض اور تفضیلی قیامت برپا کر دیتے۔ ذرا چشم تصور سے اس نکتے پر غور فرمالیجیے۔ شانِ ابوبکر نکھرتی چلی جائے گی اور اہل سنت کی شرافت اور اعتدال اچھی طرح واضح ہو جائے گا۔

(۷)۔ جب سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ زخمی ہو گئے تو لوگوں نے آپ سے عرض کیا کہ کسی کو ہم پر خلیفہ مقرر فرما دیں۔ فرمایا میں تمہیں اسی طرح چھوڑ کر جا رہا ہوں جس طرح ہمیں رسول اللہ ﷺ نے چھوڑا تھا۔ ہم نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم پر خلیفہ مقرر فرمائیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ نے تم میں بھلائی دیکھی تو خود بخود تم میں سے سب سے اچھے آدمی کو مقرر فرما دے گا۔ حضرت علی نے یہ حدیث بیان کرنے کے بعد فرمایا: اللہ نے ابوبکر کو ہم سب سے بہتر جانا اور اسے ہم پر ولایت دے دی (مستدرکِ حاکم حدیث رقم: ۴۷۵۶)۔

(۸)۔ حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ فرماتے ہیں: لَا اَجِدُ اَحَداً فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِی بَکْرٍ وَ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ۔

ترجمہ: میں جسے پاؤں گا کہ مجھے ابوبکر و عمر سے افضل کہتا ہے۔ اسے الزام تراشی کی سزا کے طور پر اسی کوڑے ماروں گا (فضائل صحابہ امام احمد بن حنبل حدیث رقم: ۴۹ عن حکم بن جحل، ۳۸۷ عن حکم بن جحل قال سمعت علیا رضی اللہ عنہ یقول، السنۃ لعبد اللہ ابن احمد حدیث رقم: ۱۲۴۲ عن حکم بن جحل، ۱۳۲۲ عن علقمہ، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۰۲۷ عن علقمہ، ۱۲۵۴ عن حکم بن

حجل ، الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۵۸ عن حکم بن حجل قال خطبنا علی بالبصرۃ ، ۳۶۱ عن علقمہ و قال لہ شواھد ذکرناھا فی کتاب الفضائل ،فضائل ابی بکر الصدیق مؤلفہ ابو طالب محمد بن علی العشاری متوفی ۴۵۱ھ حدیث رقم : ۳۹، تحفۃ الصدیق لابن بلبان صفحہ ۸۷، الاستیعاب صفحہ ۴۳۴ ، ابن عساکر جلد ۳۰ صفحہ ۳۶۹ عن عبد خیر ، ۳۷۱ عن علقمہ، ۳۸۳ عن حکم عن ابیہ ، ابن عساکر جلد ۴۴ صفحہ ۳۶۵ عن جابر بن حمید وحدیث آخر عن حکم بن حجل وحدیث آخر عن حکم بن حجل ایضاً وحدیث آخر عن علقمہ، الریاض النضرۃ جلد۱ صفحہ ۸۸، المؤتلف والمختلف للدارقطنی جلد ۳ صفحہ ۹۲ عن حکم بن حجل ، المنتقیٰ للذہبی صفحہ ۳۶۱ عن محمد بن الحنفیہ بلفظ کان یقول ، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۸ ، صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰ ، تفسیر قرطبی جلد ۱۷ صفحہ ۲۰۶ ، کنز العمال حدیث نمبر: ۳۶۱۵۲، ازالۃ الخفاء جلد۱ صفحہ ۳۱۷)۔

اس حدیث کے تمام حوالہ جات پر غور فرمایئے۔ اس کے راویوں میں حضرت محمد بن حنفیہ، حضرت علقمہ، حضرت عبدِ خیر، حضرت جابر بن حمید، حضرت حکم بن حجل ، اور ان کے والد حضرت حجل علیہم الرحمۃ شامل ہیں۔ یہ سب براہِ راست مولا علی سے روایت کررہے ہیں۔ حکم بن حجل اپنے والد سے بھی روایت کررہے ہیں اور خود بھی فرمارہے ہیں کہ میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو فرماتے ہوئے سنا، دوسری جگہ فرمارہے ہیں حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ہمیں بصرہ میں خطاب فرمایا۔ واضح ہورہا ہے کہ حضرت حکم بن حجل رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوئی ہے۔ کتبِ رجال میں حکم بن حجل کو ثقہ لکھا گیا ہے اور جب وہ ثقہ ہیں تو یہ ہوہی نہیں سکتا کہ حضرت علی المرتضیٰ کی زیارت کے بارے میں جھوٹ بولیں معاذاللہ۔ ویسے حدیث روایت کرنے کے لیے معاصرت ہی کافی ہے جس سے ملاقات بعید نہیں رہتی۔ اور اگر بالفرض حدیث میں ارسال ہی ہو تو حدیثِ مرسل ہمارے نزدیک حجت ہے اس لیے کہ ارسال کرنے والا حدیث کی صحت پر اعتماد کرتے ہوئے ارسال کرتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ علماء نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمۃ نے اسے صحیح لکھا ہے (فتاوی عزیزی اردو صفحہ ۳۸۳) اور اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اسے ذہبی کے حوالے سے صحیح لکھا ہے قَالَ سُلْطَانُ الشَّانِ اَبُوْ عَبْدِ اللّٰہِ الذَّھَبِیُّ حَدِیْثٌ صَحِیْحٌ (الزلال الانقیٰ صفحہ ۹۵)۔

اس حدیث کو حضرت علقمہ نے اس طرح بیان فرمایا ہے: عَنْ اِبْرَاهِیْمَ قَالَ ضَرَبَ عَلْقَمَةُ هٰذَا الْمِنبَرَ فَقَالَ: خَطَبَنَا عَلِیٌّ عَلٰی هٰذَا الْمِنبَرِ فَحَمِدَ اللهَ وَ اَثْنیٰ عَلَیْهِ ثُمَّ ذَکَرَ مَا شَاءَ اللهُ اَن یَّذْکُرَ ثُمَّ قَالَ: اَلَا اَنَّهُ بَلَغَنِی اَنَّ قَوْمًا یُفَضِّلُوْنِی عَلٰی اَبِی بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ لَوْ کُنْتُ تَقَدَّمْتُ فِی ذَالِکَ لَعَاقَبْتُ فِیْهِ وَ لٰکِنْ اَکْرَهُ الْعُقُوْبَةَ قَبْلَ التَّقَدُّمِ، مَنْ قَالَ شَیْئًا مِنْ ذَالِکَ فَهُوَ مُفْتَرٍ عَلَیْهِ مَا عَلَی الْمُفْتَرِیِّ، خَیْرُ النَّاسِ کَانَ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ اَحْدَثْنَا بَعْدَهُمْ اِحْدَاثًا یَقْضِی اللهُ فِیْهَا (السنۃ لعبد اللہ حدیث رقم: ۱۳۲۲، السنۃ لابن ابی عاصم حدیث رقم: ۱۰۲۷)۔ اسنادہ صحیح

اس حدیث سے اور اس جیسی دوسری احادیث سے واضح امکان محسوس ہوتا ہے کہ حد مفتری والی حدیث اس حدیث متواتر کا ٹکڑا ہے جسے ۸۰ راویوں نے روایت کیا ہے کہ: خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللهِ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ وَ خَیْرُ النَّاسِ بَعْدَ اَبِی بَکْرٍ عُمَرُ۔ کوئی راوی اس ٹکڑے کو بیان کرتا ہے اور کوئی نہیں کرتا۔

امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ: ایک آدمی سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے پاس آیا اور کہا میں نے آپ سے بہتر کوئی نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا کیا تم نے ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا اگر تم کہتے کہ میں نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہے تو میں تمہیں قتل کر دیتا، اور اگر تم کہتے کہ میں نے ابوبکر اور عمر کو دیکھا ہے تو میں تمہیں کوڑے مارتا لَوْ اَخْبَرْتَنِی اَنَّکَ رَأَیْتَ اَبَابَکْرٍ وَّ عُمَرَ لَاَوْجَعْتُکَ عُقُوْبَةً (کتاب الآثار لابی یوسف حدیث رقم: ۹۲۴)۔

یہاں یہ نکتہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ ابن سباء اینڈ کمپنی کو مولا علی رضی اللہ عنہ نے زندہ جلا دیا تھا (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۶۴۰۵)۔ صحیح و افقہ الذہبی۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: وَعَنْ ثَوْرِ بْنِ زَیْدِ الدَّیْلِمِی اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ اسْتَشَارَ فِی الْخَمْرِ یَشْرَبُهَا الرَّجُلُ، فَقَالَ لَهُ عَلِیٌّ اَرٰی اَنْ نَجْلِدَهُ ثَمَانِیْنَ جَلْدَةً، فَاِنَّهُ اِذَا شَرِبَ سَکِرَ وَاِذَا سَکِرَ هَذٰی وَاِذَا هَذٰی افْتَرٰی، فَجَلَدَ عُمَرُ فِی الْخَمْرِ ثَمَانِیْنَ رَوَاهُ مَالِکُ وَالدَّارَقُطْنِی وَالْحَاکِمُ وَصَحَّحَهُ الْحَاکِمُ وَ وَافَقَهُ الذَّهَبِیُّ وَعَلَیْهِ اِجْمَاعُ الصَّحَابَةِ

ترجمہ: حضرت ثور بن زید دیلمی فرماتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے شراب کے بارے میں مشورہ لیا جسے آدمی نے پیا ہو۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا کہ میرے خیال میں ہم اسے اسی کوڑے ماریں۔ اس لیے کہ جب وہ پیئے گا تو نشے میں آئے گا۔ جب نشے میں ہو گا تو ہذیان بولے گا۔ جب ہذیان بولے گا تو بہتان لگائے گا (اور بہتان کی سزا اسی کوڑے ہے)۔ بس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے شراب پینے پر اسی کوڑے مارے۔ اس پر تمام صحابہ کا اجماع ہے (مؤطا امام مالک حدیث رقم:۲ من کتاب الاشربۃ، سنن الدار قطنی حدیث رقم:۳۲۹۰، المستدرک للحاکم حدیث رقم:۸۲۹۹، بخاری حدیث رقم:۶۷۷۸، ۶۷۷۹، مسلم حدیث رقم:۴۴۵۷، ۴۴۵۸، ابو داؤد حدیث رقم:۴۴۸۶، ۴۴۸۸، ابن ماجہ حدیث رقم:۲۵۷۰، ۲۵۷۱)۔

غور فرمائیے، اگر تفضیلیوں پر حد لگانے کا اختیار مولا علی کو نہیں تھا تو پھر روافض کو زندہ جلانے اور شرابی کو ۸۰ کوڑے مارنے کا حق کس طرح مل گیا؟

آپ رضی اللہ عنہ فرما رہے ہیں کہ شرابی جب شراب پیتا ہے تو نشے میں آتا ہے، جب نشے میں آتا ہے تو ہذیان بکتا ہے اور ہذیان بکتا ہے تو افتراء باندھتا ہے اور جو افتراء باندھے اس کی سزا ۸۰ کوڑے ہے۔ بالکل اسی طرح تفضیلیوں کے عقیدے سے بھی تمام صحابہ کرام مہاجرین و انصار پر افتراء لازم آتا ہے، لہٰذا ان کی سزا بھی ۸۰ کوڑے ہے۔ علامہ پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: روافض سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو افضل قرار دیتے ہیں، پھر اس کو بنیاد بنا کر کہتے ہیں کہ آپ کو خلافت نہ دینا ظلم تھا، اور جو ظالم ہوں وہ عادل نہیں ہوتے اور جو عادل نہ ہوں ان کی روایت کردہ احادیث معتبر نہیں، لہٰذا اہل سنت کا تمام ذخیرہ احادیث غیر معتبر ہوا، یہ لوگ اس ترتیب سے سادہ لوح مسلمانوں کو گمراہ کرتے ہیں (نبراس صفحہ ۳۰۲)۔

(۹)۔ محدث عبدالرزاق رحمت اللہ علیہ ختنین رضی اللہ عنہما کے معاملے میں متشیع تھے لیکن چونکہ خود مولا علی نے ابوبکر اور عمر کو اپنے سے افضل قرار دیا ہے لہٰذا فرماتے تھے کہ میری اس سے بڑھ کر بدبختی کیا ہوگی کہ علی کی محبت کا دعویٰ بھی کروں اور علی کا کہنا بھی نہ مانوں۔ اصل الفاظ یہ ہیں أُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ بِتَفْضِيلِ عَلِيٍّ إِيَّاهُمَا عَلَى نَفْسِهِ وَإِلَّا لَمَا فَضَّلْتُهُمَا كَفَابِي وِزْرًا أَنْ أُحِبَّهُ ثُمَّ أُخَالِفَهُ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔

(۱۰)۔ سیدنا امام زین العابدین رضی اللہ عنہ سے کسی نے پوچھا کہ رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ قریب کون تھا؟ آپ نے فرمایا وہی لوگ قریب تھے جو کہ آج بھی قریب ہیں اور آپ کے پہلو میں آرام فرما رہے ہیں (مسند احمد ۴/۹۶ حدیث رقم: ۱۶۷۱۴، فضائل الصحابہ للدارقطنی حدیث رقم: ۳۵، الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۶۲)۔

سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا اے علی تیری مثال ایسے ہے جیسے عیسیٰ۔ ان سے یہودیوں نے بغض رکھا اور ان کی والدہ پر الزام لگا دیا اور عیسائیوں نے محبت رکھی اور ان کو وہ مرتبہ دے دیا جس کے وہ حق دار نہ تھے۔ پھر مولا علی فرماتے ہیں کہ میرے بارے میں دو طرح کے آدمی ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جو میری ایسی شان بیان کرے گا جس کا میں حق دار نہیں۔ دوسرا مجھ سے بغض رکھنے والا جسے میری دشمنی مجھ پر بہتان لگانے پر آمادہ کرے گی (مسندِ احمد ۱/۱۶۰ حدیث رقم: ۱۳۸۰، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۶۱۰۲)۔

روافض کی معروف کتاب نہج البلاغہ میں ہے کہ: سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: میرے بارے میں دو طرح کے لوگ ہلاک ہو جائیں گے۔ ایک حد سے زیادہ محبت کرنے والا جسے یہ محبت حق سے دور لے جائے گی۔ اور دوسرا مجھ سے بُغض رکھنے والا جسے یہ بُغض حق سے دور لے جائے گا۔ میرے بارے میں درمیانی راہ پر چلنے والے ہی صحیح ہوں گے۔ ہمیشہ بڑے گروہ کی پیروی کرو۔ بے شک اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے۔ تفرقہ بازی سے ہمیشہ بچو۔ جماعت سے الگ ہونے والا شیطان کا شکار بن جاتا ہے جس طرح اکیلی بکری ریوڑ سے بچھڑ کر بھیڑیے کا شکار بن جاتی ہے (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷ مطبوعہ ایران/قم)۔

قرآنی آیات کے بعد ان بے شمار احادیث میں بھی صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے خصائص گن لیجیے۔ صرف خصائص تو کجا قرآن وسنت وآثار میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے لیے مندرجہ ذیل صیغے تفضیل کے استعمال ہوئے ہیں:

اَعۡظَمُ دَرَجَةً (الحدید: ۱۰)، اَلۡاَتۡقٰی (الیل: ۱۷)، خَیۡرُ الصَّحَابَۃِ (بخاری حدیث نمبر: ۳۶۶۸) خَیۡرُ النَّاسِ (ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۰۶)، اَعۡلَمُ (بخاری حدیث رقم: ۴۶۶)، اَرۡحَمُ (ترمذی حدیث رقم: ۳۷۹۰)، اَرۡاَفُ (مستدرک حدیث رقم: ۶۳۹۰)، اَمَنُّ النَّاسِ عَلٰی

رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (بخاری حدیث رقم:۳۶۶۱)، اَفْضَلُ الْاُمَّۃِ (ابوداؤد حدیث رقم:۴۶۲۸)، خَیْرُ الْاَوَّلِیْنَ وَالْاٰخِرِیْنَ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۷۶)، اَحَبُّ اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (بخاری حدیث نمبر:۳۶۶۸)، اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ (مستدرک حاکم حدیث نمبر:۴۴۷۸) ،اَعْلَمُ بِالسُّنَّۃِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵)، اَعْبَرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳، الصواعق المحرقہ صفحہ ۳۴، الریاض النضرۃ جلدا صفحہ ۵۹)، اَعْلَمُ بِالْاَنْسَابِ (الریاض النضرۃ جلدا صفحہ ۱۵۲)، اَشْجَعُ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۲)، اَلْاَوَّاہُ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۴۹، صواعقِ محرقہ صفحہ ۸۵)، اَلصِّدِّیْقُ الْاَکْبَرُ، اَلْاَکْرَمُ رضی اللہ عنہ۔

علماء وصوفیاء علیہم الرحمۃ کے اقوال

(۱)۔ ابونعیم نے فرات بن سائب سے روایت کیا ہے، وہ کہتے ہیں کہ میں نے میمون بن مہران سے پوچھا: آپ کے نزدیک علی افضل ہیں یا ابوبکر اور عمر؟ یہ سوال سن کر وہ کانپنے لگے حتیٰ کہ ان کے ہاتھ سے لاٹھی گر گئی۔ پھر فرمایا میں سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ میں اس زمانے تک زندہ رہوں گا جب لوگ ابوبکر اور عمر کی برابری کے بارے میں سوچیں گے (ابونعیم فی الحلیۃ جلد ۴ صفحہ ۹۲، ۹۳، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰)۔

(۲)۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

شیخ الاسلام واز بعد انبیاء خیر الانام یعنی اسلام کے پیر اور نبیوں کے بعد تمام انسانوں سے افضل (کشف المحجوب صفحہ ۶۷)۔ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ مقدم جمیع خلائق است از پس انبیاءِ صلوات اللہ علیہم اجمعین و روا نہ باشد کہ کسی قدم اندر پیشِ وی نہد یعنی صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام مخلوقات سے آگے ہیں اور کسی کیلیے جائز نہیں ہے کہ ان سے آگے قدم رکھے (کشف المحجوب صفحہ ۶۹)۔ نیز حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے ان چار ہستیوں کا ذکر اسی ترتیب سے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے صدیقِ اکبر، پھر عمر فاروق، پھر عثمان غنی اور پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم۔

(۳)۔ حضرت امام غزالی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمْ یعنی نبی کریم ﷺ کے بعد سب لوگوں میں افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہ (احیاء العلوم صفحہ ۱۱۹)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں : اِنَّ الْاِمَامَ الْحَقَّ بَعْدَ رَسُوْلِ اللہ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ (احیاء العلوم صفحہ ۱۴۶)۔

جان لو کہ اللہ کے ہاں فضیلت پا لینے کا سبب الگ چیز ہے اور لوگوں میں مشہور ہو جانے کا سبب دوسری چیز ہے، ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی شہرت خلافت کی وجہ سے تھی جب کہ آپ کی فضیلت کا اصل سبب وہ راز تھا جو ان کے سینے میں سجا دیا گیا تھا وَ کَانَ فَضْلُہٗ بِالسِّرِّ الَّذِیْ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ (احیاء العلوم صفحہ ۳۵)۔

(۴)۔ حضرت سیدنا غوثِ اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

خلفائے راشدین نے خلافت بزورِ شمشیر یا جبر کے ذریعہ حاصل نہیں کی تھی بلکہ معاصرین پر ان کو فضیلت حاصل تھی لِفَضْلِ کُلِّ وَاحِدٍ مِنْھُمْ فِیْ عَصْرِہٖ وَ زَمَانِہٖ عَلٰی مَنْ سِوَاہُ مِنَ الصَّحَابَۃِ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۵۸)۔

حضور غوثِ اعظم قدس سرہ کے ارشاد سے واضح ہو گیا کہ فضیلت پہلے سے حاصل تھی اور خلافت بعد میں عطا ہوئی۔

حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ اور دیگر علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ خلفاءِ راشدین کے بعد عشرہ مبشرہ اور اصحابِ بدر افضل ہیں (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۵۷)۔ اگر افضلیت باعتبار ترتیب ِ خلافت ہوتی تو خلفاء کی افضلیت کے ساتھ ان ہستیوں کی افضلیت کو مقرون کرنا نہیں سجتا تھا۔

(۵)۔ شیخِ اکبر محی الدین ابن عربی قدس سرہ فرماتے ہیں: اِعْلَمْ اَنَّہٗ لَیْسَ فِیْ اُمَّۃِ مُحَمَّدٍ ﷺ مَنْ ھُوَ اَفْضَلُ مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ غَیْرُ عِیْسٰی عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ یعنی جان لو کہ امتِ محمد ﷺ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جو ابو بکر سے افضل ہو سوائے حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے (فتوحاتِ مکیہ باب ۹۳ کمافی الیواقیت والجواہر صفحہ ۴۳۸)۔

اس عبارت پر بھی غور فرمایئے اگر افضلیت سے مراد خلافت ظاہری میں افضلیت ہو تو پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا استثناء بالکل لایعنی ہو کر رہ جائے گا۔

(۶)۔ امام عبدالوہاب شعرانی قدس سرہ نے سرخی قائم فرمائی ہے۔

فِیْ بَیَانِ اَنَّ اَفْضَلَ الْاَوْلِیَاءِ الْمُحَمَّدِیِّیْنَ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ وَ الْمُرْسَلِیْنَ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ اَجْمَعِیْنَ یعنی اس بات کا بیان کہ انبیاء اور مرسلین

کے بعد اولیائے محمدی میں سے سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی رضی اللہ عنہم (الیواقیت والجواہر صفحہ ۴۳۷)۔

اس سرخی کے الفاظ پر غور فرمایئے۔ اَفْضَلَ الْاَوْلِیَاءِ الْمُحَمَّدِیِّیْنَ کے الفاظ نے تفضیلیوں کے ہر فراڈ کی جڑھ کاٹ دی ہے۔ اولیاء کے لفظ سے ظاہر ہو رہا ہے کہ افضلیت کا دارومدار خلافتِ ظاہریہ کے ملنے پر نہیں بلکہ ولایتِ محمدی پر ہے۔ اس عنوان کے تحت جو کچھ امام علیہ الرحمہ نے لکھا ہے، قابل مطالعہ ہے۔

(۷)۔ معروف درسی کتاب شرح عقائد نسفی میں ہے کہ: اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ نَبِیِّنَا اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ یعنی تمام انبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۰)۔

(۸)۔ حضرت شیخ فریدالدین عطار رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں:

خواجہِ اول کہ اول یارِ اوست ثانی اثنین اذ ہما فی الغارِ اوست

صدرِ دیں صدیقِ اکبر قطبِ حق در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق

ترجمہ:۔ سب سے اول پیرومرشد جو نبی کریم ﷺ کے پہلے یار تھے۔ غار کے اندر وہ دو میں سے دوسرے تھے۔ دین کے صدر صدیقِ اکبر ہیں جو قطبِ حق ہیں۔ ہر کسی سے ہر معاملے میں آگے نکل گئے ہیں (منطق الطیر صفحہ ۲۸)۔

اس رباعی کا ہر ایک مصرعہ قابلِ غور ہے اور روافض کے لیے وبالِ جان ہے۔ خصوصاً خواجہِ اول، قطبِ حق اور آخری مصرعہ در ہمہ چیز از ہمہ بردہ سبق کو نوٹ کر لینا چاہیے۔

(۹)۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ:

افضلیت شیخین بر باقی امت قطعی است، انکار نکند مگر جاهل یا متعصب یعنی شیخین کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے، اس کا انکار وہی کر سکتا ہے جو جاہل ہو یا متعصب ہو (مکتوبات جلد ۲ مکتوب نمبر ۳۶)۔

(۱۰)۔ ملا علی قاری علیہ الرحمہ افضلیت کا سبب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں: وَ اَوْلیٰ مَا یُسْتَدَلُّ بِهٖ عَلیٰ اَفْضَلِیَّةِ الصِّدِّیْقِ فِیْ مَقَامِ التَّحْقِیْقِ نَصْبُهٗ عَلَیْهِ الصَّلٰوةُ وَ السَّلَامُ لِاِمَامَةِ الْاَنَامِ مُدَّةَ مَرَضِهٖ فِی اللَّیَالِیْ وَ الْاَیَّامِ وَلِذَا قَالَ اَکَابِرُ الصَّحَابَةِ رَضِیَہ ﷺ لِدِیْنِنَا اَفَلَا نَرْضَاهُ لِدُنْیَانَا یعنی سب سے پہلی تحقیقی بات جس سے اہلِ سنت کی طرف سے صدیق کی

افضلیت پر استدلال کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں اپنی تکلیف کے دنوں اور راتوں میں لوگوں کا امام مقرر فرمایا تھا۔ اسی لیے اکابر صحابہ علیہم الرضوان نے فرمایا تھا کہ نبی کریم ﷺ نے جس شخص کو ہمارا دینی راہنما پسند کیا ہے اسے ہم اپنا دنیاوی راہنما کیوں نہ پسند کریں (شرح فقہ اکبر صفحہ ٦٣)۔

آگے فرماتے ہیں: ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ جَمِیْعَ الرَّوَافِضِ وَاَکْثَرَ الْمُعْتَزِلَۃِ یُفَضِّلُوْنَ عَلِیًّا عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ یعنی حضرت علی کو حضرت ابوبکر سے افضل سمجھنا تمام رافضیوں کا عقیدہ ہے اور اکثر معتزلہ کا عقیدہ ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ٦٣)۔

(١١)۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فرقہ شیعہ تفضیلیہ کہ جناب مرتضوی را بر جمیع صحابہ تفضیل می دادند، ایں فرقہ از دنائے تلامذہ آں لعین شدند وشمہ از وسوسہ او قبول کردند، جناب مرتضوی در حق اینہا تہدید فرمود کہ اگر کسے را خواہم شنید کہ مرا بر شیخین تفضیل می دہد او را حد افترا کہ ہشتاد چابک است خواہم زد یعنی شیعہ کا تفضیلی فرقہ جو جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تمام صحابہ پر افضلیت دیتا ہے، یہ فرقہ شیطان لعین کا ادنیٰ شاگرد ہے جس نے اسکے وسوسے کو قبول کرلیا ہے، جناب مرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے ان پر سختی فرمائی ہے کہ اگر میں نے کسی شخص کے بارے میں سنا کہ وہ مجھے شیخین سے افضل سمجھتا ہے تو میں اسے مفتری کی حد ماروں گا جو اسی کوڑے ہے (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۵)۔

(١٢)۔ ہمارے مرشد کریم قطب الاقطاب فقیہِ اعظم حضرت پیر سائیں مفتی محمد قاسم مشوری قدس اللہ تعالیٰ سرہ العزیز ارقام فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ اہل سنت و جماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے افضل ہیں، پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو ان سے افضل سمجھنا گمراہی اور مذہبِ اہل سنت سے خروج ہے۔ اسی طرح کسی بھی صحابی بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ پر طعن کرنا اسلام پر جرح کو مستلزم ہے اور نصوصِ قطعیہ کے انکار کے مترادف ہے۔ وَھُوَ تَعَالٰی اَعْلَمُ کَتَبَہُ الْفَقِیْرُ مُحَمَّدْ قَاسِمْ عُفِیَ عَنْہُ

(١٣)۔ قدوۃ السالکین حضرت خواجہ شمس الحق والدین سیالوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

فضیلت آنہا بالترتیب است انگاہ این حدیث بر زبان مبارک راند افضل الناس من بعدی ابوبکر ثم عمر ثم عثمان ثم علی یعنی خلفائے راشدین کی فضیلت بالترتیب ہے، پھر زبان مبارک سے یہ حدیث پڑھی کہ میرے بعد تمام لوگوں میں افضل ابوبکر ہے، پھر عمر، پھر عثمان، پھر علی (مرآۃ العاشقین صفحہ ۲۲)۔

(۱۴)۔ حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

نیابتِ نبوی کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا جوہرِ نفس، انبیاء کے جوہرِ نفس کے قریب ہو۔ بس اسے صورتِ خلافت (یعنی ریاستِ عامہ) اور معنیٔ خلافت (یعنی قربِ انبیاء) دونوں کا جامع ہونا چاہیے جیسا کہ خلفاءِ اربعہ علیہم الرضوان تھے۔

آگے تفضیلیوں کی مزید جڑھ کاٹتے ہوئے لکھتے ہیں:

البتہ اتنا فرق ضرور ہے کہ خلفائے ثلاثہ کے زمانہ میں صورتِ خلافت یعنی ریاستِ عامہ اور اجماعِ المسلمین بدرجہ اتم موجود تھا۔ اور عہدِ مرتضوی میں اگرچہ معنیٔ خلافت یعنی قربِ نبوی بدرجہ کمال تھا لیکن ریاستِ عامہ اور اجماعِ مسلمین خلفاءِ ثلاثہ کے دور کی طرح نہ تھا (فتاویٰ مہریہ صفحہ ۱۴۵)۔

فتاویٰ مہریہ کی عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ تین خلفاء کے دور میں خلافت ظاہری اور باطنی دونوں عروج پر تھیں۔ مگر خلیفہ رابع کے دور میں باطن تو موجود رہا مگر ظاہر پہلے جیسا نہ رہا۔

دوسری جگہ ابو حفص حداد علیہ الرحمہ کے حوالہ سے لکھتے ہیں: بعد از پیغمبر کوئی شخص ابوبکر سے افضل نہیں کیونکہ اس نے مقاتلہِ مرتدین میں نبی کا سا کام کیا ہے (تصفیہ مابین سنی وشیعہ صفحہ ۱۹)۔ تصفیہ کی یہ عبارت اجماعِ امت کے عین مطابق ہے۔

(۱۵)۔ حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن والے عشرہ مبشرہ والی حدیث بیان کرنے کے بعد فرماتے ہیں: یہ نص تفصیل کے ساتھ صحابۂ کرام کی خلافت اور مراتب پر دلالت کرتی ہے اور رسولِ خدا ﷺ کے ساتھ جس قدر کسی کو قرب و منزلت حاصل تھی وہی علی الترتیب ظاہر کرتی ہے۔

آگے فرماتے ہیں: نیز ان چار خلفاء میں سے حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر کو خلافتِ نبوت خالصہ حاصل تھی (مقابیس المجالس صفحہ ۹۲۴)۔

(۱۶)۔ حضرت مولینا الشاہ احمد رضا خان علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں: یہ عقیدہ حمیدہ خود امیر المومنین مولا علی کرم اللہ وجہہ سے اسی (۸۰) صحابہ و تابعین نے روایت کیا۔ اس میں ہماری حافل کافل کتاب مَطْلَعُ الْقَمَرَیْنِ فِیْ اِبَانَةِ سَبْقَةِ الْعُمَرَیْنِ ہے جس میں اس مطلب شریف پر قرآنِ عظیم واحادیثِ سید المرسلین ﷺ وآثارِ اہلِ بیتِ کرام وصحابہ عظام وارشاداتِ امیر المومنین حیدر رضی اللہ عنہ و نصوصِ ائمہ وعلماء واولیاء وعرفاء قدست اسرارہم سے دریا لہرا رہے ہیں۔ ہر بچہ جانتا ہے کہ اہلِ سنت کی تمام کتب میں اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ ہے۔ اگر نہایت صاف دن میں کفِ دست میدان میں منہ پر آنکھیں ہوتے ہوئے ٹھیک دوپہر کو انکارِ آفتاب روا ہے تو اس کا انکار بھی اسی منکر کا سا مجنون کر سکتا ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۶۱)۔

(۱۷)۔ صدر الافاضل سید نعیم الدین مراد آبادی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام عالم سے افضل حضرت ابو بکر صدیق ہیں، ان کے بعد حضرت عمر، ان کے بعد حضرت عثمان اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہم۔

آگے فرماتے ہیں، ابن عساکر نے حضرت ابنِ عمر رضی اللہ عنہما سے روایت کی فرمایا ہم ابو بکر، عمر و عثمان و علی کو فضیلت دیتے تھے۔ سرورِ اکرم علیہ الصلوٰۃ والسلام ہم میں تشریف فرما تھے (سوانح کربلا صفحہ ۱۸)۔

(۱۸)۔ تفضیلیوں کے مذکورہ بالا بدعتی اور گمراہ عقیدے کا رد کرتے ہوئے حضرت مولانا امجد علی صاحب علیہ الرحمہ رقم طراز ہیں: ان کی خلافت بہ ترتیبِ افضلیت ہے، جو عند اللہ افضل و اعلیٰ تھا وہی پہلے خلافت پاتا گیا۔ نہ کہ افضلیت بر ترتیبِ خلافت یعنی افضل وہ کہ جسے ملک داری و ملک گیری میں زیادہ سلیقہ تھا جیسا آج کل سنی بننے والے تفضیلیے کہتے ہیں۔ یوں ہوتا تو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہوتے (بہارِ شریعت حصہ اول صفحہ ۳۸)۔

تفضیلیوں کا اعتراض بھی بار بار پڑھیے اور بہارِ شریعت کی یہ عبارت بھی بار بار پڑھیے۔ یہ عبارت تفضیلیوں کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ ہے جس میں حرف بہ حرف ان کے عقیدے کی تردید موجود ہے۔ اور ان پر سے سنیت کا لبادہ اتار کر انہیں بے نقاب کر دیا گیا ہے۔

(۱۹)۔ حضرت شیخ الاسلام والمسلمین خواجہ محمد قمر الدین سیالوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

وَاَنْتَ لَوْ فَکَّرْتَ وَتَدَبَّرْتَ ذٰلِکَ لَعَلِمْتَ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ وَزُھْدَہٗ عَلٰی جَمِیْعِ

الصَّحَابَةِ وَ یَکْفِیْهِ فَضْلاً وَ کَمَالاً وَ مَرْتَبَةً قَوْلُهٗ صَلَّی اللہُ عَلَیْهِ وَ آلِهٖ وَ صَحْبِهٖ وَ سَلَّمَ لِاَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَةِ السَّمْعِ وَ الْبَصَرِ وَ الرُّوْحِ وَ قَدْ مَرَّ بَیَانُهٗ بِبَیَانِیْ یعنی اگرتم غور اور تدبر سے کام لو، توتمہیں معلوم ہو جائے گا کہ ابوبکر فضیلت اور زہد میں جمیع صحابہ سے آگے ہیں، آپکے فضل وکمال اور مرتبے کے لیے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی کافی ہے کہ ابوبکر میرے کان، آنکھ اور روح کے بمنزلہ ہیں (مذہب شیعہ صفحہ ۸۵)۔

اجماعِ صحابہ رضی اللہ عنہم ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی افضلیت علی جمیع صحابہ رضی اللہ عنہم ہے، اس اجماع کا منکر شُذَّ فِی النَّارِ کی وعید کے تحت ہے (فضائلِ امیر معاویہ صفحہ ۴۹ مصنفہ علامہ غلام محمود ہزاروی رحمۃ اللہ علیہ)۔

(۲۰)۔ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں: بعد انبیاء ابوبکر صدیق کا بڑا پرہیز گار ہونا بھی قرآن سے ثابت اور بڑے پرہیز گار کا افضل ہونا بھی قرآن سے ثابت، لہٰذا افضلیتِ صدیق قطعی ہے، اس کا منکر گمراہ ہے (تفسیر نور العرفان صفحہ ۹۸۳)۔

(۲۱)۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انبیاء ومرسلین کے بعد تمام مخلوقاتِ الٰہی جن وانس وملائکہ سے افضل صدیقِ اکبر پھر فاروق اعظم پھر عثمان غنی پھر علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ہیں (دینِ مصطفیٰ صفحہ ۱۶۲)۔

اجماعِ امت

(۱)۔تمام صحابہ کا اجماع:۔ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ مہاجرین وانصار علیہم الرضوان کا اس بات پر اجماع ہے کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے افضل ابوبکر صدیق ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۶۹۷، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۲۷)۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بھی فرماتے ہیں کہ کُنَّا مَعَاشِرَ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ وَ نَحْنُ مُتَوَافِرُوْنَ نَقُوْلُ اَفْضَلُ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِیِّنَا اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ رواہ ابن عساکر یعنی ہم صحابہ رسول کا گروہ، اور ہم وافر تعداد میں ہوتے تھے، کہا کرتے تھے کہ اس امت میں ہمارے نبی ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان (مرام الکلام صفحہ ۴۶ از علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ)۔

نبی کریم ﷺ کی موجودگی میں اجماع کی ضرورت نہیں ہوتی تھی لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان کا کسی مسئلہ پر متفق ہونا منع تھا۔ یہی وجہ ہے کہ علماءِ اہلِ سنت نے اس حدیث میں مذکور اجماع کو تسلیم کیا ہے۔ چنانچہ حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: قَوْلُهُ رضی اللہ عنہ كُنَّا نُخَيِّرُ تَصْرِيحٌ عَلَى الْإِجْمَاعِ یعنی اس حدیث کے الفاظ کُنَّا نُخَیِّرُ میں اجماع پر تصریح موجود ہے (مرام الکلام صفحہ ۴۶)۔ امامِ اہلِ سنت علیہ الرحمۃ نے اَلْفَصْلُ الْاَوَّلُ فِی الْاِجْمَاعِ کا عنوان قائم کر کے سب سے پہلے اسی حدیثِ ابنِ عمر رضی اللہ عنہما کو نقل فرمایا ہے (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۶۷)۔

حضرت ملا علی قاری رحمت اللہ علیہ سیدنا ابنِ عمر رضی اللہ عنہ ہی سے نقل کرتے ہیں: وَعَنْهُ قَالَ اِجْتَمَعَ الْمُهَاجِرُوْنَ وَالْاَنْصَارُ عَلٰی اَنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْ بَكْرٍ وَعُمَرُ وَعُثْمَانُ یعنی تمام مہاجرین اور انصار کا اس پر اجماع ہے کہ اس امت میں سب سے بہتر ابو بکر ہیں اور عمر اور عثمان (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۴)۔

(۲)۔ **ائمہ اربعہ کا اتفاق:۔** (۱)۔ امام اعظم علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ اَبُوْ بَكْرِ الصِّدِّيْقُ رضی اللہ عنہ ثُمَّ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ ثُمَّ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ ثُمَّ عَلِيُّ بْنُ اَبِيْ طَالِبٍ یعنی رسول اللہ ﷺ کے بعد سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم (فقہ اکبر مع شرح صفحہ ۶۱، ۶۲)۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اہل سنت کی علامت یہ بیان فرمائی ہے کہ شیخین کو افضل مانا جائے اور ختنین سے محبت کی جائے۔ گویا یہ مسئلہ امام صاحب کے نزدیک قطعی ہے اسی لیے اس کا منکر سنیت کی علامت کھو بیٹھتا ہے۔ حضرت مخدوم محمد ہاشم ٹھٹھوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: فِیْ كَلَامِهٖ دَلَالَةٌ عَلٰی اَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِيًّا عَلَى الشَّيْخَيْنِ فَهُوَ خَارِجٌ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ یعنی امام صاحب کے کلام میں اس بات پر دلالت موجود ہے کہ جس نے حضرت علی کو شیخین سے افضل کہا وہ اہل سنت سے خارج ہے (الطریقۃ الاحمدیہ فی حقیقۃ القطع بالافضلیہ صفحہ ۶)۔

بعض لوگ سوال اٹھاتے ہیں کہ امام زید کا عقیدہ تفضیلِ علی کا تھا۔ اور عبد الکریم شہرستانی نے الملل والنحل میں لکھا ہے کہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے امام زید کی تحریک میں ان سے تعاون کیا تھا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی کتاب الملل والنحل میں تفصیل سے لکھا ہے کہ امام

زید نہ صرف تفضیلی تھے بلکہ معتزلہ کے رئیس واصل بن عطاء کے شاگرد تھے۔ امام زید نے اس شخص سے اعتزال حاصل کیا اوران کے تمام ساتھی بھی معتزلہ ہو گئے وَ صَارَتْ اَصْحَابُهٗ كُلُّهُمْ مُعْتَزِلَةً (الملل والنحل ۱/ ۱۵۵)۔ آگے لکھا ہے کہ امام زید اور انکے بھائی امام باقر کے درمیان مناظرے جاری رہے، اس لیے کہ امام زید نے واصل بن عطاء سے یہ علم سیکھا تھا کہ سیدنا علی رضی اللہ عنہ ناکثین، قاسطین اور مارقین کے خلاف جنگ لڑنے میں خطاء پر تھے اور تقدیر کے موضوع پر ایسے نظریات رکھتے تھے جو اہل بیت کے عقیدہ کے خلاف تھے الخ (الملل والنحل ۱/ ۱۵۶)۔ واضح ہو گیا کہ امام زید کے نظریات ایسے تھے جو خود تفضیلیہ کے نزدیک بھی نہایت خطرناک ہیں۔ اب اگر امام اعظم علیہ الرحمۃ نے ان کی حمایت فرمائی ہے تو یقیناً کسی وقتی اور سیاسی مصلحت کی بناء پر ہو گی۔

(ب)۔ امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے خود حدیث لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً روایت فرمائی ہے (مؤطا امام محمد صفحہ ۳۹۵)۔ اور فرماتے ہیں: اَبُوْ بَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ قَالَ: اَوَ فِي ذَالِكَ شَكٌّ؟ یعنی سب سے افضل ابو بکر ہیں پھر عمر اور کیا اس میں کوئی شک ہے؟ (الصواعق المحرقہ صفحہ ۵۷، مرام الکلام صفحہ ۴۶، فتح المغیث ۳/ ۱۲۷)۔ گویا امام مالک افضلیتِ شیخین کو قطعی سمجھتے تھے ہاں البتہ ختنین کے درمیان ایک عرصہ تک سکوت کے قائل رہے مگر بعض میں اس سے بھی رجوع فرمالیا (تدریب الراوی ۲/ ۱۹۷، صواعق محرقہ صفحہ ۵۷، الاستیعاب صفحہ ۵۳۸)۔

اب اگر امام مالک کا کوئی قول سیدۃ النساء علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی افضلیت کا ملے تو یقیناً ایسا قول بضعِ رسول ہونے کی وجہ سے جزوی فضیلت پر محمول ہوگا۔

(ج)۔ امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: فِي الْخِلَافَةِ وَ التَّفْضِيلِ نَبْدَأُ بِاَبِيْ بَكْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ یعنی خلافت ہو یا افضلیت ہم دونوں صورتوں میں ابو بکر سے شروع کرتے ہیں اور عمر اور عثمان اور علی رضی اللہ عنہم (الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۳۶، فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳، مرام الکلام صفحہ ۴۶)۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے تمام صحابہ اور تابعین کا اس پر اجماع بیان فرمایا ہے (الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۶۹، تکمیل الایمان صفحہ ۵۶)۔ اب امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے اشعار وغیرہ کی روشنی میں ان کے اجماعی عقیدہ کے خلاف کھینچا تانی جائز نہیں۔

(د)۔ حضرت امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ کا عقیدہ اس طرح ہے: عَنْ حَامِدِ بْنِ یَحییَ الْبَلَخِیِّ قَالَ کَانَ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلَ یَذْھَبُ فِی التَّفْضِیْلِ اَبُوْ بَکْرٍ وَ عُمَرُ وَ عُثْمَانُ وَ عَلِیٌّ یعنی امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ افضلیت کی ترتیب یوں بتاتے تھے: ابوبکر، عمر، عثمان، علی (السنۃ للخلال: ۶۰۷)۔ و قال اسنادہ صحیح

(۳)۔ تمام صوفیاء کا اجماع: ۔ وَ اَجْمَعُوْا عَلٰی تَقْدِیْمِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ یعنی تمام صوفیاء کا اجماع ہے کہ سب سے مقدم ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی (التعرف لمذہب اہل التصوف ابی بکر محمد بن اسحاق م ۳۸۰ھ، صفحہ ۶۲)۔

(۴)۔ تمام علماء و صوفیاء اہل سنت کا اجماع: ۔ امام شرف الدین نووی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: اِتَّفَقَ اَھْلُ السُّنَّۃِ اَنَّ اَفْضَلَھُمْ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ یعنی اس پر اہل سنت کا اتفاق ہے کہ صحابہ میں سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر (شرح نووی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲)۔

(۵)۔ چشتی سلسلہ کے معروف بزرگ حضرت سید میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ اپنی تصوف کی بلند پایہ تصنیف میں فرماتے ہیں کہ اس پر بھی اہل سنت کا اجماع ہے کہ نبیوں کے بعد دوسری تمام مخلوق سے بہتر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ ان کے بعد حضرت عمر فاروق، ان کے بعد عثمان ذی النورین اور ان کے بعد علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم ہیں (سبع سنابل صفحہ ۵۶)۔

(۶)۔ حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں: اَجْمَعَ اَھْلُ السُّنَّۃِ اَنَّ اَفْضَلَ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ اَبُوْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ ثُمَّ سَائِرُ الْعَشَرَۃِ ثُمَّ بَاقِیْ اَھْلِ الْبُدْرِ ثُمَّ بَاقِیْ اَھْلِ اُحُدٍ ثُمَّ بَاقِیْ اَھْلِ الْبَیْعَۃِ ثُمَّ بَاقِی الصَّحَابَۃِ، ھٰکَذَا حَکَی الْاِجْمَاعَ عَلَیْہِ اَبُوْ مَنْصُوْرِ الْبُغْدَادِیْ یعنی اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد تمام لوگوں میں افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر باقی عشرہ مبشرہ، پھر باقی اہل البدر، پھر باقی اہل احد، پھر باقی اہل بیعت رضوان، پھر باقی صحابہ۔ ابو منصور بغدادی نے بھی اسی ترتیب پر اجماع نقل کیا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۷)۔

علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ نے نہ صرف افضلیتِ شیخین پر اجماع نقل کیا ہے بلکہ تمام صحابہ میں تفاضل کی ترتیب پر بھی اجماع نقل کیا ہے۔ اب فرمایئے اگر افضلیت خلافت کی ترتیب پر محمول ہے تو پھر عشرہ مبشرہ، بدری، احدی اور دیگر تمام صحابہ علیہم الرضوان کو خلافت کہاں سے فراہم

کروگے؟ انصاف باید

(۷)۔ علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ شیخین کی افضلیت پر پوری امت کا اجماع ہے۔ اگر کوئی پوچھے کہ پوری امت کے پاس اس اجماع کی کیا بنیاد ہے؟ تو میں کہتا ہوں کہ (بنیاد تو قرآن اور بے شمار احادیث میں موجود ہے لیکن) اجماع بذاتِ خود ہر شخص پر حجت ہے۔ خواہ اس کی بنیاد معلوم ہو یا نہ ہو۔ اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو گمراہی پر متفق ہونے سے محفوظ رکھا ہے۔ اس موضوع پر قرآن کی آیت بڑی واضح ہے کہ وَیَتَّبِعْ غَیْرَ سَبِیْلِ الْمُؤْمِنِیْنَ نُوَلِّہٖ مَا تَوَلّٰی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ وَ سَآءَتْ مَصِیْراً

پھر افضلیت کی اسی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں خلافت کا حق دار بھی ٹھہرایا گیا ہے (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۹)۔

علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمہ کی عبارت سے واضح ہو گیا کہ خلفاءِ ثلاثہ کی افضلیت پہلے سے ثابت تھی اور اسی افضلیت کی ترتیب پر انہیں خلافت ملتی گئی۔

یہی وَ نُصْلِہٖ جَھَنَّمَ والی آیت کی وعید دکھا کر ہم تفضیلیوں پر سوال کرتے ہیں کہ تفضیلِ شیخین کے عقیدے پر کسی نے جہنم کی وعید نہیں سنائی جبکہ مولا علی رضی اللہ عنہ کو افضل ماننے والوں کو یہ آیت سنا کر جہنم سے ڈرایا جا رہا ہے۔ فرمائیے احتیاط کا تقاضا کیا ہے؟

(۸)۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ : ابو ثور از شافعی روایت می کند کہ یکے از صحابہ و تابعین در تفضیل ابو بکر و عمر و تقدیم ایشاں اختلافے نکرد یعنی امام شافعی فرماتے ہیں کہ صحابہ اور تابعین میں سے کسی ایک فرد نے بھی ابو بکر و عمر کی افضلیت اور ان کی تقدیم کا انکار نہیں کیا۔ اگر اختلاف ہے تو صرف اور صرف حضرت علی اور عثمان کے بارے میں ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۵۶)۔ امام نووی میگوید کہ افضل اصحاب علی الاطلاق ابو بکر است بعد ازاں عمر باجماع اہل سنت یعنی امام نووی نے افضلیتِ شیخین پر اجماع لکھا ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۵۶)۔ ذہبی کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ افضلیتِ شیخین کو سیدنا علی کریم رضی اللہ عنہ سے اسی (۸۰) آدمیوں نے روایت کیا ہے۔ اور فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح اور متواتر ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۶۲)۔

پھر لکھتے ہیں : سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا : جس نے مجھے ابو بکر و عمر سے افضل کہا

میں اسے مفتری کی حد کے طور پر اسی (۸۰) کوڑے ماروں گا (تکمیل الایمان صفحہ ۶۲)۔

پھر لکھتے ہیں: حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اتنے خطبات اور فصول ابوبکر وعمر کی مدح وثنا میں منقول ہیں کہ ان پر اطلاع پانے کے بعد کسی باغی کے پاس بھی دم مارنے کی گنجائش نہیں رہتی۔ اگر علماءِ اہل سنت ابوبکر وعمر کی افضلیت بلکہ قطعیت پر استدلال کرنے کے لیے ان دلائل پر اکتفا کرلیں تو یہ دلائل اس مقصد کے لیے کافی وافی ہیں گر علماء اہل سنت و جماعت در افضلیت ابوبکر و عمر بلکہ در قطعیت آں بہماں اکتفا نمایند و استدلال کنند کافی وافی بود (تکمیل الایمان صفحہ ۶۴)۔

گفتہ اند کہ علامات اہل سنت سہ چیز است۔ تفضیل الشیخین و محبۃ الختنین و المسح علی الخفین ابوبکر و عمر را افاضل دانستن و علی و عثمان را محبت داشتن و جواز مسح موزہ را اعتقاد کردن۔ ایں سہ چیز نشانہ اہل سنت و جماعت است کہ اہل بدعت بداں قائل نیستند۔

اہلِ سنت کی علامت تین چیزیں ہیں افضلیتِ شیخین، محبتِ ختنین اور مسح علی الخفین۔ یہ تین چیزیں اہلِ سنت و جماعت کی پہچان ہیں۔ اہلِ بدعت ان کے قائل نہیں (تکمیل الایمان صفحہ ۷۸ از شیخ عبدالحق محدث دہلوی)۔

آپ نے دیکھ لیا کہ حضرت شیخ محقق علیہ الرحمۃ افضلیتِ شیخین پر اجماع کے قائل ہیں، اسے قطعی سمجھتے ہیں، اس کے انکار کو اہلِ سنت سے خروج سمجھتے ہیں۔

علماءِ کرام علیہم الرحمۃ جب شیخین کی بات کرتے ہیں تو ان کی افضلیت پر اجماع اور قطعیت کا قول کرتے ہیں۔ لیکن بعض علماء جب ابوبکر وعمر، عثمان وعلی رضی اللہ عنہم چاروں کا ذکر اکٹھا کرتے ہیں تو یہاں جمہور اور ظن کا قول کرتے ہیں۔ یہاں ان کا اشارہ سیدنا عثمان غنی اور سیدنا علی کریم رضی اللہ عنہما کے مابین تفاضل کے ظنی ہونے کی طرف ہوتا ہے۔ چنانچہ اس کی زندہ مثال ہم اسی کتاب تکمیل الایمان کے حوالے سے دیتے ہیں تاکہ ہر لحاظ سے حجت تمام ہو جائے اور حضرت شیخ ہی کی زبانی مسئلہ واضح ہو جائے۔

حضرت شیخ قدس سرہ لکھتے ہیں: بدانکہ جمہور اہل سنت و جماعت بریں ترتیب اند کہ مذکور شد و مروی از امام مالک و غیرہ وے توقف است میاں

عثمان وعلی رضی اللہ عنہما یعنی جان لو کہ جمہور اہل سنت و جماعت اسی ترتیب پر ہیں جو ہم نے بیان کردی مگر امام مالک وغیرہ سے حضرت عثمان اور حضرت علی کے درمیان توقف اور خاموشی منقول ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۵۶)۔

یہ ہے لفظ جمہور بولنے کی اصل وجہ اور اسی کے بارے میں دلائل کسی حد تک متعارض ہیں نہ کہ افضلیتِ شیخین پر جو کہ اجماعی اور قطعی ہے۔ شرح فقہ اکبر میں حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے زبردست تصریح فرمائی ہے کہ: وَ تَفضِیلُ اَبِیْ بَکرٍ وَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا مُتَّفَقٌ عَلَیہِ بَینَ اَھلِ السُّنَّۃِ، وَ ھٰذَا التَّرتِیبُ بَینَ عُثمَانَ وَ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنہُمَا ھُوَ مَا عَلَیہِ اَکثَرُ اَھلِ السُّنَّۃِ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۳)۔

(۹)۔ حضرت ملا علی قاری مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: فَھُوَ اَفضَلُ الاَولِیَآءِ مِنَ الاَوَّلِینَ وَ الاٰخِرِینَ وَ قَد حُکِیَ الاِجمَاعُ عَلٰی ذٰلِکَ وَ لَا عِبرَۃَ بِمُخَالَفَۃِ الرَّوَافِضِ ھُنَالِکَ، وَ قَد اِستَخلَفَہٗ عَلَیہِ الصَّلٰوۃُ وَ السَّلَامُ فِی الصَّلٰوۃِ فَکَانَ ھُوَ الخَلِیفَۃَ حَقًّا وَ صِدقًا یعنی صدیق اکبر اولین و آخرین تمام اولیاء سے افضل ہیں، اور اس پر پوری امت کا اجماع ہے، یہاں روافض کی مخالفت کی کوئی اوقات نہیں، آپ رضی اللہ عنہ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود نماز میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا جس سے مکمل حق اور صدق کے ساتھ آپ کی خلافت پایہ ثبوت کو پہنچ گئی (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۱)۔

ملا علی قاری علیہ الرحمہ کی عبارت کئی وجوہ سے تفضیلیوں کے لیے مہلک ہے۔ افضلیتِ صدیق پر پوری امت کا اجماع، افضلیت کا تعلق ولایت سے نہ کہ سیاست سے، اَفضَلُ الاَولِیَآءِ مِنَ الاَوَّلِینَ وَ الاٰخِرِینَ کے الفاظ جو ایوانِ رافضیت میں زلزلہ برپا کررہے ہیں، ولایت میں افضلیت کا انکار کرنے والوں کو رافضی کہنا، نماز میں استخلاف کو استحقاقِ خلافت کی دلیل بنانا، خلیفہ کے ساتھ حَقًّا وَ صِدقًا کے الفاظ استعمال کرنا جو سیاست اور ولایت کی تفریق کے پرخچے اڑا رہے ہیں، یہ سب خوبیاں اس عبارت میں بیک وقت موجود ہیں جَزَاہُ اللّٰہُ اَحسَنَ الجَزَاءِ۔

(۱۰)۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان نے خلیفہ کے انتخاب کے وقت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے حق میں خَیرُ الاُمَّۃِ، اَفضَلُ النَّاسِ، اَحَقُّ بِالخِلَافَۃِ اور اَحَقُّ بِھٰذَا الاَمرِ کے الفاظ استعمال فرمائے اور آپ رضی اللہ عنہ کو فقہاءِ صحابہ نے افضل امت قرار دیا اور اسی افضلیت کی بنا پر ان کو خلافت کا حق دار قرار دیا۔ باقی تمام صحابہ نے اس پر

سکوت فرمایا اور تسلیم کرلیا اور یوں افضلیتِ صدیق اکبر پر صحابہ کا اجماع منعقد ہو گیا۔ یہ ساری بحث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۱۱۳ پر لکھی ہے۔

آگے فرماتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں افضلیتِ شیخین کا مسئلہ قطعی ہے۔ اور فرماتے ہیں کہ تمام احادیث کا مطالعہ کرنے کے بعد میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ شیخین کی افضلیت کا دارو مدار چار خصلتوں پر ہے۔ اوّل امت میں صدیق اور شہید جیسے بلند ترین رتبے پر فائز ہونا۔ دوم نبی کریم ﷺ کی مدد کرنا، اسلام کو ترویج دینا اور غربت کے دنوں میں اَمَنُّ النَّاسِ عَلَیَّ اَبُوْ بَکْرٍ کا مصداق ٹھہرنا اور اسلام کی عزت جو عمر کا خاصہ ہے۔ سوم ان دو ہستیوں کے ہاتھ سے ان کاموں کا مکمل ہونا جو نبوت کا مطلوب اور مقصود ہوتے ہیں اور آپ ﷺ کا ان دو ہستیوں کے بارے میں مختلف خواب دیکھنا۔ چہارم آخرت میں ان ہستیوں کے درجات کی بلندی اور ان کا جنتی بوڑھوں کا سردار ہونا، بلند ترین محلات میں ٹھہرنا، سب سے پہلے اٹھنا، صدیق کے لیے تجلی خاص، عمر کے لیے معانقۂ حق (ازالۃ الخفا جلد ۱ صفحہ ۳۰۲)۔

(۱۱)۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قادری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

جانا جس نے جانا اور فلاح پائی اگر مانا اور جس نے نہ جانا وہ اب جانے کہ حضرت سید المومنین امام المتقین عبداللہ ابنِ عثمان ابی بکر صدیقِ اکبر و جناب امیر المومنین امام العادلین ابو حفص عمر ابن الخطاب فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما و ارضاھما کا جنابِ مولی المومنین امام الواصلین ابو الحسن علی ابنِ ابی طالب مرتضیٰ اسد اللہ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ بلکہ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے افضل و بہترینِ امت ہونا عقیدۂ اجماعیہ ہے (مطلع القمرین صفحہ ۶۷)۔

(۱۲)۔ یہی امام اہلِ سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَفِیْهَا رَدٌّ عَلٰی مُفَضِّلَةِ الزَّمَانِ الْمُدَّعِیْنَ السُّنِّیَّةَ بِالزُّوْرِ وَالْبُهْتَانِ حَیْثُ اَوَّلُوْا مَسْئَلَةَ تَرْتِیْبِ الْفَضِیْلَةِ بِاَنَّ مَعْنَی الْاَوْلَوِیَّةِ لِلْخِلَافَةِ الدُّنْیَوِیَّةِ وَهِیَ لِمَنْ کَانَ اَعْرَفَ بِسِیَاسَةِ الْمُدُنِ وَتَجْهِیْزِ الْعَسَاکِرِ وَغَیْرِ ذٰلِکَ مِنَ الْاُمُوْرِ الْمُحْتَاجِ اِلَیْهَا فِی السَّلْطَنَةِ وَهٰذَا قَوْلٌ بَاطِلٌ خَبِیْثٌ مُخَالِفٌ لِاِجْمَاعِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِیْنَ رَضِیَ اللهُ تَعَالٰی عَنْهُمْ بَلِ الْاَفْضَلِیَّةُ فِیْ کَثْرَةِ الثَّوَابِ وَقُرْبِ رَبِّ الْاَرْبَابِ وَالْکَرَامَةِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰی یعنی اس میں تردید ہے آج کل کے تفضیلیوں کی جو سنی ہونے کا جھوٹا دعویٰ کرتے ہیں اور بہتان باندھتے ہیں، ان لوگوں نے فضیلت کی

ترتیب میں یہ تاویل چلائی ہے کہ افضلیت سے دنیاوی خلافت مراد ہے، اور ملکی سیاست میں ماہر ہونا، لشکر تیار کرنا اور اس طرح کے معاملات مراد ہیں جن کی حکومت چلانے میں ضرورت پڑتی ہے۔ تفضیلیوں کا یہ قول باطل ہے خبیث ہے، اجماعِ صحابہ اور تابعین رضی اللہ عنہم کے بالکل خلاف ہے۔ بلکہ افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب، رب الارباب کا قرب اور اللہ تعالیٰ کے ہاں کرامت ہے (المستند المعتمد صفحہ ۱۹۷، ۱۹۸)۔

اجماعِ امت کے حوالے سے ہم نے صرف گیارہ عبارات پیش کرنے پر اکتفا کیا ہے ورنہ ابھی مزید عبارات موجود ہیں۔

خلافت ملنے سے پہلے ہی شیخین کا پوری امت سے افضل ہونا صریح احادیث کی روشنی میں آپ پڑھ چکے ہیں۔ اسی افضلیت کی بناء پر ان ہستیوں کو خلافت بھی عطاء ہوئی۔ چنانچہ صحیح بخاری میں ہے کہ سیدنا فاروق اعظم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہما کو سَیِّدُنَا وَ خَیْرُنَا وَ اَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ کہہ کر خلافت کا حقدار ثابت کیا (بخاری حدیث نمبر: ۳۶۶۸)۔ خود مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم فرماتے ہیں کہ اللہ نے ابو بکر کو ہم سے بہتر جانا اور انہیں ہم پر ولایت دے دی (مستدرک حدیث نمبر: ۴۷۵۶)۔ غنیۃ الطالبین کے الفاظ کہ معاصرین پر ان کو فضیلت حاصل تھی (صفحہ ۱۸۲)، امام شافعی کا فرمانا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد لوگ سخت پریشانی میں تھے اور آسمان کی چھت کے نیچے ابو بکر سے بہتر شخص انہیں میسر نہ آیا تو اپنی گردنیں ان کے حوالے کر دیں فَلَمْ یَجِدُوْا تَحْتَ اَدِیْمِ السَّمَآءِ خَیْراً مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ فَوَلَّوْہُ رِقَابَھُمْ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۴)، صواعقِ محرقہ کے الفاظ کہ افضلیت کی اسی ترتیب کا لحاظ رکھتے ہوئے انہیں خلافت کا حقدار بھی ٹھہرایا گیا (صفحہ ۵۹)، مرقاۃ کے الفاظ کہ فَاِذَا ثَبَتَ ھٰذَا فَقَدْ ثَبَتَ اِسْتِحْقَاقُ الْخِلَافَۃِ (جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۴)، ازالۃ الخفاء کے الفاظ کہ باں استدلال کردند بر استخلافِ او (جلد ۱ صفحہ ۳۱۱)، مطلع القمرین میں فاضلِ بریلوی کے الفاظ کہ خلافتِ صدیق بر بنائے تفضیل تھی (صفحہ ۷۶)، فتاویٰ مہریہ کے الفاظ کہ نیابتِ نبوی کا مستحق وہی شخص ہو سکتا ہے جس کا جوہر نفس، انبیاء کے جوہر نفس کے قریب ہو (صفحہ ۱۴۵)، بہارِ شریعت کے الفاظ کہ ان کی خلافت بترتیبِ افضلیت ہے (جلد ۱ صفحہ ۳۸)۔

یہ تمام عبارات غور سے پڑھ لیجیے۔ محققین نے انتہا درجہ تک وضاحت کر دی ہے کہ شیخین نہ صرف افضل ہیں بلکہ انکے خلافت میں مقدم ہونے کی علت بھی افضلیت ہے۔

نیز یہ کہنا کہ کوئی فرق نہیں ان چاروں میں یا یہ کہنا کہ ہم کون ہوتے ہیں ان کا رتبہ متعین کرنے والے، ایسی باتیں محض شاعری تو کہلاسکتی ہیں مگر ان کا تحقیق اور اسلامی عقیدے سے کوئی تعلق نہیں۔ان ہستیوں کے رتبے ہم نے خود متعین نہیں کیے بلکہ قرآن، سنت اور اجماع سے متعین ہوئے ہیں۔

تفضیلیوں کے سوالات کے جوابات

تفضیلیوں کا پہلا سوال

سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی فضیلت، فرائض خلافت، اقامتِ دین اور امت کی ذمہ داریوں سے متعلق ہے۔ ائمہ نے جو ترتیب بیان کی ہے وہ خلافتِ ظاہری کی ترتیب پر قائم ہے(القول الوثیق صفحہ ۴۱)۔

جواب:۔اولاً سائل کو اتنی سمجھ بھی نہیں کہ خلافت کی ترتیب میں افضلیت نہیں بلکہ اولیت کہنا درست ہے۔افضلیت کا تعلق روحانی درجات اور ولایت باطنی سے ہی ہوا کرتا ہے نہ کہ خلافت کی ترتیب سے۔یہی وجہ ہے کہ علماء وصوفیاء نے مولا علی کو ولایت میں افضل کہنے والوں کو شیعہ قرار دیا ہے کماسیاتی بیانہ۔

ثانیاً نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خلفاء راشدین علیہم الرضوان کی خلافت ظاہری سے پہلے سیدنا صدیقِ اکبر کو مصلائے امامت پر کھڑا کر دیا تھا(بخاری حدیث رقم:۶۷۸)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میرے بعد ابوبکر اور عمر کی پیروی کرنا(ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۲،ابن ماجہ حدیث رقم:۹۷)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ ابوبکر اور عمر جنتی بوڑھوں کے سردار ہیں(ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۶،۳۶۶۵،ابن ماجۃ حدیث رقم:۹۵)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابوبکر کو اپنا خلیل بناتا(بخاری حدیث رقم:۴۶۷،مسلم حدیث رقم:۶۱۷۰)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسانات ابوبکر کے ہیں(ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۱)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ میری امت میں سے میری امت پر سب سے بڑا رحمدل ابوبکر ہے(ترمذی حدیث رقم:۳۷۹۰)۔خلافت ظاہری سے پہلے ہی خلفاءِ اربعہ کو تمام نبیوں اور رسولوں کے بعد سب سے افضل قرار دیا تھا(الشفاء

جلد ۲ صفحہ ۴۲)۔ خلافت ظاہری سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں صحابہ کرام کا اس بات پر اجماع تھا کہ اس امت میں نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان رضی اللہ عنہم (بخاری حدیث رقم: ۳۶۹۷، ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۲۷)۔ خلافت ظاہری سے پہلے ہی آپ ﷺ نے فرمادیا تھا کہ ابوبکر سے بہتر شخص پر سورج طلوع نہیں ہوا (مجمع الزوائد جلد ۹ صفحہ ۴۴)۔

ثالثاً متنِ عقائد نسفی میں ہے کہ: اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ نَبِیِّنَا اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ ثُمَّ عُمَرُ الْفَارُوْقُ ثُمَّ عُثْمَانُ ذُو النُّوْرَیْنِ ثُمَّ عَلِیٌّ رَضِیَ اللہُ عَنْهُمْ وَ خِلَافَتُهُمْ عَلٰی هٰذَا التَّرْتِیْبِ اَیْضاً یعنی انبیاء کے بعد سب سے افضل ابوبکر صدیق پھر عمر فاروق پھر عثمان ذوالنورین پھر علی المرتضیٰ ہیں۔ اور انکی خلافت بھی اسی ترتیب سے ہے رضی اللہ عنہم (متن عقائد نسفی صفحہ ۳)۔ اب فرمایئے خلفائے ثلاثہ کی افضلیت خلافت سے پہلے موجود ہے کہ نہیں؟

رابعاً ائمہ نے بھی جو ترتیب بیان فرمائی ہے وہ خلافت ظاہری کی ترتیب پر نہیں بلکہ کثرتِ ثواب، اخشی، اتقی، اکرم اور اَعْظَمُ نَفعاً لِلْمُسْلِمِیْنَ وَ الْاِسْلَامِ ہونے کے لحاظ سے ہے۔

علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ: لٰکِنَّهُمَا اَکْثَرُ ثَوَاباً وَ اَعْظَمُ نَفعاً لِلْمُسْلِمِیْنَ وَ الْاِسْلَامِ وَ اَخْشٰی لِلّٰهِ وَ اَتْقٰی مِمَّنْ عَدَا هُمَا یعنی شیخین اپنے سواء ہر کسی سے ثواب میں آگے ہیں، اسلام اور اہلِ اسلام کو نفع پہنچانے میں آگے ہیں، اللہ کی خشیت میں سب سے آگے ہیں اور تقویٰ میں سب سے آگے ہیں.......... اس پر امت کا اجماع ہے کہ اسی ترتیب کے ساتھ افضلیت نے انہیں خلافت کا حق دار بنا دیا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۹)۔

حضرت شیخ عبد الحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اَلْمُرَادُ بِالْاَفْضَلِیَّةِ اَکْثَرِیَّتُ الثَّوَابِ یعنی افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے (تکمیل الایمان صفحہ ۴۹)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: اُرِیْدَ بِالْاَفْضَلِیَّةِ کَثْرَةُ الثَّوَابِ یعنی افضلیت سے مراد کثرتِ ثواب ہے (شرح فقہ اکبر صفحہ ٦٣)۔

علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: محققین نے وضاحت کی ہے کہ جس فضیلت پر یہاں بحث ہو رہی ہے اس سے مراد کثرتِ ثواب ہے یعنی اچھے اعمال کی جزا۔ یہاں نسبی شرف کی بات نہیں ہو رہی ورنہ نبی کریم ﷺ کے شہزادے بھی دوسرے انبیاء سے بڑھ جائیں گے۔ یہاں ظاہری عبادت کی کثرت کی بات بھی نہیں ہو رہی اسلیے کہ ثواب عبادتوں کی مقدار کے مطابق نہیں ملا

کرتا۔ آج ہم اگر اُحد پہاڑ کے برابر سونا بھی اللہ کی راہ میں خرچ کر دیں تو صحابہ کے ایک سیر جو کے برابر بھی نہیں ہوسکتا جیسا کہ حدیث شریف میں اسکی تصریح موجود ہے۔ اس میں راز یہ ہے کہ بھلائی کا دارومدار اخلاص، اللہ کی محبت اور دائمی حضوری پر ہے۔ ان چیزوں کا تعلق اعمال کی ظاہری مقدار سے نہیں بلکہ باطنی اور روحانی مقام سے ہے۔ اسی وجہ سے حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں یہ فرمان موجود ہے کہ ابوبکر تم لوگوں سے نماز روزے کی کثرت کی وجہ سے آگے نہیں نکلا بلکہ اس چیز کی وجہ سے آگے نکلا ہے جو اس کے دل میں سجادی گئی ہے۔ بڑی واضح سی بات ہے کہ کثرتِ ثواب کے بارے میں نبی کریم ﷺ کے سواء کوئی نہیں بتا سکتا۔ اور اس میں عقل اور ظاہری مناقب کا کوئی دخل نہیں۔ یہ باتیں اچھی طرح سمجھ لو، ان سے شیعہ کے بے شمار شبہات حل ہو جائیں گے (نبراس صفحہ ۲۹۹)۔

ہم تفضیلیوں سے پوچھتے ہیں کہ بتاؤ علماءِ کرام اس سے بڑھ کر کون سے لفظ کے ساتھ تصریح فرماتے جس سے تمہاری تسلی ہوتی؟ ایک سوال یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر افضلیت خلافتِ ظاہری کی ترتیب پر محمول ہے تو بتائیے کہ بعض لوگوں نے مولا علی کو حضرت عثمان پر فضیلت کیوں دی؟ اس تکلف کی ضرورت ہی کیا تھی؟ تدبر باید۔

خامساً خلافت کی ترتیب تو ایک ظاہری تاریخی حقیقت ہے جس کا روافض بھی انکار نہیں کرتے۔ اس اقرار کے باوجود روافض نے مولا علی کو افضل قرار دیا ہے۔ ظاہر ہے روافض کی مراد ولایت میں افضلیت ہے اور اہلِ سنت نے اسی افضلیت کی تردید کی ہے۔ اَبُوْ بَکْرٍ اَفْضَلُ الْاَوْلِیَاءِ الْمُحَمَّدِیِّیْنَ وَ قَالَتِ الشِّیْعَۃُ وَ کَثِیْرٌ مِّنَ الْمُعْتَزِلَۃِ الْاَفْضَلُ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ عَلِیُّ ابْنُ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۳۸)۔

سادساً نکتہ فہم احباب غور فرمائیں، اگر افضلیت سے مراد محض خلافت ظاہری میں افضلیت ہوتی اور ولایت باطنی سے اس کا کوئی تعلق نہ ہوتا تو محض اتنی سی بات کیلیے پوری امت کو ایڑیاں اٹھا اٹھا کر گواہیاں دینے کی کیا پڑی تھی؟ جمعہ کے خطبات میں صدیق اکبر کو خَیْرُ الْخَلَائِقِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ کہنے اور اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ بِالتَّحْقِیْقِ کی صدائیں بلند کرنے کی کیا مجبوری تھی اور منکرین کو جہنم کی وعیدیں سنانے کی کیا ضرورت تھی اور دفتروں کے دفتر کالے کرنے کا کیا فائدہ تھا؟

ثامناً حضرت علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بخاری شریف کے بَابُ فَضْلِ

اَبِیْ بَکْرٍ بَعْدَ النَّبِیِّ ﷺ کے تحت لکھا ہے کہ: اَیْ فِیْ رُتْبَۃِ الْفَضْلِ وَ لَیْسَ الْمُرَادُ الْبَعْدِیَّۃُ الزَّمَانِیَّۃُ فَاِنَّ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ ثَابِتاً فِیْ حَیَاتِہٖ ﷺ کَمَا دَلَّ عَلَیْہِ حَدِیْثُ الْبَابِ یعنی صدیقِ اکبر کی افضلیت نبی کریم ﷺ کے بعد زمانے کے لحاظ سے نہیں بلکہ رتبے اور فضیلت کے لحاظ سے ہے۔ حضرت ابوبکر کی افضلیت نبی کریم ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ثابت تھی (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۲، ۱۳)۔

علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ھٰذَا بَابٌ فِیْ بَیَانِ فَضْلِ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ بَعْدَ فَضْلِ النَّبِیِّ ﷺ وَ لَیْسَ الْمُرَادُ الْبَعْدِیَّۃُ الزَّمَانِیَّۃُ لِاَنَّ فَضْلَ اَبِیْ بَکْرٍ کَانَ ثَابِتاً فِیْ حَیَاتِہٖ ﷺ یعنی یہ باب نبی کریم ﷺ کی افضلیت کے بعد ابوبکر صدیق کی افضلیت کے بیان میں ہے اور اس سے زمانے کے لحاظ سے بعد میں ہونا مراد نہیں ہے اس لیے کہ ابوبکر کی افضلیت رسول اللہ ﷺ کی حیاتِ طیبہ میں ہی ثابت تھی (عمدۃ القاری جلد ۱۶ صفحہ ۲۴۶)۔

تفضیلیوں کا دوسرا سوال

ولایتِ باطنی جو مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ کے ذریعے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو عطا ہوئی اس میں وہی یکتا ہیں۔ اسی وجہ سے ولایتِ کبریٰ اور غوثیتِ عظمیٰ کے حامل افراد بھی آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں۔

جواب:۔ اولاً حدیث مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ میں مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کی زبردست فضیلت بیان ہوئی ہے اَللّٰھُمَّ اجْعَلْنَا فِیْ زُمْرَتِہٖ وَفِیْ مَنْ وَّالَاہُ۔ مگر اس کے ذریعے ولایت باطنی کا عطا ہونا سائل کا اپنا مفروضہ ہے۔ اس حدیث کا شانِ ورود یہ ہے کہ یمن کے غزوہ میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے کچھ ساتھیوں کو آپ رضی اللہ عنہ سے شکایت ہوئی۔ حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم ﷺ سے اس شکایت کا اظہار کیا۔ اسکے جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ۔ یہ صورتِ حال بتا رہی ہے کہ یہاں مولا سے مراد دوست اور محبوب ہے اور اس حدیث کا ولایت باطنی سے کوئی تعلق نہیں۔

حضرت امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ: حدیثِ موالات کی اگر سند صحیح بھی ہو تو اس میں ولایتِ علی پر نص موجود نہیں۔ ہم نے اپنی کتاب الفضائل میں واضح طور پر لکھ دیا ہے کہ نبی

کریم ﷺ کا مقصود کیا تھا؟ بات یہ تھی کہ آپ ﷺ نے یمن میں سیدنا علی رضی اللہ عنہ کو بھیجا تو ساتھیوں نے ان کے خلاف کثرت سے شکایت کی، اور بغض کا اظہار کیا، نبی کریم ﷺ نے اپنے ساتھ ان کے خصوصی تعلق اور ان سے محبت کو ظاہر کرنے کا ارادہ فرمایا اور اس کے ذریعے آپ سے محبت اور دوستی رکھنے کی رغبت دلائی اور عداوت ترک کرانا چاہی، لہٰذا فرمایا مَنْ کُنْتُ وَلِیُّهٗ فَعَلِیٌّ وَلِیُّهٗ اور بعض روایات میں ہے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ، اور اس سے مراد اسلامی دوستی اور آپ رضی اللہ عنہ کی محبت ہے، مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ ایک دوسرے سے محبت کریں اور ایک دوسرے سے عداوت نہ رکھیں، یہ حدیث اس معنی میں ہے جیسے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا قسم ہے اللہ کی مجھ سے نبی امی ﷺ نے وعدہ فرمایا ہے کہ مجھ سے مومن کے سوا محبت کوئی نہ کرے گا اور منافق کے سوا بغض کوئی نہ رکھے گا اَلْمُرَادُ بِهٖ وَلَاءُ الْاِسْلَامِ وَمَوَدَّتُهٗ عَلَی الْمُسْلِمِیْنَ اَنْ یُّوَالِیَ بَعْضُھُمْ بَعْضاً وَلَا یُعَادِیَ بَعْضُھُمْ بَعْضاً وَھُوَ فِیْ مَعْنٰی مَاثَبَتَ عَنْ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ الحدیث (الاعتقاد للبیہقی صفحہ ۳۵۴)۔

یہ تھے امام شافعی علیہ الرحمہ جنکے ادھورے شعر پڑھ پڑھ کر ماڈرن رافضی عوام کو بیوقوف بنا رہے ہیں۔ پوری حدیث دیکھیے، امام شافعی کی شخصیت دیکھیے اور پھر انکی وضاحت دیکھیے۔

حضرت خواجہ غلام فرید رحمۃ اللہ علیہ کوٹ مٹھن والے نے تین صفحات پر اس حدیث کی زبردست وضاحت فرمائی ہے۔ فرماتے ہیں کہ یہاں مولا کے معنی سید، سردار، حاکم اور لائقِ امامت کے نہیں بلکہ اس کے معنی ناصر اور محبوب کے ہیں (مقابیس المجالس صفحہ ۹۲۰)۔

شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین سیالوی قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں:

اسی طرح یہ بھی ابلہ فریبی ہے کہ حضرت علی کی خلافت بلافصل کی دلیل میں خمِ غدیر کی روایت پیش کی جاتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے حضرت علی کے متعلق فرمایا کہ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ (یعنی جنکا میں دوست ہوں علی بھی ان کے دوست ہیں) ظاہر ہے کہ قرآن کریم میں مولیٰ بمعنی دوست ہے دیکھو آیتِ کریم فَاِنَّ اللہَ ھُوَ مَوْلَاہُ وَجِبْرِیْلُ وَصَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اللہ کے محبوب کا دوست اللہ جل شانہ ہے اور جبریل ہیں اور نیک بندے ہیں (مذہبِ شیعہ صفحہ ۹۰،۹۱)۔

اُدھر اَلْمُؤْمِنُوْنَ وَ الْمُؤْمِنَاتُ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآئُ بَعْضٍ کی نص قرآن میں موجود ہے یعنی تمام مومن مرد اور عورتیں ایک دوسرے کے مولا ہیں۔

اَلَّذِیْنَ یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَھُمْ رَاکِعُوْنَ کی تفسیر میں امام باقر رضی اللہ عنہ کا فرمان مولا علی کے بارے میں موجود ہے کہ عَلِیٌّ مِنَ الَّذِیْنَ آمَنُوْا یعنی مولا علی بھی مومنین میں شامل ہیں (تفسیر ابنِ جریر جلد ۱۴ الجزء السادس صفحہ ۳۵۶، بغوی جلد ۲ صفحہ ۴۷، ابنِ کثیر جلد ۲ صفحہ ۱۰۲)۔

حدیث پاک میں تمام صحابہ کرام کے بارے میں محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: فَمَنْ اَحَبَّھُمْ فَبِحُبِّیْ اَحَبَّھُمْ وَمَنْ اَبْغَضَھُمْ فَبِبُغْضِیْ اَبْغَضَھُمْ یعنی جس نے ان سے محبت رکھی پس اس نے میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب جانا اور جس نے ان سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا۔

خود اسی حدیث میں اَللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَّالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ سے ولایت کا مفہوم متعین ہو رہا ہے، یعنی اے اللہ جو علی کو مولا بنائے تو اسے اپنا مولا بنا اور جو اس سے دشمنی رکھے تو اسے اپنا دشمن بنا۔ یہاں مولا کا لفظ دشمن کے مقابلے پر استعمال ہوا ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہاں مولا بمعنی محبوب اور دوست ہے نہ کہ مولا بمعنی آقا۔

علامہ محب اللہ طبری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: یَکُوْنُ الْمُوْلیٰ بِمَعْنَی الْوَلِیِّ ضِدُّ الْعَدُوِّ یعنی مولیٰ کا معنی دوست ہوتا ہے جو دشمن کی ضد ہے (الریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۷)۔

بلکہ اس سے بھی بڑھ کر متعدد روایات میں ہے کہ: اَللّٰھُمَّ اَحِبَّ مَنْ اَحَبَّہٗ وَ اَبْغِضْ مَنْ اَبْغَضَہٗ یعنی اے اللہ جو علی سے محبت رکھے تو اس سے محبت رکھ اور جو اس سے بغض رکھے تو اس سے بغض رکھ۔ اور بعض روایات میں ہے کہ: وَاخْذُلْ مَنْ خَذَلَہٗ یعنی اے اللہ جو اسے رسواء کرنے کی کوشش کرے تو اسے رسواء کر۔ اور بعض روایات میں ہے کہ: وَانْصُرْ مَنْ نَصَرَہٗ یعنی جو اس کی مدد کرے تو اس کی مدد کر۔ اس طرح کے الفاظ میں تفسیر کی انتہا کر دی گئی ہے۔ اور اگر مولا بمعنی آقا لیا جائے تو حضور کریم ﷺ تو انبیاء علیہم السلام کے بھی آقا ہیں، تو کیا سیدنا علی کریم تمام انبیاء کے بھی آقا ہوں گے؟ بتایئے آپ کے عقائد سے قدم قدم پر غالی رافضیت لازم آتی ہے کہ نہیں؟

حدیثِ پاک میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَللّٰھُمَّ حَبِّبْ عُبَیْدَکَ ھٰذَا یَعْنِیْ اَبَا ھُرَیْرَۃَ وَ اُمَّہٗ اِلٰی عِبَادِکَ الْمُؤْمِنِیْنَ وَحَبِّبْ اِلَیْھِمُ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی اے اللہ اپنے اس

بندے ابوہریرہ اور اسکی ماں کو تمام مومنوں کا محبوب بنا دے اور مومنوں کو انکا محبوب بنا دے۔

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: فَمَا خُلِقَ مُؤْمِنٌ یَسْمَعُ بِیْ وَلَا یَرَانِیْ اِلَّا اَحَبَّنِیْ یعنی کوئی ایسا مومن پیدا نہیں ہوگا جو میرے بارے میں سنے اور مجھ سے محبت نہ کرے خواہ اس نے مجھے دیکھا نہ ہو (مسلم حدیث رقم: ۶۳۹۶)۔

حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید رضی اللہ عنہ سے فرمایا اَنْتَ اَخُوْنَا وَ مَوْلَانَا یعنی تم ہمارے بھائی ہو اور ہمارے مولا ہو (بخاری حدیث نمبر ۲۶۹۹)۔

ثانیاً مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کی ولایتِ باطنی اور اسکی رفعتوں میں کوئی شک نہیں۔ مگر خلفاءِ ثلاثہ میں ولایتِ باطنی مولا علی کی نسبت رفیع تر ہے۔ اور اس میں ان کی یکتائی بھی شک وشبہ سے بالاتر ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیْلاً الحدیث یعنی اگر میں کسی کو تنہائی کا دوست بناتا تو ابوبکر کو بناتا۔ اس میں صدیقِ اکبر ہی یکتا ہیں اور صدیق کی یہ یکتائی آپکو نظر کیوں نہیں آئی۔

صدیق کا لقب آسمانوں سے عطا کیے جانے میں صدیق ہی یکتا ہیں اور صدیقیت ولایتِ باطنی کا اعلیٰ ترین رتبہ ہے۔ صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہیں آئی۔

قرآن فرماتا ہے: ثَانِیَ اثْنَیْنِ اِذْ ھُمَا فِی الْغَارِ اس میں صدیقِ اکبر ہی یکتا ہیں۔
جب قرآن نے ہی صدیق کو نبی کا ثانی کہہ دیا تو صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہیں آئی؟

اِذْ یَقُوْلُ لِصَاحِبِہٖ میں بھی صدیقِ اکبر ہی یکتا ہیں اور یہ لقب قرآن نے کسی دوسرے صحابی کو نہیں دیا۔ صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہیں آئی؟

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ابوبکر سے بہتر شخص سورج نے نہیں دیکھا۔ اس میں صدیق اکبر ہی یکتا ہیں اور صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہیں آئی؟

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود مصلّائے امامت پر کھڑا کیا اور اگر کسی دوسرے کی تجویز دی گئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لا، لا، لا فرما کر انکار کر دیا (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۶۱) اور یَاْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ کی تصریح فرما دی یعنی ابوبکر کے سواء کسی کو امام ماننے سے اللہ اور اس کے فرشتے انکار کر رہے ہیں (مسلم حدیث رقم: ۶۱۸۱)۔ اس میں صدیق اکبر ہی یکتا ہیں۔

صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

اَرْحَمُ اُمَّتِیْ بِاُمَّتِیْ اَبُوْ بَکْرٍ یعنی میری امت میں میری امت پر سب سے زیادہ رحم کرنے والا ابوبکر ہے۔ اس میں محبوب کریم ﷺ کی رحمۃ للعالمینی کا عکس اپنی مکمل آب وتاب کے ساتھ جلوہ فگن ہے اس میں صدیق اکبر ہی یکتا ہیں۔ صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھ پر تمام لوگوں سے زیادہ احسانات ابوبکر کے ہیں۔ وہی ہیں ''امن الناس بر مولائے ما'' اس میں وہی یکتا ہیں۔ صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

یہ لوگ صدیق اکبر اور مولا علی رضی اللہ عنہما میں قِدمِ اسلام کا موازنہ لے کر بیٹھ گئے مگر علماء کا یہ لکھنا کہ صدیق اکبر تو سرکار کے اعلانِ نبوت سے پہلے شام کے تجارتی سفر کے دوران ہی ایمان لے آئے تھے۔ اس وقت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کی ولادت با سعادت بھی نہیں ہوئی تھی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۰)۔ اس میں صدیق اکبر ہی یکتا ہیں۔ صدیق کی یہ یکتائی آپ کو نظر کیوں نہ آئی؟

اور آخر میں یہ بھی فرمایئے کہ مستدرک میں امام حاکم علیہ الرحمہ نے حدیث نقل فرمائی ہے کہ ابوبکر، حضور ﷺ کے وزیر تھے۔ آپ ان سے ہر معاملے میں مشورہ لیتے تھے۔ آپ اسلام میں ان کے ثانی تھے۔ غار میں ان کے ثانی تھے، بدر کے دن عریش میں ان کے ثانی تھے، قبر میں ان کے ثانی ہیں اور رسول اللہ ﷺ ان سے آگے کسی کو نہیں سمجھتے تھے۔ اصل الفاظ یہ ہیں کَانَ اَبُوْ بَکْرِ الصِّدِّیْقُ رضی اللہ عنہ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ مَکَانَ الْوَزِیْرِ، فَکَانَ یُشَاوِرُهٗ فِیْ جَمِیْعِ اُمُوْرِهٖ، وَکَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْاِسْلَامِ، وَکَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْغَارِ، وَکَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْعَرِیْشِ یَوْمَ بَدْرٍ، وَکَانَ ثَانِیَهٗ فِی الْقَبْرِ، وَلَمْ یَکُنْ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ یُقَدِّمُ عَلَیْهِ اَحَداً (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۴۶۳)۔ صدیق کی یہ تمام یکتائیاں آپ کو نظر کیوں نہ آئیں؟

اس پر پوری امت کا اجماع ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام اولین وآخرین میں سے ولایت میں سب سے افضل ہیں فَهُوَ اَفْضَلُ اَوْلِیَآءِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَقَدْ حُکِیَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی ذَالِکَ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۱)۔

عین ممکن ہے کسی کی رگ رافضیت پھڑک اٹھے اور ہم پر مولا علی کے خصائص کے انکار کا الزام لگا دے۔ بدگمانی اور جان بوجھ کر الزام تراشی ان لوگوں کی عادت ہے۔ لہٰذا ہم واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے خصائص میں آلِ رسول ﷺ کا جدِّ امجد ہونا، اقضی

الصحابہ ہونا، مولائے جمیع مومنین ہونے کا خصوصی اعلان، خیبر کے دن جھنڈا عطا ہونا، مسجد شریف میں سے جنابت کی حالت میں گزرنے کی اجازت کا ہونا، لَا یُؤَدِّیْ عَنِّیْ اِلَّا اَنَا اَوْ عَلِیٌّ کا اعزاز، اَنْتَ مِنِّیْ بِمَنْزِلَۃِ ھَارُوْنَ مِنْ مُوْسٰی وغیرہ شامل ہیں۔ بلکہ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہ نے آپ کے خصائص کی تعداد تیرہ بتائی ہے لَقَدْ کَانَتْ لَہٗ ثَلَاثَۃَ عَشَرَ مَنْقِبَۃً لَمْ یَکُنْ لِاَحَدٍ مِّنْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ (طبرانی اوسط حدیث رقم: ۸۴۳۲)۔ چنانچہ ہم آپ کے خصائص کی تفصیل پہلے صفحہ پر بیان کر چکے ہیں۔ یہ باتیں آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت کا عظیم ثبوت ہیں مگر افضلیت کا ثبوت نہیں۔

لیکن آپ رضی اللہ عنہ کے بے شمار فضائل ایسے بھی ہیں جنہیں روافض نے آپ رضی اللہ عنہ کے خصائص بنا کر مشہور کر دیا ہے اور ہمارے بھولے سنی بھی تحقیق کیے بغیر سر مارتے چلے جاتے ہیں۔

مثلاً مشہور کر دیا گیا ہے کہ صرف آپ رضی اللہ عنہ ہی مولودِ کعبہ ہیں۔ حالانکہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ بھی کعبہ میں پیدا ہوئے تھے۔ امام حاکم لکھتے ہیں: حَدَّثَنَا مُصْعَبُ بْنُ عَبْدِ اللّٰہِ فَذَکَرَ نَسَبَ حَکِیْمِ بْنِ حِزَامٍ وَزَادَ فِیْہِ: وَاُمُّہٗ فَاخِتَۃُ بِنْتُ زُھَیْرِ بْنِ اَسَدِ بْنِ عَبْدِ الْعُزّٰی، وَکَانَتْ وَلَدَتْ حَکِیْماً فِی الْکَعْبَۃِ وَھِیَ حَامِلٌ، فَضَرَبَھَا الْمَخَاضُ وَھِیَ فِیْ جَوْفِ الْکَعْبَۃِ فَوَلَدَتْ فِیْھَا، فَحَمَلَتْ فِیْ نِطْعٍ، وَغَسَلَ مَا کَانَ تَحْتَھَا مِنَ الثِّیَابِ عِنْدَ حَوْضِ زَمْزَمَ، وَلَمْ یُوْلَدْ قَبْلَہٗ وَلَا بَعْدَہٗ فِی الْکَعْبَۃِ اَحَدٌ یعنی حضرت مصعب بن عبد اللہ نے حکیم بن حزام کا نسب بیان کیا اور فرمایا کہ انکی والدہ ام فاختہ بنت زہیر بن اسد بن عبد العزیٰ تھیں، انہوں نے حکیم کو کعبہ میں جنم دیا جبکہ وہ حاملہ تھیں، ان کو کعبہ کے اندرونی حصہ میں پیدائش کا درد ہوا، تو حکیم کو کعبہ کے اندر ہی جنم دیا، انہوں نے اسے بغل میں لے لیا، اور حوضِ زمزم کے پاس آ کر کپڑوں کو دھویا، حکیم سے پہلے بھی کسی نے کعبہ میں جنم نہ لیا تھا اور انکے بعد بھی کوئی کعبہ میں پیدا نہ ہوا (مستدرکِ حاکم: ۶۱۴۶)۔

یہ بات نقل کرنے کے بعد امام حاکم علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: قَالَ الْحَاکِمُ: وَھَمَ مُصْعَبٌ فِی الْحَرْفِ الْاَخِیْرِ، فَقَدْ تَوَاتَرَتِ الْاَخْبَارُ، اَنَّ فَاطِمَۃَ بِنْتَ اَسَدٍ وَلَدَتْ اَمِیْرَ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ کَرَّمَ اللّٰہُ وَجْھَہٗ فِیْ جَوْفِ الْکَعْبَۃِ یعنی حاکم کہتا ہے کہ آخری جملہ بولنے میں مصعب کو وہم ہوا ہے، تواتر کے ساتھ اخبار موجود ہیں کہ سیدہ فاطمہ بنت اسد رضی اللہ عنہا نے امیر المومنین علی بن ابی طالب کرم اللہ وجہہ الکریم کو کعبہ کے اندر جنم دیا۔

امام نووی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں : وُلِدَ حَکِیْمٌ فِیْ جَوْفِ الْکَعْبَةِ، وَلَا یُعْرَفُ اَحَدٌ وُلِدَ فِیْهَا غَیْرُهٗ، وَ اَمَّا مَا رُوِیَ اَنَّ عَلِیَّ بْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ، وُلِدَ فِیْهَا، فَضَعِیْفٌ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ یعنی حکیم رضی اللہ عنہ کعبہ میں پیدا ہوئے، اور انکے علاوہ کسی کا کعبہ میں پیدا ہونا نہیں جانا گیا، اور وہ جو حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ کے بارے میں روایت ہے کہ وہ کعبہ میں پیدا ہوئے، وہ روایت علماء کے نزدیک ضعیف ہے وَ اَمَّا مَا رُوِیَ اَنَّ عَلِیَّ ابْنَ اَبِیْ طَالِبٍ رضی اللہ عنہ وُلِدَ فِیْهَا فَضَعِیْفٌ عِنْدَ الْعُلَمَآءِ (تہذیب الاسماء للنووی صفحہ ۲۳۴)۔ علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: قَالَ شَیْخُ الْاِسْلَامِ: وَلَا یُعْرَفُ ذَالِکَ لِغَیْرِهٖ وَمَا وَقَعَ فِیْ مُسْتَدْرَکِ الْحَاکِمِ مِنْ اَنَّ عَلِیًّا وُلِدَ فِیْهَا ضَعِیْفٌ یعنی شیخ الاسلام نے کہا ہے کہ: حضرت حکیم بن حزام کے سواء کسی کا کعبے میں پیدا ہونا نہیں جانا گیا، اور مستدرک حاکم میں جو لکھا ہے کہ حضرت علی کعبہ میں پیدا ہوئے وہ ضعیف ہے (تدریب الراوی ۲ / ۳۱۳)۔

عبد الرحمن محمد سعید دمشقی لکھتے ہیں: مجھے سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے کعبہ میں پیدا ہونے کے بارے میں حدیث کی کتابوں میں کوئی چیز نہیں ملی، بلکہ حضرت حکیم بن حزام کا کعبہ میں پیدا ہونا ثابت ہے، حاکم کے عجائبات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ انہوں نے حضرت حکیم بن حزام کے کعبہ میں پیدا ہونے والی روایت کے بعد یہ لکھا ہے کہ "حضرت علی کا کعبہ میں پیدا ہونا تواتر سے ثابت ہے"۔ چاہیے تو یہ تھا کہ حاکم اس متواتر روایت کو پیش کرتے...... حیرت ہے حاکم پر جو تساہل میں اور تشیع میں مشہور ہیں کہ انہوں نے اس تواتر کا دعویٰ کیسے کر دیا؟ وَ کَانَ اللَّائِقُ بِهٖ اَنْ یَّاْتِیَ بِتِلْکَ الرِّوَایَةِ الْمُتَوَاتِرَةِ الخ (احادیث یحتج بها الشیعة صفحہ ۱۲۲)۔ اس کے علاوہ حضرت حکیم بن حزام رضی اللہ عنہ کا کعبہ شریف میں پیدا ہونا بے شمار کتب میں مذکور ہے مثلاً (صحیح مسلم حدیث رقم: ۳۸۵۹، معرفۃ الصحابہ لابی نعیم جلد ۲ صفحہ ۷۰۱، الاعلام جلد ۲ صفحہ ۲۶۹، سیر اعلام النبلاء جلد ۳ صفحہ ۴۶، نصب الرایہ ۴ / ۲، الاکمال فی اسم آء الرجال لصاحب المشکوٰۃ صفحہ ۵۹۱، کتاب المحبّر صفحہ ۱۷۶، الاصابہ فی تمیز الصحابہ لابن حجر صفحہ ۳۹۷، تہذیب التہذیب ۲ / ۱۸۲، ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۵۱، فیض القدیر ۲ / ۳۷)۔ ہم نے صرف نقل کرنے پر اکتفا کیا ہے اور کوئی تبصرہ نہیں لکھا۔ جاؤ آسمانِ علم و فقر کے ان درخشندہ ستاروں پر جا کر فتویٰ بازی کرو جن کی مثال کبھی نہ لا سکو گے۔

اسی طرح یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ صرف مولا علی علم کا دروازہ ہیں۔ حالانکہ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمُ اِھْتَدَیْتُمْ وغیرہ سے صاف ظاہر ہے کہ دیگر صحابہ و اہل بیت بھی علم کے دروازے ہیں۔ ان میں سے حضرت ابوبکر صدیق کو علم اور فضل کی بناء پر تمام صحابہ کا امام بنایا گیا (بخاری حدیث رقم: ۶۷۸)۔ حضرت عمر فاروق نے نبی کریم ﷺ کا بچا ہوا سارا علم پی لیا (مسلم حدیث رقم: ۶۱۹۰، ۶۱۹۱، بخاری حدیث رقم: ۸۲، ۳۶۸۱، ۷۰۰۶، ۷۰۲۷، ۷۰۳۲، ترمذی حدیث رقم: ۲۲۸۴، مستدرک جلد حدیث رقم: ۴۵۵۲)۔ حضرت ابی بن کعب سب سے بڑے قاری ہیں۔ حضرت زید بن ثابت سب سے زیادہ علم میراث کے ماہر ہیں۔ حضرت معاذ بن جبل سب سے زیادہ حلال اور حرام کا علم رکھتے ہیں۔ مولا علی سب سے بڑے قاضی ہیں۔ یہ سب باتیں خود نبی کریم ﷺ نے بیان فرمائی ہیں اور ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۹ پر موجود ہیں۔ اسی طرح حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سب سے بڑے حافظ الحدیث ہیں (بخاری حدیث رقم: ۱۱۸، ۱۱۹)۔ حضرت عبداللہ بن عباس کو دین کی فقہ اور حکمت عطا ہوئی (بخاری حدیث رقم: ۷۵، ۱۴۳، ۳۷۵۶) اور آپ رضی اللہ عنہ اَفْقَہُ النَّاسِ ہیں یعنی تمام لوگوں سے بڑے فقیہ۔ نبی کریم ﷺ نے لوگوں کو حکم دیا کہ عبداللہ بن مسعود سے قرآن سیکھو (بخاری حدیث رقم: ۳۷۶۰)۔ حضرت حذیفہ نبی کریم ﷺ کے ہمراز ہیں جسے ان کے سوا کوئی نہیں جانتا (بخاری حدیث رقم: ۳۷۶۱)۔ رضی اللہ عنہم

اسی لیے ملا علی قاری علیہ الرحمہ نے حدیث باب العلم کی شرح میں لکھا ہے کہ اَیْ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِ الْعِلْمِ یعنی مولا علی علم کے دروازوں میں سے ایک دروازہ ہیں۔ لہٰذا باب العلم ہونا مولائے کائنات کی فضیلت کا ثبوت ضرور ہے مگر یہ افضلیت کا ثبوت نہیں۔

اسی طرح یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ صرف علی کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ یہ بات اپنی جگہ پر حق ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہی نہیں بلکہ تمام انبیاء، صحابہ اور تابعین بلکہ تمام اولیاء کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے۔ اس شخص کو آگ نہیں چھو سکتی جس نے نبی کریم ﷺ کو دیکھا ہو یا جس نے صحابی کو دیکھا ہو (ترمذی حدیث نمبر: ۳۸۵۸ اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ)۔ پھر مولا علی کا چہرہ دیکھنا عبادت کیوں نہ ہوگا؟ لیکن یہ آپ کا خاصہ نہیں۔ ثانیاً حضور کریم ﷺ صدیق اکبر اور فاروق اعظم رضی اللہ عنہما کی طرف دیکھتے تھے اور مسکراتے تھے اور وہ دونوں حضور ﷺ کو دیکھ کر مسکراتے تھے (ترمذی حدیث رقم: ۳۶۶۸)۔ کعبہ کی طرف دیکھنا بھی عبادت ہے۔ قرآن

شریف کو صحیفے میں دیکھ کر پڑھنا ہزار گنا زیادہ ثواب رکھتا ہے (شعب الایمان للبیہقی حدیث نمبر: ۲۲۱۸، مشکوۃ حدیث نمبر: ۲۱۶۷)۔ ماں باپ کی طرف محبت کی نظر سے صرف ایک مرتبہ دیکھنے سے مقبول حج کا ثواب ملتا ہے (مشکوۃ صفحہ ۴۲۱ اَلْحَدِیْثُ ضَعِیْف)۔ اور اللہ کے ولی کی نشانی ہی یہ ہے کہ جب اسے دیکھا جائے تو اللہ یاد آ جائے (ابن ماجہ حدیث رقم: ۴۱۱۹)۔ لہٰذا اس میں مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت موجود ہے مگر یہ آپ کا خاصہ نہیں۔ ان تمام احادیث میں وجہ اشتراک محض عبادت ہے ورنہ مقام اور مرتبے کا فرق اپنی جگہ مسلم ہے۔

یہ بھی مشہور کر دیا گیا ہے کہ صرف علی کا ذکر عبادت ہے حالانکہ حضور ﷺ نے جس طرح اپنی نعت سنانے کا حضرت حسان رضی اللہ عنہ کو حکم فرمایا اسی طرح ایک دن پوچھا قُلْتَ فِیْ اَبِیْ بَکْرٍ شَیْئاً کیا تم نے ابو بکر کی منقبت لکھی ہے۔ انہوں نے عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا سناؤ میں سننا چاہتا ہوں (قُلْ حَتّٰی اَسْمَعَ)۔ انہوں نے وہ منقبت سنائی (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۴۶۸، ۴۵۱۸)۔ یہ صدیق اکبر کا خاصہ ہے۔

مستدرک میں سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کا ایک زبردست قول موجود ہے کہ اِذَا ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّھَلاَ بِعُمَرَ یعنی جب صالحین کا ذکر ہو تو عمر کی بات ضرور کرو (مستدرکِ حاکم حدیث رقم: ۴۵۷۸)۔ خود مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِذَا ذُکِرَ الصَّالِحُوْنَ فَحَیَّھَلاَ بِعُمَرَ (طبرانی اوسط حدیث رقم: ۵۵۴۹، تاریخ الخلفاء صفحہ ۹۴) بلکہ تمام صالحین کے بارے میں فرمایا کہ ذِکْرُ الصَّالِحِیْنَ کَفَّارَۃٌ یعنی صالحین کا تذکرہ گناہوں کا کفارہ ہے (الجامع الصغیر حدیث رقم: ۴۳۳۱)۔ لہٰذا اس حدیث میں بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت موجود ہے مگر یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں۔

دامادِ رسول ہونا بھی آپ رضی اللہ عنہ کی فضیلت ہے اور بچہ بچہ جانتا ہے کہ یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں بلکہ حضرت عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ اس پوری کائنات میں واحد ایسی شخصیت ہیں جنہیں کسی نبی کی دو شہزادیوں کا شوہر ہونے کا شرف حاصل ہے۔ ہاں اس میں ایک پہلو سیدۃ النساء علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی جہت سے خاصیت کا موجود ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں اور اسے ہم آپ رضی اللہ عنہ کے خصائص میں بیان کر چکے ہیں۔

اسی طرح عَلِیٌّ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ عَلِیٍّ کو بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کا خاصہ بنا کر پیش کیا جاتا ہے

حالانکہ یہی الفاظ سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی موجود ہیں (ترمذی حدیث رقم : ۳۷۷۵)۔ یہی الفاظ سیدنا عباس بن عبدا رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی موجود ہیں اور کتاب وہی ترمذی ہے (ترمذی حدیث نمبر ۳۷۵۹، مشکوٰۃ حدیث رقم : ۶۱۵۷)۔ یہی الفاظ پورے قبیلہ اشعری کے بارے میں بھی موجود ہیں اَلْاَشْعَرِیُّوْنَ ھُمْ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْھُمْ (بخاری حدیث رقم : ۲۴۸۶، مسلم حدیث رقم : ۶۴۰۸)۔ یہی الفاظ حضرت جلیبیب رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی موجود ہیں کہ : جُلَیْبِیْبٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ جُلَیْبِیْبٍ، جُلَیْبِیْبٌ مِنِّیْ وَ اَنَا مِنْ جُلَیْبِیْبٍ (مسلم حدیث نمبر ۶۳۵۸)۔

بلکہ اہل علم کی توجہ کیلیے عرض ہے کہ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلاً مِّنْھُمْ میں مِنْھُمْ کے لفظ پر غور فرمائیں اور اسکے برعکس اِنَّ الَّذِیْنَ فَرَّقُوْا دِیْنَھُمْ وَ کَانُوْا شِیَعاً لَّسْتَ مِنْھُمْ پر بھی غور فرمائیں۔ بعض احادیث مثلاً مَنْ غَشَّ فَلَیْسَ مِنِّیْ جیسے الفاظ پر غور فرمالیجیے انشاء اللہ العزیز سینہ کھل جائے گا کہ کس طرح بات کا بتنگڑ بنا دیا گیا ہے۔ تاہم اس میں بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت ضرور موجود ہے مگر یہ بھی آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں اور نہ ہی افضلیت کا ثبوت ہے۔

اسی طرح کہا جاتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے آپ رضی اللہ عنہ کو اپنا بھائی قرار دیا تھا۔ یہ آپ کا خاصہ ہے۔ حالانکہ آپ ﷺ نے صدیق اکبر کو بھی اپنا بھائی قرار دیا ہے وَلٰکِنْ اَخِیْ وَ صَاحِبِیْ (بخاری حدیث رقم : ۳۶۵۶، مسلم حدیث رقم : ۶۱۷۲)۔

سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو فرمایا : اَشْرِکْنَا یَا اَخِیْ فِیْ دُعَائِکَ یعنی اے میرے بھائی ہمیں اپنی دعاؤں میں یاد رکھنا (ابوداؤد حدیث رقم : ۱۴۹۸، ترمذی حدیث رقم : ۱۹۸۰، مشکوٰۃ حدیث رقم : ۲۲۴۸)۔ حضرت جبریل علیہ السلام نے حضرت عمر فاروق کو نبی کریم ﷺ کا بھائی قرار دیا (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۳۱۸)۔ لہٰذا یہ بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کا مطلق خاصہ نہیں۔ ہاں مواخات مدینہ کی خصوصی جہت میں مولا علی رضی اللہ عنہ ہی کو اَخُوْ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّم ہونے کا شرف و اعزاز حاصل ہے۔ مواخات کا یہ مخصوص گوشہ چچا زاد بھائی ہونے کے سبب اور آپ ﷺ کے کاشانہ اقدس میں پرورش پانے کے سبب اور دیگر فضائل کی وجہ سے ہے نہ کہ افضلیت کی وجہ سے۔ ان سب فضیلتوں کے پیش نظر مولا علی ہی اس موقع پر حضور ﷺ کے بھائی بنتے تو بات سجتی تھی۔ لہٰذا اس میں بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کی بڑی پیاری فضیلت موجود ہے مگر یہ آپ کی افضلیت کا ثبوت نہیں۔

اسی طرح یہ بھی کہا جاتا ہے کہ مولا علی کا بغض منافقت کی نشانی ہے اور آپ کی محبت

ایمان کی نشانی ہے۔ یہ بات بالکل حق ہے مگر یہ آپ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ آيَةُ الْإِيمَانِ حُبُّ الْأَنْصَارِ وَ آيَةُ النِّفَاقِ بُغْضُ الْأَنْصَارِ انصار کی محبت ایمان کی نشانی ہے اور انصار کا بغض منافقت کی نشانی ہے (بخاری: ۱۷، ۳۷۸۴، مسلم: ۲۳۵، ۲۳۶، ۲۳۷، ۲۳۸، ۲۳۹، نسائی: ۵۰۱۹)۔ اسی طرح تمام کے تمام صحابہ علیہم الرضوان کے بارے میں فرمایا کہ مَنْ اَحَبَّهُمْ فَبِحُبِّيْ اَحَبَّهُمْ وَ مَنْ اَبْغَضَهُمْ فَبِبُغْضِيْ اَبْغَضَهُمْ یعنی جس نے ان سے محبت رکھی پس اس نے میری محبت کی وجہ سے ان کو محبوب جانا اور جس نے ان سے بغض رکھا میرے بغض کی وجہ سے ان سے بغض رکھا (ترمذی: ۳۸۶۲، مسند احمد: ۱۶۸۰۸، مشکوٰۃ: ۶۰۱۴)۔

اسی طرح کی احادیث کو پس پشت ڈال کر خوارج والی منافقت کے سواء باقی ہر طرح کی منافقت کو روا کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ جس طرح خروج منافقت ہے اسی طرح رافضیت بھی منافقت ہے اور جمیع صحابہ و اہل بیت کی محبت صحیح ایمان ہے۔

ہم نہایت افسوس کے ساتھ یہ بات لکھ رہے ہیں کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے جو فضائل اہل سنت کی کتب میں درج ہیں، انہیں روافض و تفضیلیوں نے متفق علیہ بنا ڈالا۔ اور باقی صحابہ کے فضائل خواہ کتنی کثرت سے اور کتنی ہی قوت سے کتب اہل سنت میں موجود ہوں اور صرف فضیلت پر ہی نہیں بلکہ افضلیت پر دلالت کر رہے ہوں، انہیں پس پشت ڈال دیا گیا ہے۔ یہ لوگ مولا علی رضی اللہ عنہ کی فضیلت کو افضلیت بنا ڈالتے ہیں اور جب ہم افضلیت کی نفی کرتے ہیں تو اسے فضیلت کی نفی پر محمول کرتے ہیں۔ ان کا یہ فریب خوب سمجھ لو۔

دوسری طرف یہ بات بھی یاد رکھنے کی ہے کہ جہاں بغضِ علی منافقت ہے وہاں حد سے زیادہ حبِ علی بھی سراپا بے ایمانی، ہلاکت اور تباہی ہے۔ اور ان عاشقوں سے مولا علی رضی اللہ عنہ خود بیزار ہیں۔ اس موضوع پر مولا علی کے ارشادات پہلے گزر چکے ہیں۔

ان نام نہاد عاشقوں کے ہاں محبت اور بغض کا معیار بھی عجیب ہے۔ ایک عاشق کہتا ہے کہ جو شخص علی کے ذکر کے ساتھ دوسرے صحابہ کی بات چھیڑ دے اس کے دل میں علی کا بغض ہے۔ اگر آپ نے اس ظالم کی بات مان لی اور دیگر صحابہ کا ذکرِ خیر کرنا چھوڑ دیا تو دوسرا عاشق بولے گا کہ جو شخص مولا علی کو ولایت میں اور علم میں خلفاء ثلاثہ سے افضل نہیں مانتا اس کے دل میں علی کا بغض ہے۔ اگر آپ نے اس ظالم کی بات بھی مان لی تو تیسرا عاشق بولے گا کہ جو شخص کھل کر

مولا علی کو خلفاء ثلاثہ سے افضل نہیں مانتا اس کے دل میں علی کا بغض ہے۔ اگر آپ نے اس ظالم کی بات بھی مان لی تو چوتھا عاشق بولے گا کہ جو شخص خلفاء ثلاثہ پر تبرا نہیں بولتا اس کے دل میں علی کا بغض ہے۔ اگر آپ نے اس ظالم کی بات بھی مان لی تو اب بھی آپ کچے پکے عاشق ہیں اصل عاشق وہ ہے جو علی کو نفسِ خدا، نفس رسول، جبریل کا استاد، وحی کا صحیح حقدار، تمام انبیاء سے افضل اور صحیح معنی میں حجۃ اللہ علی الخلق، اصلی قرآن کا جامع اور نبی کریم ﷺ کا مشکل کشا مانے اور تقیے کی باریکیوں کو سمجھ لے۔

ہمارے مذکورہ بالا الفاظ قابلِ غور اور معنی خیز ہیں۔ ہر کس و ناکس ان کے پسِ منظر میں پوشیدہ شیعی عقائد کو نہیں سمجھ سکتا اور جس شخص کا مطالعہ نہیں ہے وہ پاٹے خان نہ بنے اور اس پر قیاس آرائی اور طبع آزمائی نہ فرمائے۔ ہم دعوے کے ساتھ یہ بات عرض کر رہے ہیں کہ جو شخص شیعہ مذہب کے بارے میں نرم گوشہ رکھتا ہے وہ خود شیعہ ہے یا پھر اس نے اس مذہب کا مطالعہ ہی نہیں کیا۔

اب فرمائیے کہ ہم کہاں تک بغضِ علی کے الزام سے بچنے کے لیے روافض کو راضی کرتے رہیں گے؟ اسی الزام سے بچنے کے لیے ناسمجھ اور غیر محقق سنیوں نے رافضی مذہب کو خود اپنے ہاتھ سے فروغ دیا ہے۔ یہ ان کی فرمائشیں پوری کرتے رہے اور انکے مطالبات امریکہ کی طرح بڑھتے چلے گئے۔ اس موقع پر قرآن کی آیت یاد کیجیے۔ وَلَنْ تَرْضیٰ عَنْکَ الْیَھُوْدُ وَلَا النَّصَاریٰ حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَھُمْ یعنی یہود و نصاریٰ آپ سے اس وقت تک راضی نہیں ہوں گے جب تک آپ ان کا مکمل دین قبول نہیں کر لیتے (البقرۃ: ۱۲۰)۔

لہٰذا اہل سنت سے درخواست ہے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کے بارے میں اپنا ضمیر مطمئن رکھیں۔ آپکے دل میں مولا علی رضی اللہ عنہ کا بغض نہیں ہونا چاہیے بلکہ سچی محبت ہونی چاہیے بس۔ لوگ آپ کو محبِ علی مانیں یا نہ مانیں۔ ان لوگوں کو راضی کرنا آپکے بس میں نہیں ہے۔ انکے مطالبات کی فہرست طویل بھی ہے اور خطرناک بھی۔ جان بوجھ کر بدگمانی کرنا انکی عادت ہے۔

خوارج کے ہاں انبیاء، اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی گستاخی توحید ہے اور روافض کے ہاں صحابہ کرام پر تبرا بھیجنا حب علی ہے۔ لاحول ولاقوۃ الا باللہ

تفضیلی رافضی اچھی طرح سمجھ لیں کہ آج تمہیں اس قوم نے للکارا ہے جو خود نعرہ حیدری لگاتی ہے اور مولا علی کو مشکل کشا مانتی ہے۔ لہٰذا اب تمہارے لیے ہر فراڈ، ہر الزام تراشی

اور ہر چکر بازی کا دروازہ بند ہے۔

صوفیاء کا فیصلہ:۔ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ اگر تم تحقیق کے ساتھ کسی صوفی کا نام جاننا چاہتے ہو تو وہ ابوبکر صدیق ہے۔

اِنَّ الصَّفَا صَفَا الصِّدِّیْقِ　　　اِنْ اَرَدْتَ صُوْفِیًا عَلَی التَّحْقِیْقِ

(کشف المحجوب صفحہ ۳۲)

اب بتایئے داتا صاحب قدس سرہ نے ولایت میں یکتا کس کو قرار دیا؟

صوفیاء علیہم الرضوان فرماتے ہیں کہ سب سے پہلا صوفیانہ جملہ جو کسی صحابی کی زبان پر آیا تھا وہ صدیقی جملہ تھا کہ اَبْقَیْتُ لَھُمُ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ یعنی میں گھر میں اللہ اور اللہ کا رسول چھوڑ کر آیا ہوں (ابوداؤد حدیث رقم:۱۶۷۸، ترمذی حدیث رقم:۳۶۷۵)۔ یہاں بھی فرمایئے ولایت میں یکتا کون نکلا؟

ولایت میں صدیق اکبر کی یکتائی کو فاضلِ بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یوں بیان فرمایا ہے۔

خاص اس سابق سیرِ قربِ خدا　　　اوحدِ کاملیت پہ لاکھوں سلام

فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے اس شعر پر غور فرمایئے۔ اس کا ایک ایک لفظ گوہر افشاں ہے۔ لفظِ خاص میں خُصُوْصًا عَلٰی اَفْضَلِ الصَّحَابَۃِ بِالتَّحْقِیْقِ کے الفاظ کا انعکاس موجود ہے۔ سابق سیرِ قربِ خدا کے الفاظ میں ولایت باطنی کی باریکیوں کو سمو کر رکھ دیا گیا ہے۔ وَالسَّابِقُوْنَ السَّابِقُوْنَ کی طرف واضح اشارہ کر دیا گیا ہے اور اس میں صدیق کی سبقت ٹھاٹھیں مار رہی ہے۔ اَوحد سے مراد یکتا ہے بلکہ احد سے مراد یکتا ہوتی ہے اور اَوحد اسی سے صیغہ تفضیل ہے۔ گویا صدیق کی یکتائی میں بھی مبالغہ پایا گیا۔ اور اَوحد کے ساتھ کاملیت کا لفظ لگا کر واضح فرما دیا کہ اس یکتائی کا تعلق ولایت باطنی اور کاملیت سے ہے نہ کہ خلافت ظاہری سے۔ فَجَزَاہُ اللّٰہُ خَیْرًا۔ جس سمت آ گئے ہو سکے بٹھا دیے ہیں۔

تفضیلیوں کے سوال کا آخری ٹکڑا یہ تھا کہ ''اسی وجہ سے ولایتِ کبریٰ اور غوثیتِ عظمیٰ کے حامل افراد بھی آپ رضی اللہ عنہ کی اولاد میں سے ہیں''۔

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ ان افراد کا مولا علی کی اولاد میں سے ہونا ضروری نہیں

ہے۔ سیدنا صدیقِ اکبر اور سیدنا فاروقِ اعظم خود اپنے اپنے دور میں قطب الاقطاب تھے۔ ہم نے آپ کے الفاظ ولایتِ کبریٰ اور غوثیتِ عظمیٰ کی جگہ قطب الاقطاب کے الفاظ لکھے ہیں۔ اس فرق کو سمجھانا ہم پر لازم نہیں۔ اتنا ضرور ہے کہ قطب الاقطاب کے الفاظ غوثیتِ عظمیٰ اور ولایتِ کبریٰ کی نسبت اس حقیقت کے لیے موزوں تر ہیں جس پر آپ نے ان کا استعمال کیا ہے۔

قطب الاقطاب اپنے دور میں حقیقتِ محمدیہ کا مظہر ہوتا ہے اور صدیقِ اکبر کا فرمانا کہ مَنْ کَانَ مِنْکُمْ یَعْبُدُ مُحَمَّداً فَاِنَّ مُحَمَّداً قَدْ مَاتَ (بخاری حدیث رقم: ۴۴۵۴) آپ کے اکمل صحو اور سلوک کا ثبوت ہے۔ آپ کا فرمانا کہ لَسْتُ تَارِکاً شَیْئاً کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ یَعْمَلُ بِہٖ (بخاری حدیث رقم: ۳۰۹۳) وغیرہ آپ کی اسی قطبیت کی وجہ سے ہے۔

مولا علی نے خواب دیکھا کہ انہوں نے حضور کریم ﷺ کے پیچھے صبح کی نماز پڑھی۔ رسول اللہ ﷺ محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر تشریف فرما ہو گئے۔ ایک عورت تھال میں کچھ کھجوریں لے کر آئی اور وہ کھجوریں نبی کریم ﷺ کے سامنے رکھ دی گئیں۔ آپ ﷺ نے ان میں سے ایک کھجور پکڑی اور فرمایا اے علی یہ کھجور کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں یارسول اللہ۔ آپ ﷺ نے اپنا ہاتھ مبارک بڑھایا اور کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔ پھر دوسری کھجور پکڑی اور مجھے اسی طرح فرمایا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ آپ نے دوسری کھجور بھی میرے منہ میں رکھ دی۔ یہاں میری آنکھ کھل گئی۔ میرے دل میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کا شوق مجھے تڑپا رہا تھا اور کھجور کی مٹھاس میرے منہ میں تھی۔ میں نے وضو کیا اور مسجد کو چلا گیا۔ میں نے عمر کے پیچھے نماز پڑھی۔ وہ محراب کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گئے۔ میں نے چاہا کہ انہیں اپنا خواب سناؤں۔ مگر میرے بولنے سے پہلے ایک عورت آ گئی اور مسجد کے دروازے پر کھڑی ہو گئی۔ اس کے پاس کھجوروں کا تھال تھا۔ وہ تھال عمر کے سامنے رکھ دیا گیا۔ عمر نے ایک کھجور پکڑی اور فرمایا اے علی یہ کھجور کھاؤ گے؟ میں نے عرض کیا جی ہاں۔ انہوں نے کھجور میرے منہ میں رکھ دی۔ پھر دوسری کھجور پکڑی اور اسی طرح فرمایا میں نے عرض کیا جی ہاں۔ پھر باقی کھجوریں اصحابِ رسول ﷺ میں تقسیم کر دی گئیں۔ میں چاہتا تھا کہ مجھے مزید کھجور ملے۔ عمر نے فرمایا اے میرے بھائی اگر رسول اللہ ﷺ نے آپ کو اس سے زیادہ کھجوریں دی ہوتیں تو ہم بھی آپ کو زیادہ دے دیتے۔ مجھے تعجب ہوا اور میں نے کہا جو کچھ میں نے رات خواب میں دیکھا ہے اللہ نے آپ کو اسکی اطلاع دے دی۔ عمر نے فرمایا اے علی مومن دین

کے نور سے دیکھتا ہے۔ میں نے عرض کیا اے امیر المومنین آپ نے سچ فرمایا۔ میں نے اسی طرح خواب میں دیکھا ہے اور میں نے آپکے ہاتھ سے وہی ذائقہ اور لذت پائی ہے جس طرح رسول اللہ ﷺ کے دستِ اقدس سے ذائقہ اور لذت محسوس کی تھی (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۳۳۱، ازالۃ الخفا جلد ۲ صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹)۔ یہی قطب الاقطاب کا منصب ہے جو رسالت کا مظہر ہوتا ہے۔

ثانیاً خود علماءِ اہلِ سنت نے اس بات کی تصریح فرمائی ہے کہ وہ بارہ خلفاء جو نبی کریم ﷺ کے بعد تشریف لائیں گے ان میں سے پہلے چار کے نام ابوبکر، عمر، عثمان اور علی ہیں۔ ملاحظہ ہوں کتبِ عقائد مثلاً شرح فقہ اکبر وغیرہ اور فتاویٰ مہریہ صفحہ ۱۴۵۔

حضرت علامہ شہاب الدین خفاجی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اللہ کی زمین میں ہر وقت خلیفہ کا ہونا ضروری ہے، وہ خلیفہ کبھی تو صرف ظاہری طور پر متصرف ہوتا ہے جیسے سلاطین، اور کبھی باطنی طور پر متصرف ہوتا ہے جیسے اقطاب۔ اور بعض میں ظاہری اور باطنی دونوں قسم کی خلافتیں جمع ہوتی ہیں جیسے خلفائے راشدین ابوبکر اور عمر بن عبد العزیز (نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۱۵)۔

حضرت علامہ سید آلوسی رحمۃ اللہ علیہ لَا تَحزَنْ کے تحت لکھتے ہیں: اس میں اشارہ ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کی بارگاہ میں وہی منزلت حاصل تھی جو حضور ﷺ کو اللہ جل شانہ کی بارگاہ میں حاصل تھی، وہ اللہ کے حبیب کے حبیب ہیں (روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۴۰۲)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ: مولانا شیخ خالد نقشبندی قدس سرہ نے ایک دن خطاب فرمایا کہ کاملین کے مرتبے چار ہیں۔ نبوت جسکے قطب مدار ہمارے نبی ﷺ ہیں، پھر صدیقیت جسکے قطبِ مدار ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر شہادت جسکے قطبِ مدار عمر فاروق رضی اللہ عنہ ہیں، پھر ولایت جس کے قطبِ مدار علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ ہیں۔ کسی نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بارے میں سوال کیا کہ ان کا مرتبہ نبوت کے بعد تین خلفاء کے مراتب میں کیا ہے؟ فرمایا آپ رضی اللہ عنہ کو شہادت کے مرتبے میں سے بھی حصہ ملا ہے اور ولایت کے مرتبے میں سے بھی حصہ ملا ہے، اور آپ کے ذوالنورین ہونے کا عارفین کے نزدیک یہی مطلب ہے (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۰۶ تحت اولئک مع الذین انعم اللہ علیهم الآیۃ وقال لم اظفر علی التفصیل الذی ذکرہ مولانا الشیخ)۔

ایک اور مقام پر لکھتے ہیں: جو صدیقین کی گردنوں کو پھلانگ جاتا ہے وہ نبوت میں جا پہنچتا ہے، اور یہ دروازہ اس وقت بند ہے۔ شیخ اکبر قدس سرہ نے نبوت اور صدیقیت کے درمیان

ایک مقام ثابت کیا ہے جسے مقامِ قربت کا نام دیا ہے، اور یہ وہ راز ہے جو ابوبکر کے سینے میں سجا دیا گیا ہے جسکی طرف حدیث میں اشارہ ہے، پس نبی ﷺ اور ابوبکر رضی اللہ عنہ کے درمیان اصلاً کوئی آدمی نہیں فَلَیْسَ بَیْنَ النَّبِیِّ ﷺ وَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ رَجُلٌ اَصْلاً (روح المعانی جلد ۳ صفحہ ۱۰۷)۔

حضرت مولانا احمد رضا خان فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے بھی الملفوظ میں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کو اپنے اپنے دور کے غوث قرار دیا ہے (ملفوظات اعلیٰ حضرت صفحہ ۲۳۷)۔

ثالثاً ان کے بعد والے مقدس افراد بھی مولا علی رضی اللہ عنہ کی اولاد ہونے کی وجہ سے نہیں بلکہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء علیٰ ابیہا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کی وجہ سے سادات ہیں۔ اگر آپ کا زعم تسلیم کرلیا جائے تو پھر بھی اس کا سبب سیدۃ النساء ہیں نہ کہ مولا علی۔ ورنہ مولا علی کی اولاد دیگر ازواج میں سے کثرت سے موجود تھی اور آج بھی موجود ہے۔ بلکہ روافض نے ایک خاص پروپیگنڈے کے تحت صرف حسینی سادات کو اس مقصد کے لیے مشہور کر رکھا ہے۔ حسنی سادات تو کجا انہیں امام حسن سے ہی بغض ہے۔ ان کے نزدیک ایں مثل پدرش کا فرشد۔ معاذ اللہ

انہیں حضور قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ سے بھی اسی لیے بغض ہے کہ آپ قدس سرہ حسنی سید ہیں۔

رابعاً اسی وجہ سے بارہ خلفاء کو قریشی کہا گیا ہے نہ کہ ہاشمی۔

خامساً اگر آپ کی مراد ان بارہ خلفاء علیہم الرضوان کے علاوہ اولیائے امت ہیں تو انکے مولا علی کی اولاد میں محصور ہونے پر آپ کے پاس کون سی نص موجود ہے؟

سادساً ولایت میں افضلیت اور یکتائی کو اولادِ امجاد میں قطبیت کے اجراء کا سبب قرار دینا بھی عجیب رافضیانہ بلکہ یہودیانہ حرکت ہے۔ ہم نے اسے رافضیانہ حرکت کیوں کہا اور یہودیانہ حرکت کیوں کہا؟ خرد و مطالعہ باید

تفضیلیوں کا تیسرا سوال

مولا علی اولیاء کے سردار ہیں، شاہ اسماعیل دہلوی نے لکھا ہے کہ حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے لیے شیخین رضی اللہ عنہما پر ایک گونہ فضیلت ثابت ہے کہ ولایت کے اکثر سلاسل آپ رضی اللہ عنہ

سے ہی چلتے ہیں (السیف الجلی صفحہ ۱۲ مختصراً)۔

جواب :۔ بلاشبہ مولاعلی اولیاء کے سردار، سرتاج، بادشاہ اور ولایت کے قاسم ہیں۔ ہمارے استاد حضرت مولانا علی بخش صاحب چانڈیو قدس سرہ الاقدس فرماتے ہیں۔

گر فتم نامہِ خود سیاہ بافحش
چہ باکم چوں مرا مولا علی بخش

اپنا نام علی بخش نہایت حسین طریقے سے شعر میں لائے ہیں۔ لیکن اولاً تو یہ مسئلہ خالص کشفی اور روحانی ہے جس پر قرآن وسنت سے واضح نص موجود نہیں ہے اور عقائد کی بنیاد کشف پر نہیں رکھی جاسکتی اور نہ ہی پوری امت کو کشفی معاملات کا مکلف ٹھہرایا جاسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ : تفضیلِ شیخین امر یست ماخوذ از شرع و حاصلِ بحث آں است کہ از جہت شرع فضلِ کلی شیخین را حاصل است پس در ہیں مباحثہ ادلہ شرع از کتاب و سنت واجماع و قیاس ذکر می باید کرد نہ مکاشفاتِ صوفیہ زیرا کہ از مکاشفاتِ صوفیہ ہیچ حکمی شرعی ثابت نمی شود یعنی شیخین کی افضلیت ایسا مسئلہ ہے جو شریعت سے ماخوذ ہے اور بحث کا حاصل یہ ہے کہ شریعت کے مطابق شیخین کو فضیلت کلی حاصل ہے۔ بس اس پر بحث کرتے وقت قرآن وسنت و اجماع و قیاس سے شرعی دلائل پیش کرنے چاہییں نہ کہ صوفیاء کے مکاشفات۔ جان لو کہ صوفیاء کے مکاشفات سے کوئی شرعی حکم ثابت نہیں ہوتا (قرۃ العینین صفحہ ۳۱۸،۳۱۷)۔

عوام کا صوفیاء کے مکاشفات کو سمجھنا، خود صوفیاء کا اپنے مکاشفات کو سمجھنا، کشف کا صاحبِ کشف کے ظرف کے مطابق محدود ہونا، کشف کا بذاتِ خود ایک حجاب ہونا اور مکاشفات کا شرعی حجت نہ ہونا ایسے دقائق اور لطائف ہیں کہ ہم ان پر مفصل بحث نہیں کرنا چاہتے البتہ اشارۃً ہم نے بہت کچھ عرض کر بھی دیا ہے۔ اس قسم کی باتیں کر کے شریعت کا ڈسپلن خراب کرنے والے لوگ حبیبِ کریم ﷺ کی امت سے اچھا سلوک نہیں کر رہے۔

وہ جو تفضیلی صاحب نے مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ سے استدلال فرمایا ہے، انہوں نے متعدد احتمالات میں سے اپنے مرضی کا احتمال اور وہ بھی مرجوح بلکہ مردود احتمال بلکہ

رافضیوں کا موقف اختیار کر کے اسے نص بنا ڈالا ہے جیسے اس حدیث کا یہی مفہوم حرفِ آخر ہو۔ دعویٰ کیسا باغیانہ تھا اور پھر اس پر دلیل کیسی فارق اور غیر متعلق ہے۔

ثانیاً اگر کشف کا اعتبار کر لیا جائے تو پھر بھی یہ بات اچھی طرح یاد رکھنی چاہیے کہ مولا علی کرم اللہ وجہہ الکریم اپنے سے بعد والے اولیاء کے سردار ہیں، اپنے سے پہلے والے خلفاء راشدین کے نہیں۔ یہ اسی طرح ہے کہ جس طرح غوثِ اعظم وقطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی تمام اولیاء کے سردار ہیں مگر اپنے سے پہلے والوں کے نہیں جن کی افضلیت منصوص ہے۔ وہ صحابہ، تابعین، تبع تابعین اور ائمہ اہلِ بیت کے سردار نہیں ہیں بلکہ وہ سب حضور غوث پاک قدس سرہ کے سردار ہیں۔ ثالثاً چونکہ اس مسئلے کا تعلق قرآن وسنت کی نص سے نہیں بلکہ صوفیاء کے کشف سے ہے لہٰذا ہم کامل ترین صوفیاء کے فیصلے آپ کی خدمت میں پیش کرتے ہیں اور ان کے کشف بیان کر کے آپ کی آنکھیں کھولنے کی کوشش کرتے ہیں۔ صوفیاء کے یہ فیصلے اور کشف قرآن و سنت کے عین مطابق بھی ہیں۔

(۱)۔ حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں وَمِنْهُمْ مَنْ يَكُوْنُ ظَاهِرَ الْحُكْمِ ، وَ يَحُوْزُ الْخِلَافَةَ الظَّاهِرَةَ ، كَمَا حَازَ الْخِلَافَةَ الْبَاطِنَةَ مِنْ جِهَةِ الْمَقَامِ كَاَبِىْ بَكْرٍ وَّ عُمَرَ وَ عُثْمَانَ وَ عَلِيٍّ وَّ الْحَسَنِ وَ مُعَاوِيَةَ بْنِ يَزِيْدٍ وَّ عُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِيْزِ وَالْمُتَوَكِّلِ ، وَمِنْهُمْ مَنْ لَهُ الْخِلَافَةُ الْبَاطِنَةُ خَاصَّةً وَلَا حُكْمَ لَهُ فِي الظَّاهِرِ كَاَحْمَدَ بْنِ هَارُوْنَ الرَّشِيْدِ السَّبْتِيِّ وَ كَاَبِىْ يَزِيْدِ الْبُسْطَامِيِّ ، وَاَكْثَرِ الْاَقْطَابِ لَا حُكْمَ لَهُمْ فِي الظَّاهِرِ یعنی بعض اولیاء ایسے ہیں جن کی حکومت ظاہر ہوتی ہے اور انہیں مرتبے اور مقام کے لحاظ سے جس طرح خلافت باطنی عطا ہوتی ہے اسی طرح خلافت ظاہری بھی عطا ہوتی ہے جیسا کہ حضرت ابوبکر، عمر، عثمان، علی، حسن، معاویہ بن یزید، عمر بن عبدالعزیز اور متوکل۔ ان میں بعض ایسے ہوتے ہیں جنہیں صرف خلافت باطنی عطا ہوتی ہے اور ظاہری حکومت نہیں ملتی، جیسا کہ حضرت احمد بن ہارون الرشید سبتی، ابویزید بسطامی اور اکثر قطب (فتوحاتِ مکیہ باب ۷۳ جلد ۲ صفحہ ۹)۔

یہ تھے شیخ اکبر قدس سرہ جو اللہ کریم جل شانہ اور نبی کریم ﷺ سے پوچھ پوچھ کر کتابیں لکھنے کے عادی تھے۔ اب بتایئے شیخ اکبر کے چاروں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے حق

میں خلافت ظاہری اور باطنی دونوں تسلیم کرنے کے بعد آپ کے پاس انکار کا کونسا چارہ باقی رہ گیا؟

حضرت شیخ اکبر قدس سرہ کی یہی عبارت حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے بھی اپنی کتاب قرۃ العینین کے صفحہ ۳۲۲ پر نقل فرمائی ہے۔

(۲)۔ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی چشتی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

کبھی یہ رافضی بکتا ہے کہ جب ابوبکر صدیق مسندِ خلافت پر بیٹھے تو علی مرتضیٰ موجود نہ تھے۔ کبھی یوں کہتا ہے کہ شیخین کا خلافت میں مقدم ہونا ان کے عمر رسیدہ ہونے کی وجہ سے تھا نہ کہ ان کے فضائل کی بنا پر۔ اور کبھی اس حدیث سے جو صحت کو نہیں پہنچی ہے حجت لاتا ہے کہ اَلْخِلَافَةُ مِنْ بَعْدِیْ ثَلَاثُوْنَ سَنَةً وَ قَدْ تَمَّتْ بِعَلِیٍّ۔ اور کہتا ہے کہ دوسرے جانشینوں کی خلامت میں کمی تھی اور وہ علی مرتضیٰ کی خلافت سے تمام و کامل ہوئی۔ اسی وجہ سے پیری مریدی کے تمام سلسلے انہیں سے ملتے ہیں کسی اور سے نہیں (سبع سنابل صفحہ ۷۷)۔

رہی یہ بات کہ بیعت کے تمام سلسلے علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ تک پہنچتے ہیں اور کسی اور تک نہیں پہنچتے۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے کسی شخص کو اپنا خلیفہ نہیں بنایا ہے کہ اسکو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی جگہ بٹھاتے۔ اس لیے کہ جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اپنے خلفاء موجود ہیں، خلیفہ کے خلیفہ کو یہ حق نہیں پہنچتا کہ وہ رسول کی جگہ بیٹھے اور چونکہ مولا علی پر خلافت ختم ہوئی۔ انہوں نے مجبوراً حضرت حسن بصری کو اپنا خلیفہ بنایا اور اپنی جگہ پر بٹھایا۔ پھر ان سے یہ سلسلے پیدا ہوئے جو سب مولا علی تک پہنچتے ہیں۔ تو علی مرتضیٰ کی خلافت کی باری کا مؤخر ہونا، یہ سبب بنا تمام سلسلوں کے آپکی جانب لوٹنے کا اور اگر ان حضرات میں سے کوئی اور متاخر ہوتا تو تمام سلسلوں کا مرجع وہی ٹھہرتا۔

واضح رہے کہ یہ کتاب سبع سنابل روحانی طور پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں شرفِ قبولیت حاصل کر چکی ہے۔

(۳)۔ اللہ کریم جل مجدہٗ کا قرب حاصل کرنے کے دو راستے ہیں۔ ایک راستہ انبیاء علیہم السلام کا ہے اور دوسرا راستہ اولیاء علیہم الرضوان کا ہے۔

انبیاء علیہم السلام کے طریقے سے جو قرب حاصل ہوتا ہے اسے قربِ نبوت کہتے ہیں۔ اور اولیاء علیہم الرضوان کے طریقے سے جو قرب حاصل ہوتا ہے اسے قربِ ولایت کہتے

ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی قدس سرہ فرماتے ہیں۔

حضرات شیخین کے کمالات انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے کمالات کے مشابہ ہیں اور صاحبانِ ولایت کا ہاتھ شیخین کے کمالات کے دامن سے کوتاہ ہے اور اہل کشف کے کشف ان کے کمالات کے درجوں کی بلندی کے باعث نصف راہ میں ہے۔ ولایت کے کمالات شیخین کے کمالات کے مقابلہ میں مطروح فی الطریق (راہ میں پھینکے ہوئے) کی طرح ہیں۔ کمالاتِ ولایت، کمالاتِ نبوت پر چڑھنے کے لیے سیڑھی کی طرح ہیں۔ پس مقدمات کو مقاصد کی کیا خبر ہے اور مطالب کو مبادی سے کیا شعور۔ آج یہ بات عہدِ نبوت سے بُعد کے باعث اکثر لوگوں کو ناگوار اور قبول سے دور معلوم ہوتی ہے لیکن کیا کیا جائے۔

در پس آئینہ طوطی صفتم داشتہ اند ہر چہ استاد ازل گفت ہماں میگویم

ترجمہ:۔ مجھے طوطی کی طرح آئینے کے پیچھے رکھ دیا گیا ہے۔ استادِ ازل جو کچھ فرما رہا ہے میں وہی کہہ رہا ہوں۔

لیکن اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کا احسان ہے کہ اس گفتگو میں علمائے اہل سنت شکر اللہ تعالیٰ سعیہم کے ساتھ موافق ہوں اور ان کے اجماع سے متفق ہوں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کے استدلالی علم کو مجھ پر کشفی، اور ان کے اجمالی کو مجھ پر تفصیلی کیا ہے۔

اس فقیر کو جب تک کہ مقامِ نبوت کے کمالات تک نہ پہنچایا اور ان کے کمالات سے کامل حصہ نہ دیا تھا، تب تک شیخین کے فضائل پر کشف کے طور پر اطلاع نہ بخشی تھی اور تقلید کے سوائے کوئی راستہ نہ دکھایا تھا (مکتوباتِ امام ربانی جلد ا مکتوب نمبر ۲۵۱)۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

یہ لوگ کیا کریں۔ انہوں نے دائرۂ ولایت سے باہر قدم رکھا ہی نہیں اور کمالاتِ نبوت کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں۔ انہوں نے ولایت کے نصف حصہ کو جو اسکے عروج کی جانب ہے تمام ولایت خیال کیا ہے اور دوسرے نصف حصے کو جو اسکے نزول کی جانب ہے مقامِ نبوت تصور کیا ہے۔

چوآں کرمے کہ در سنگے نہاں است زمین و آسمانِ او ہماں است

ترجمہ:۔ وہ کیڑا جو کہ پتھر میں نہاں ہے وہی اس کا زمین و آسماں ہے

(مکتوباتِ امام ربانی جلد ۱ مکتوب نمبر ۲۰۱)۔

السیف الجلی کے مصنف نے حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کا قول نقل کیا ہے کہ ایک راہ وہ ہے جو قربِ ولایت سے تعلق رکھتی ہے اوران بزرگوں کے پیشواء اور منبع فیض سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم ہیں (السیف الجلی صفحہ ۱۴)۔ لیکن افسوس کہ تفضیلی صاحب نے یہ مکتوب آگے پیچھے سے کاٹ کر نقل کیا ہے۔ اس سے پہلے یہ لکھا ہے کہ ایک راہ وہ ہے جو قربِ نبوت سے تعلق رکھتی ہے اور اس کے بعد یہ لکھا ہے کہ شیخین راہِ اول سے واصل ہیں (مکتوبات امام ربانی جلد ۲ مکتوب نمبر ۱۲۳)۔

(۴)۔ حضرت سیدی شیخ عبدالعزیز دباغ قدس سرہ فرماتے ہیں کہ : اِنَّ الْاِیْمَانَ بِاللّٰہِ تَعَالٰی کَانَ فِی النَّبِیِّ ﷺ عَلٰی کَیْفِیَّۃٍ خَاصَّۃٍ لَوْ طُرِحَتْ عَلٰی اَھْلِ الْاَرْضِ صَحَابَۃٍ وَغَیْرِھِمْ لَذَابُوْا وَوَرَثَ اَبُوْ بَکْرٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ مِنْ تِلْکَ الْکَیْفِیَۃِ شَیْئاً قَلِیْلاً عَلٰی قَدْرِ مَا تُطِیْقُہٗ ذَاتُہٗ وَمَعَ ذَالِکَ لَمْ یَکُنْ فِیْ اُمَّۃِ النَّبِیِّ ﷺ مَنْ یُطِیْقُ اَبَا بَکْرٍ فِیْ ذٰلِکَ وَلَا مَنْ یُدَانِیْہِ وَلَا مِنَ الصَّحَابَۃِ وَلَا مِنْ غَیْرِھِمْ مِنْ اَھْلِ الْفَتْحِ الْکَبِیْرِ لِاَنَّ النَّبِیَّ ﷺ بَلَغَ فِیْ اَسْرَارِ الْاُلُوْھِیَۃِ وَحَقَائِقِ الرَّبُوْبِیَۃِ وَدَقَائِقِ الْعِرْفَانِ مَبْلَغاً لَا یُکَیَّفُ وَلَا یُطَاقُ وَکَانَ یَتَکَلَّمُ مَعَ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْبُحُوْرِ الَّتِیْ کَانَ یَخُوْضُھَا عَلَیْہِ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ فَارْتَقٰی اَبُوْ بَکْرٍ الْمُرْتَقٰی الْمَذْکُوْرَ وَمَعَ ذٰلِکَ فَکَانَ النَّبِیُّ ﷺ فِی الثَّلٰثِ سِنِیْنَ الْاٰخِیْرَۃِ لَا یَتَکَلَّمُ مَعَہٗ فِیْ تِلْکَ الْحَقَائِقِ خِیْفَۃً عَلَیْہِ اَنْ یَذُوْبَ یعنی نبی کریم ﷺ کا اللہ تعالیٰ پر ایمان ایسی خاص کیفیت سے تھا کہ اگر وہ تمام اہل زمین کی طرف پھینکا جائے تو پگھل کر رہ جائیں خواہ صحابہ ہوں یا کوئی اور۔ اس کیفیت میں سے حضرت ابوبکر کو ان کی برداشت کے مطابق تھوڑا سا حصہ ملا تھا۔ اس کے باوجود یہ فیض اتنا زیادہ تھا کہ نبی کریم ﷺ کی امت میں ایک شخص بھی حضرت ابوبکر کا فیض برداشت کرنے کی طاقت نہیں رکھتا تھا اور نہ ہی آپکے قریب آنے کی طاقت رکھتا تھا، خواہ صحابہ میں سے ہو یا انکے علاوہ فتح کبیر کے افراد میں سے ہو۔ اس لیے کہ نبی کریم ﷺ اسرارِ الوہیت، حقائق ربوبیت اور دقائق عرفان میں ایسی بلندی پر پہنچے ہیں جسے نہ کوئی بیان کرتا سکتا ہے اور نہ وہاں پہنچ سکتا ہے۔ آپ ﷺ حضرت ابوبکر کے ساتھ معرفت کے ان سمندروں سے متعلق گفتگو فرماتے تھے جس میں آپ غوطہ زن رہتے تھے۔ حضرت ابوبکر مذکورہ مرتبے تک ترقی کر گئے تھے مگر اسکے باوجود نبی کریم ﷺ آخری تین سالوں میں ان سے بھی ان حقائق پر گفتگو نہیں فرماتے تھے کہ کہیں وہ پگھل نہ

جائیں (جواہر البحار جلد ۲ صفحہ ۲۷۳ بحوالہ الابریز)۔

اب فرمایئے! آپ نے افضلیتِ صدیق کو کہاں تک محدود کر دیا تھا اور حضرتِ دباغ علیہ الرحمہ کیا فرما رہے ہیں؟ یہ وہ بزرگ ہیں جن کے پاس علمِ لدنی ہے اور بظاہر کسی استاد کے پاس نہیں پڑھے۔ پھر اس عبارت کے ناقل کا نامِ نامی علامہ یوسف بن اسماعیل نبھانی رحمت اللہ علیہ ہے جن کی گرد کو بھی آپ کی خطیبانہ گرج نہیں پہنچ سکتی۔

(۵)۔ شیخین کریمین رضی اللہ عنہما نبی کریم ﷺ کی ذاتِ اقدس میں ایسے فنا ہیں کہ آفتابِ رسالت کے حظیرۂ قدس کے اندر موجود ہیں اور ان کا زمانہ خلافت رسالت ہی کا تتمہ ہے۔ اسی لیے جن علاقوں کا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو عطا ہونا آپ ﷺ نے مشاہدہ فرما لیا تھا وہ علاقے شیخین ہی کے دور میں فتح ہوئے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی مثال مہتاب جیسی ہے جو آفتاب سے جدا وجود رکھتا ہے مگر آفتابِ رسالت سے ہی نور حاصل کر رہا ہے۔

اس مسئلے کو سمجھنے کے لیے آسان ترین راستہ یہ ہے کہ آج بھی شیخین کے مزارِ اقدس حبیبِ کریم ﷺ کے روضۂ اقدس کے اندر اسکے حظیرہ قدس میں موجود ہیں۔ روضۂ رسول ﷺ کی زیارت سے روضۂ صدیق اور روضۂ عمر کی زیارت خود بخود ہو جاتی ہے۔ اسی لیے امام زین العابدین رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ دنیا میں نبی کریم ﷺ کے قریب وہی لوگ تھے جو آج بھی حضور کے ساتھ آرام فرما رہے ہیں۔ محبوب کریم ﷺ نے فرمایا: خُلِقْتُ اَنَا وَ اَبُوْبَکْرٍ وَّ عُمَرُ مِنْ طِیْنَۃٍ وَّاحِدَۃٍ یعنی میں ابوبکر اور عمر ایک ہی طینت سے پیدا کیے گئے ہیں (کنز العمال ۱۱ / ۲۵۹ حدیث رقم: ۳۲۶۸۰)۔ تقریباً یہ ساری بحث حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین کے آخری صفحے پر لکھی ہے۔ جسے سمجھانے کے لیے ہم نے چند احادیث اور مثالوں کا اضافہ کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کے اپنے الفاظ اس طرح ہیں کہ ایامِ خلافتِ شیخین ایامِ نبوتِ آنحضرت است و ایامِ ولایتِ مرتضی ایامِ دورہ ولایت است، در صدیق تشبہ باعتبارِ فنا و انعکاسِ اشعہ بیشتر یافتم یعنی شیخین کی خلافت کا زمانہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا زمانہ ہے اور خلافتِ مرتضیٰ کا زمانہ ولایت کا زمانہ ہے۔

میں نے فنائیت اور شعاؤں کے انعکاس کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ سے مشابہت صدیق میں زیادہ دیکھی ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۳۱)۔

فاضل بریلوی رحمت اللہ علیہ نے اس حقیقت کو یوں بیان فرمایا ہے۔

سایۂ مصطفیٰ مایۂ اصطفا عز و نازِ خلافت پہ لاکھوں سلام

ان عبارات کو بار بار پڑھیے۔ واضح ہو جائے گا کہ افضلیتِ شیخین کا تعلق محض خلافتِ ظاہری سے نہیں بلکہ ولایت باطنی سے بدرجۂ اولیٰ ہے مگر پتھر کے کیڑے کو ان باتوں کی کیا خبر۔

(۶)۔ حضرت علامہ عبد العزیز پرہاروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ: یہ بات کہنے والے شیعہ ہیں کہ حضرت علی تمام صحابہ سے زیادہ طریقت کے عالم ہیں اور اسی لیے تمام سلاسل آپ سے چلتے ہیں۔ آپ کی اصل عبارت یہ ہے مَا حُكِيَ عَنْ اَحْمَدَ الزُّرُوْقِيِّ اَحَدِ مَشَائِخِ الْمَغَارِبَةِ: اُخْتُلِفَ فِيْ اَنَّ هٰذَا التَّفْضِيْلَ فِي الظَّاهِرِ وَالْبَاطِنِ مَعاً اَوْ فِي الظَّاهِرِ فَقَطْ اِنْتَهٰى، وَهُوَ اِشَارَةٌ اِلٰى قَوْلِ بَعْضِ الْمُتَشَيِّعَةِ غَيْرِ الْغُلَاةِ اِنَّ عَلِيًّا اَعْلَمُ بِعِلْمِ الطَّرِيْقَةِ مِنْ سَائِرِ الصَّحَابَةِ وَلِذَا يَنْتَهِيْ اِلَيْهِ سَلَاسِلُ الصُّوْفِيَةِ (مرام الکلام صفحہ ۴۷)۔

اب فرمائیے یہ علامہ عبد العزیز پرہاروی رحمۃ اللہ علیہ کون ہیں؟ اور یہ کیا فرما رہے ہیں؟ یہ وہ ہستی ہیں جو امی ہیں یعنی ظاہری طور پر کسی استاد سے نہیں پڑھا بلکہ حضرت خضر علیہ السلام کی توجہ سے باطنی علوم حاصل کیے ہیں اور دو سو ستر علوم کے ماہر ہیں جو اس دنیا میں ایک ریکارڈ ہے۔ ہمیں امید ہے کہ ایسی ہستی ولایت باطنی کے مسئلے کو آپ لوگوں سے بہتر جانتی ہوگی۔ یہ فرما رہے ہیں کہ مولا علی کو علمِ طریقت میں افضل جاننا اور آپ سے سلاسلِ طریقت کے جاری ہونے کو اس پر دلیل بنانا بعض شیعہ کا لبادہ اوڑھنے والے لوگوں کا قول ہے۔

(۷)۔ اعلیٰ حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی علیہ الرحمہ نے قدوۃ الاولیاء سیدنا ابوالحسین احمد النوری قدس اللہ سرہ کا فرمان نقل کیا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ جب توفیق الٰہی، ہدایت اور عنایت ازلی تربیت فرماتی ہے تو بندہ دامن شریعت کو مضبوط تھام کر مناہج سلوک میں گرم جولان ہوتا ہے اور از انجا کہ یہاں کارِ عام غیر حق سے انقطاع و تبتل ہے، لہٰذا پہلی منزل تصحیح خیال و تصفیہ تصور کی پڑتی ہے۔ یہاں تک کہ رفتہ رفتہ لطیف تدبیروں اور پیاری تصویروں سے جی بہلا کر پریشان نظری کی عادت چھٹاتے اور کشاکشِ این و آں سے نجات دے کر نقشہ احدیث لوحِ دل

میں جماتے ہیں رَزَقَنا اللهُ بِجاهِ مَشَائِخِنا الکِرَامِ قُدِّسَتْ اَسْرَارُهُمْ آمِین۔ اس سفر کو سیر الی اللہ اور اسکے منتہیٰ کو مقامِ فنا فی اللہ کہتے ہیں۔ اس مرحلہ کے طے میں سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهِ کی طرح لَا نُفَرِّقُ بَیْنَ اَحَدٍ مِّنْ اَوْلِیَائِهِ کہا جاتا ہے۔ جب ما سوی اللہ آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہِ فنا تک پہنچ کر قدم آگے بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اور اسکے لیے انتہا نہیں ہے اور یہیں تفاوتِ قرب جلوہ گر ہوتا ہے۔ جسکی سیر فی اللہ زائد، وہی خدا سے زیادہ نزدیک۔ پھر بعضے بڑھتے چلے جاتے ہیں اور بعض کو دعوتِ خلق کے لیے تنزل ناسوتی عطا فرماتے ہیں۔ اسکا نام سیر من اللہ ہے۔ ان سے طریقہ خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلۂ طریقت جنبش میں آتا ہے۔ یہ معنی اسے مستلزم نہیں کہ ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے اور نزدیکی و بالا روی میں تفوق ہاتھ آئے۔ اگرچہ یہ ایک فضل جداگانہ تھا جو انہیں ملا اور دوسروں کو عطا نہ ہوا۔ آخر نہ دیکھا کہ حضرت مولیٰ رضی اللہ عنہ کے خلفاءِ کرام میں حضرت امام حسین و جنابِ خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی و مرتبہِ ارشاد و تکمیل ملا اور حضرت امامِ حسن سے کوئی سلسلہ جاری و مشتہر نہ ہوا حالانکہ قرب و ولایت امامِ مجتبیٰ، قرب و ولایتِ خواجہ سے بالیقین اتم و اعلیٰ اور واضح احادیث سے امامِ حسین شاہزادۂ گلگوں قبا پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم (مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین قلمی صفحہ ۲۲)۔

(۸)۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اگلے وقتوں میں صحبت اور رفاقت سے ہی فیض جاری ہوتا تھا۔ اگر بیعت اور صحبت کا اعتبار کیا جائے تو شیخین کے سلاسل مولائے مرتضیٰ سے زیادہ ثابت ہوتے ہیں بلکہ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی شیخین سے فیض پہنچتا ہے (قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین صفحہ ۳۰۰)۔

حضرت مولانا حسن رضا خان بریلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ہوئے فاروق و عثمان و علی جب داخل بیعت
بنا فخرِ سلاسل سلسلہ صدیق اکبر کا

(۹)۔ حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں محققین صوفیہ نوشتہ اند کہ شیخین حاملِ کمالاتِ نبوت بودہ اند و حضرت امیر حاملِ کمالاتِ ولایت یعنی محقق صوفیاء نے لکھا ہے کہ حضرت ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما کمالاتِ نبوت

کے حامل تھے اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کمالاتِ ولایت کے حامل تھے (تحفہ اثنا عشریہ باب نمبر ۷ صفحہ ۲۱۴)۔

(۱۰)۔ حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اولیائے امت میں سب سے افضل صدیق اکبر ہیں پھر فاروق، پھر عثمان پھر علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ تمام صحابہ کرام حسب مراتب اللہ تعالیٰ کے ولی اور مقرب ہیں۔ حضور علیہ السلام سے کمالاتِ نبوت کا فیض اور برکت حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما سے اور کمالاتِ ولایت کے فیوض حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے امت کو ملتے ہیں (دینِ مصطفیٰ صفحہ ۲۱۳)۔

یقول الفقیر غفرلہ اللہ الغفار جس طرح خلافت ظاہری اور ولایت باطنی کی تفریق قرآن وسنت اور اجماعِ امت سے بیگانہ ہے اسی طرح کمالاتِ نبوت کا شیخین کے ہاتھوں عطا ہونا اور کمالاتِ ولایت کا سیدنا علی المرتضیٰ کے ہاتھوں عطاء ہونا بھی اصولِ شرعیہ سے کوئی علاقہ نہیں رکھتا۔ یہ باتیں روحانی طور پر کسی کو معلوم ہو جائیں تو ہوا کریں بَارَکَ اللہ۔ لیکن انہیں بنیاد بنا کر شیخین کی افضلیت کلی یا مولا علی کی افضلیت جزوی ثابت کرنا خلافِ تحقیق ہے۔ تاہم علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ کی عبارت کم از کم کسی فساد کو مستلزم نہیں بلکہ تفضیل کی جڑھ کاٹ کر دکھا رہی ہے اور شیخین کی افضلیت کو ثابت کرنے کی حد تک قرآن، سنت، اجماعِ امت اور صوفیاء کے کشف کے عین مطابق ہے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم

(۱۱)۔ تصوف کی معروف کتاب التعرف میں ہے کہ اَجْمَعَ الصُّوْفِیَۃُ عَلٰی تَقْدِیْمِ اَبِیْ بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِیٍّ رَضِیَ اللہُ عَنْھُمْ یعنی تمام صوفیاء کا اس پر اجماع اور اتفاق ہے کہ ابوبکر سب سے افضل ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم (التعرف صفحہ ۶۲، نبراس صفحہ ۳۰۳)۔

(۱۲)۔ حضرت داتا گنج بخش سید علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ صدیق اکبر کی شان میں فرماتے ہیں: شیخ الاسلام، خیر الانام بعد از انبیاء علیہم السلام، امام وسید اہل تجرید، شہنشاہ اربابِ تفرید، از آفاتِ انسانی بعید، امیر المومنین حضرت ابوبکر عبد اللہ بن عثمان الصدیق، حقائق ومعارف میں آپ کی کرامات مشہور اور علامات وشواہد ظاہر ہیں...... مشائخ عظام آپ کو اربابِ مشاہدہ کا سردار قرار دیتے ہیں اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو اربابِ مجاہدہ کا پیشوا سمجھتے ہیں...... صدیق اکبر رضی اللہ عنہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے بعد تمام مخلوقات سے آگے ہیں۔ اور کسی شخص کے لیے جائز نہیں کہ آپ سے

آ گے قدم رکھے...... جب خداوند تعالیٰ اپنے کسی بندہ کو کمالِ صدق کے مقام پر فائز کرتا ہے اور اسے مقامِ تمکین پر متمکن کرتا ہے تو وہ فرمانِ الٰہی کا منتظر رہتا ہے کہ آیا اسے فقیری کا حکم ہوتا ہے یا امیری کا۔ اگر امیری کا حکم ہوتا ہے تو وہ امارت اختیار کرتا ہے اور اس میں اپنے تصرف یا اختیار کو دخل نہیں دینے دیتا۔ جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ابتدا سے انتہا تک فقر اور تسلیم و رضا کو پسند کیا۔ اس لیے صوفیائے کرام جن کے امام و مقتدا صدیق اکبر ہیں ان کا مسلک بھی یہی فقر اور تسلیم و رضا ہے اور وہ امارت و ریاست کی تمنا نہیں کرتے۔ آپ رضی اللہ عنہ عام مسلمانوں کے بھی دینی امام ہیں اور اس طریقت پر چلنے والوں کے خاص امام ہیں (کشف المحجوب صفحہ ۶۷ تا ۶۹)۔

حضرت داتا صاحب قدس سرہ العزیز ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

اِنَّ الصَّفَا صِفَۃُ الصِّدِّیْقِ   اِنْ اَرَدْتَ صُوْفِیاً عَلَی التَّحْقِیْقِ

ترجمہ:۔ اگر تم صوفی کے بارے میں تحقیق جاننا چاہتے ہو تو سن لو، اگر کوئی صوفی کی صفت کا حامل ہے تو وہ ابوبکر صدیق ہے (کشف المحجوب صفحہ ۳۲)۔

حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے صدیق اکبر کی خلافت کو محض سیاسی اور فرش تک محدود ماننے والوں اور مولا علی رضی اللہ عنہ کو صدیق کے مقابلے پر ولایت میں یکتا کہنے والوں کا ناس مار دیا ہے۔

(۱۳)۔ ہمارے ان دوستوں کو جب منکرین تصوف کے سامنے قرآن و سنت کی روشنی میں تصوف ثابت کرنا پڑتا ہے تو اس وقت انہیں اصحابِ صفہ اور حضرت خواجہ اویس قرنی رضی اللہ عنہم یاد آ جاتے ہیں۔ انہی اصحابِ صفہ میں سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ بھی شامل ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ یہی صحابی سلسلہ عالیہ نقشبندیہ میں سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ ہیں۔ صدیقِ اکبر کا انہیں منتخب کرنا کمالِ احتیاط اور زبردست ادب کا آئینہ دار ہے۔ تھوڑا آگے چل کر چونکہ سیدنا امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ بھی اسی سلسلہ عالیہ میں شامل ہو جاتے ہیں اور انکے پاس سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی طرف سے بھی فیض موجود ہے لہٰذا تمام سلاسل کو مولا علی کی طرف منسوب کرنے میں حرج نہیں سمجھا جاتا ورنہ ایک محقق اچھی طرح سمجھ سکتا ہے کہ نقشبندی سلسلہ نہ صرف صدیق اکبر سے جاری ہوا ہے بلکہ ائمہ اہل بیت اطہار علیہم الرضوان نے بھی اس مقدس سلسلہ میں شمولیت اختیار فرمائی ہے اور فیض یاب ہوئے ہیں۔

(۱۴)۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں ایک ضخیم رسالہ شامل کیا ہے جس کا نام ہے "رسالہ تصوفِ فاروقِ اعظم"۔ آپ اس رسالہ میں لکھتے ہیں: اَلْفَصْلُ

السَّابِعُ فِی بَقَاءِ سِلْسِلَةِ الصُّحْبَةِ الصُّوفِيَةِ الْمُبْتَدَأَةِ مِنَ النَّبِیِّ ﷺ اِلٰی یَوْمِنَا ھٰذَا بِوَاسِطَةِ اَمِیْرِ الْمُؤْمِنِیْنَ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ عنہ وَلْنَذْکُرْ ھٰھُنَا سِلْسِلَةَ اَھْلِ الْعِرَاقِ فَاِنَّھُمْ اَکْثَرُ الْمُسْلِمِیْنَ اِعْتِنَاءً بِسِلْسِلَةِ الصُّحْبَةِ الصُّوفِیَةِ یعنی ساتویں فصل صوفیاء کی صحبت کے اس سلسلہ طریقت کے بارے میں ہے جو نبی کریم ﷺ سے شروع ہو کر آج کے دن تک امیر المومنین عمر ابن الخطاب رضی اللہ عنہ کے ذریعے سے جاری ہے۔ یہاں ہم اہل عراق کے سلسلہ کا ذکر کریں گے جو مسلمانوں کی اکثریت پر مشتمل ہے، اس میں ہم صوفیاء کی صحبت کا لحاظ رکھیں گے۔ پہلے ہم یہ نکتہ بیان کرتے ہیں جس کا یاد رکھنا ضروری ہے کہ صحابہ، تابعین اور تبع تابعین کے دور میں مریدوں کا اپنے مشائخ کے ہاتھ پر بیعت کرنا اور خرقہ حاصل کرنا رائج نہیں تھا بلکہ صحبت میں بیٹھنے کو ہی کافی سمجھا جاتا تھا۔ لوگ ایک ہی شیخ پر اکتفا نہیں کرتے تھے اور نہ ہی ایک سلسلے پر اکتفا کرتے تھے بلکہ ان میں سے ہر ایک کثیر مشائخ کی صحبت میں رہتا تھا اور متعدد سلاسل سے رابطہ رکھتا تھا۔ ان کے سلسلے بعینہٖ ایک صحابی تک نہیں پہنچتے تھے، ہاں مگر جس بزرگ کی صحبت کا اعتراف زیادہ کیا جاتا یا ان کی صحبت کا اثر زیادہ ہوتا یا ان کو شہرت زیادہ دے دی جاتی تو کہہ دیا جاتا تھا کہ یہ فلاں کے اصحاب ہیں۔ مجھے ہمارے شیخ ابو طاہر نے شیخ حسن عجمی مکی کا فرمان سنایا ہے کہ انہوں نے فرمایا میں نے اپنے شیخ حضرت عیسیٰ مغربی سے پوچھا کہ اگر ایک طالب کا کوئی شیخ ہو جس سے وہ فیض حاصل کرتا ہو تو کیا اسکے لیے جائز ہے کہ کسی دوسرے شیخ کے پاس جایا کرے؟ انہوں نے فرمایا: اَلْاَبُ وَاحِدٌ وَالْاَعْمَامُ شَتّٰی یعنی باپ ایک ہوتا ہے اور چچا کئی ہوتے ہیں (ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)۔

(۱۵)۔ آخر میں ہم یہ سوال بھی پوچھنا چاہیں گے کہ حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کے اس مصرعے کا کیا مطلب ہے؟

غوث قطب سب اُرے اُریرے تے عاشق جان اگیرے ہو

تفضیلیوں کے پہلے تین سوالوں کے جواب آپ نے ملاحظہ فرمائے۔ دراصل یہ ایک ہی سوال تھا جس کا جواب آسان بنانے کے لیے ہم نے اسے تین اجزاء میں تقسیم کر دیا۔ اب آخر میں امام اہل سنت حضرت مولانا شاہ احمد رضا خان بریلوی قدس سرہ کی طرف سے ان ظالموں پر علمی تعزیر کے تازیانے برستے ہوئے دیکھیے اور عبرت پکڑتے ہوئے انہیں میدان جزاء میں تنہا چھوڑ دیجیے۔ فاضل بریلوی قدس سرہ رقم طراز ہیں:

عجب تماشا ہے فرقہ سنفضیہ جن کے قلوب تفضیلِ حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما میں اتباعِ کتاب وسنت واجماعِ امت وعلماءِ اہلِ حق کے لیے منشرح نہیں ہوتے اور دلائلِ قاہرہ کی تابشیں دل کو گونہ نرم بھی کرتی ہیں تو یَجْعَلْ صَدْرَہٗ ضَیِّقاً حَرَجاً کَاَنَّمَا یَصَّعَّدُ فِی السَّمَآءِ کی آفت راستہ روک کر کھڑی ہوجاتی ہے اور بایں ہمہ سنیت وہ پیارا پیارا میٹھا نام ہے کہ علانیہ اس سے انکار بھی گوارا نہیں ہوتا۔ اپنی پردہ پوشی کو طرح طرح کی بعید توجیہیں، رکیک تاویلیں نکالتے اور وہ ساری خیالی بلائیں سنیوں کے سر ڈھالتے ہیں کہ ان کے مذہب کا یہی محصل ہے۔ پھر بعنایتِ الٰہی اہلِ حق کی ہمتِ بازو سے دودھ کا دودھ پانی کا پانی ہوجاتا ہے اور طرہ یہ کہ جس سے سنیے نئی تقریر تراشے گا اور اسکے مذہبِ سنیاں ہونے کا دعوی کردے گا گویا مذہبِ اہلِ سنت ایک تصویر مومی کا نام ہے جسے جیسا چاہیے پلٹا دے لیجیے۔ بعض صاحبوں نے تو وہ تنقیح بلیغ کی کہ جس کی خدمت گزاری تنبیہ سابق میں گزری۔ اور حضرات کے ذہنِ رسا نے ان سے بھی آگے قدم رکھا اور عقیدۂ اہلِ سنت کو یوں شرفِ تلخیص بخشا کہ حضرات شیخین رضی اللہ تعالی عنہما من حیث الخلافۃ افضل ہیں اور حضرت مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ من حیث الولایۃ اور اس کلام کی شرح انکی زبان سے یوں مترشح ہوتی ہے کہ خلافت حضرت ابوبکر وفاروق رضی اللہ تعالی عنہما کو پہلے پہنچی اور حضرت مرتضوی کرم اللہ وجہہ الکریم کہ سلاسل اہل طریقت جناب ولایت مآب پر منتہی ہوتے ہیں نہ شیخین پر۔ تو اس وجہ سے یہ افضل اور اس وجہ سے وہ۔ اَقُوْلُ وَرَبِّیْ یَغْفِرُ لِیْ یہ ایک کلام ہے کہ عالم اضطرار میں ان حضرات کی زبان سے نکلتا ہے اور تنقیح کیجیے تو خود ان کے اذہان اس کے معنی ناممحرر سے خالی ہوتے ہیں۔ اگر مقصود اس سے وہی ہے جو اثنائے گفتگو میں ان کی تقریر سے تراوش کرتا ہے تو محض خبط بے ربط، خلافت انہیں پہلے اور انہیں پیچھے ملنا اولیت من حیث الخلافۃ ہے نہ افضلیت من حیث الخلافۃ۔ یعنی وہ خلافت میں پہلے ہوئے نہ یہ کہ بجہت خلافت افضل ہوئے۔ اسی طرح انتہائے سلاسلِ سلوک کا باعث تفضیل متنازع فیہ ہونا دعویٰ بلا دلیل بلکہ دلیل اس کے خلاف پر ناطق کَمَا مَرَّ مِنَّا فِی التَّبْصِرَۃِ الرَّابِعَۃِ۔ اور جو یہ مراد ہے کہ شیخین کو امر خلافت میں اچھا سلیقہ تھا اور ملک داری وملک گیری انہیں خوب آتی ہے تو عزیز من یہ تو کوئی ایسی بات نہ تھی جس پر اس قدر شور وشغب ہوتا، سنی تفضیلی دو مذہب متفرق ہوجاتے۔ اہلِ سنت ترتیبِ فضیلت میں انبیاء کے بعد شیخین کو گنتے، ہر جمعہ کو اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ

بِالتَّحقِیقِ سَیِّدُنَا اَبُوْ بَکرٍ الصِّدِّیقُ خطبوں میں پڑھا جاتا احادیث میں شیخین کو انبیاء ومرسلین کے بعد سردار اولین وآخرین وبہترین اہل آسمان وزمین فرمایا جاتا۔ مولیٰ علی کو اپنی تفضیل سے بایں شدومد انکار ہوتا کہ جسے ایسا کہتے سنوں گا وہ مفتری ہے اسے مفتری کی حد ماروں گا۔ یہ باتیں تو دنیا کے کام ہیں گو دین کے لیے وسیلہ وذریعہ ہوں اس لیے مولا علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں مَنْ رَضِیَہٗ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لِدِیْنِنَا اَفَلَا نَرْضَاہُ لِدُنْیَانَا یعنی نبی کریم ﷺ نے انہیں ہمارے دین یعنی نماز کے لیے پسند فرمایا کیا ہم انہیں اپنی دنیا یعنی خلافت کے لیے پسند نہ کریں۔ پھر اس میں افزونی ہوئی تو کیا اور نہ ہوئی تو کیا؟ اتنی ہی بات پر تنازع تھا تو سنیوں نے ناحق بے چارے تفضیلیوں پر قیامتیں توڑیں اور مولا علی نے اسی کوڑوں کا مستحق ٹھہرایا اور جو اس کے سوا کچھ اور مقصود ہے تو اس کا جواب تنبیہہ سابق سے لیجیے (مطلع القمرین صفحہ ۵۴، ۵۵، ۵۶)۔

اس سوال کا دوسرا ٹکڑا یہ تھا کہ شاہ اسماعیل دہلوی نے یوں لکھا ہے۔ اس کا تحقیقی اور علمی جواب آپ پڑھ چکے ہیں، انکی شخصیت کے حوالے سے جواب یہ ہے کہ یہی اسماعیل دہلوی صاحب ہیں جنہوں نے لکھا ہے کہ اپنے مرشد یا اس طرح کی بزرگ ہستیاں خواہ جناب رسالت مآب ہی کیوں نہ ہوں، ان کے خیال اور تصور میں مستغرق ہونے سے بہتر ہے کہ انسان اپنی گائے یا گدھے کے خیال میں مستغرق ہوجائے (صراطِ مستقیم صفحہ ۸۶)۔ یہی صاحب فرماتے ہیں کہ یہ یقین جان لینا چاہیے کہ ہر مخلوق بڑا ہو یا چھوٹا وہ اللہ کی شان کے آگے چمار سے بھی ذلیل ہے (تقویۃ الایمان صفحہ ۱۴)۔ اسی کتاب میں لکھتے ہیں کہ جس کا نام محمد اور علی ہے وہ کسی چیز کا مختار نہیں۔

اب ایسے گستاخ اور بے ادب لوگوں کی خوشہ چینی کرنا آپ کو مبارک ہو۔

تفضیلیوں کا چوتھا سوال

نبی اکرم ﷺ سے تین طرح کی خلافت جاری ہوئی۔ خلافتِ ولایت، خلافتِ سلطنت اور خلافتِ ہدایت۔ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی علیہ الرحمہ اپنی کتاب تفہیماتِ الٰہیہ میں لکھتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ کی وراثت کے حاملین تین طرح کے ہیں: ایک وہ جنہوں نے آپ ﷺ سے حکمت وعصمت اور قطبیتِ باطنی کا فیض حاصل کیا، وہ آپ کے اہل بیت اور خواص ہیں۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے آپ ﷺ سے حفظ وتلقین اور رشد وہدایت سے متصف قطبیت

ظاہری کا فیض حاصل کیا، وہ آپ ﷺ کے کبار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم جیسے خلفاء راشدین اور عشرہ مبشرہ ہیں۔ تیسرا طبقہ وہ ہے جنہوں نے انفرادی عنایات اور علم وتقویٰ کا فیض حاصل کیا، یہ وہ اصحاب ہیں جو احسان کے وصف سے متصف ہوئے (السیف الجلی علیٰ منکرِ ولایتِ علی (اعلانِ غدیر) ڈاکٹر محمد طاہر القادری مطبوعہ منہاج القرآن پبلی کیشنز لاہور اگست ۲۰۰۷)۔

جواب:۔ اولاً حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی عبارت نہ قرآن ہے نہ حدیث اور نہ اجماع۔ جب تک شاہ صاحب نے یہ عبارت نہ لکھی تھی اس وقت تک یعنی 12 سو سال تک امت کے عقائد کا دارومدار کس چیز پر تھا؟ ثانیاً شاہ صاحب علیہ الرحمہ کی یہ تقسیم تفضیلی کی تقسیم پر منطبق بھی نہیں ہورہی۔ اس لیے کہ انہوں نے پوری عبارت میں کہیں خلافت کا لفظ استعمال نہیں فرمایا جب کہ قطبیت کا لفظ دونوں پر استعمال فرمایا ہے۔ قطبیتِ ارشادیہ اور قطبیتِ باطنیہ۔ اب ظاہر ہے کہ قطب الارشاد حکمران کو نہیں کہتے اور آج بھی بلکہ ہر دور میں قطب الارشاد موجود ہوتا ہے مگر اسکا حکمران اور سیاستدان ہونا ضروری نہیں ہوتا۔ عدمِ انطباق کی دوسری وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحب نے قطبیتِ باطنی کا فیض حاصل کرنے والوں میں اہل بیت کے ساتھ خواص کو بھی شامل کیا ہے۔ خواص کا لفظ تفضیلی کو نظر کیوں نہیں آیا؟ اور خلفاء اربعہ سے بڑھ کر حضور کریم ﷺ کے خواص کون ہو سکتے ہیں؟ خصوصاً جن کے حق میں لَوْ کُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِیلاً وارد ہے ان سے بڑھ کر خاص کون ہو گا؟ اور اگر تفضیلی اسے عطف تفسیری بنائیں تو ہم عرض کریں گے کہ پھر دوسرے طبقہ میں حضرت شاہ صاحب نے خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ کا ذکر کیا ہے۔ یہاں بھی خلفاء اربعہ اور عشرہ مبشرہ میں عطف تفسیری مراد لے کر دکھایئے۔ پہلے طبقہ میں اہل بیت خواص میں شامل ہیں مگر خواص صرف اہل بیت نہیں اور دوسرے طبقہ میں خلفاء اربعہ عشرہ مبشرہ میں شامل ہیں مگر صرف خلفاء اربعہ ہی عشرہ مبشرہ نہیں۔ عدمِ انطباق کی تیسری وجہ یہ ہے کہ شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے تیسرے طبقے کو احسان کے وصف سے متصف قرار دیا ہے۔ طالبِ علم بھی اچھی طرح سمجھتے ہیں کہ تصوف اور طریقت ہی کا دوسرا نام احسان ہے اور حدیثِ احسان کی صوفیانہ شرح کے مطابق اِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاہُ والی فنائیت ہی مرتبہِ احسان تک پہنچاتی ہے۔ دراصل شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے خلافت کی بات ہی نہیں کی اور نہ ہی یہ لفظ تلاش کرنے سے بھی انکی عبارت میں آپکو ملے گا، بلکہ انہوں نے روحانی فیض ہی کی تین اقسام بیان فرمائی ہیں۔ لطف کی بات یہ ہے کہ تفضیلی صاحب نے تین طرح کی

خلافت کا لفظ بار بار استعمال فرمایا ہے حالانکہ شاہ صاحب لفظِ خلافت سے دور رہے ہیں۔ اسکے برعکس حضرت شاہ صاحب قدس سرہ نے تینوں طبقات کیلیے قطبیت اور احسان کے الفاظ استعمال فرمائے ہیں جبکہ تفضیلی صاحب نے ان الفاظ سے مکمل اجتناب فرمایا ہے۔ یہ زمین آسمان کا فرق بتارہا ہے کہ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا مقصد کچھ اور ہے اور تفضیلی صاحب کی نیت میں کچھ اور ہے۔ ثالثاً تفضیلی صاحب کو خود بھی شاہ صاحب کی عبارت کا اپنی تقسیم پر عدمِ انطباق کھٹک چکا ہے۔ اسی لیے انہیں یہ وضاحت کرنا پڑی کہ ''واضح رہے کہ یہ تقسیم غلبہ حال اور خصوصی امتیاز کی نشاندہی کے لیے ہے ورنہ ہر سہ اقسام میں سے کوئی بھی دوسری قسم کے خواص وکمالات سے کلیتاً خالی نہیں ہے''۔ رابعاً حضرت شاہ صاحب نے پہلے طبقے میں تمام اہل بیت اور خواص کو شامل فرمایا ہے۔ سوال یہ ہے کہ اہل بیت سے کون کون سی ہستیاں مراد ہیں۔ کیا اہلِ بیت اور خواص میں ازواجِ مطہرات شامل ہوں گی کہ نہیں، جن کا اہل بیت ہونا قرآن میں منصوص ہے؟ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ تفضیلیوں کی بعض باتوں سے رافضیت لازم آتی ہے۔

خامساً یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ شروع شروع میں تفضیلی تھے اور بعد میں اس عقیدے سے توبہ فرمائی۔ آپ خود لکھتے ہیں کہ مجھے روحانی طور پر نبی کریم ﷺ کی بارگاہ سے حضرت علی پر حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کو فضیلت دینے کا حکم دیا گیا۔ گو اس معاملے میں اگر میری طبیعت اور میرے رجحان کو آزاد چھوڑا جاتا تو وہ دونوں حضرت علی کو فضیلت دینے اور ان سے زیادہ محبت کا اظہار کرتے لیکن یہ ایک چیز تھی جو میری طبیعت کی خواہش کے خلاف عبادت کی طرح مجھ پر عائد کی گئی تھی اور مجھ پر اسکی تعمیل لازم تھی (فیوض الحرمین اردو صفحہ ۲۰۳، ۳۳واں مشاہدہ)۔

سوچنے کی بات ہے کہ شاہ صاحب کس جہت سے مولا علی کو افضل مانتے ہوں گے جس کی اصلاح کی گئی اور کیا شاہ صاحب کو صرف سیاست میں افضلیتِ شیخین تسلیم کرنے کا حکم ملا ہوگا کہ اسے ان پر عبادت کی طرح فرض کر دیا گیا؟

سادساً حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے تفضیلِ شیخین کے موضوع پر ایک مستقل کتاب لکھی ہے جس کا نام قرۃ العینین فی تفضیل الشیخین ہے۔

اس کتاب میں حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے صاف لکھا ہے کہ: شیخین کی خلافت کا زمانہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ ہے اور خلافت مرتضیٰ کا زمانہ ولایت کا زمانہ ہے۔

میں نے فنائیت اور شعاؤں کے انعکاس کے لحاظ سے نبی کریم ﷺ سے مشابہت صدیق میں زیادہ دیکھی ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۳۱)۔

حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی عبارات میں تطبیق کی صورت آسانی سے نکل آئی کہ انکے نزدیک قطبیتِ ارشادیہ سے مراد کمالاتِ نبوت سے اتصاف ہے اور شیخین کا قربِ نبوت سے واصل ہونا حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے بھی لکھا ہے۔ گویا حضرت مجدد اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہما کی بات میں بھی مطابقت پیدا ہوگئی۔

دوسری جگہ شیخ اکبر علیہ الرحمہ کی عبارت نقل کرتے ہیں کہ خلفاء اربعہ کے پاس خلافت ظاہری باطنی دونوں موجود تھیں۔ یہ عبارت اصل الفاظ کے ساتھ ہم نقل کر چکے ہیں (ملاحظہ ہو قرۃ العینین صفحہ ۳۲۲)۔

تیسری جگہ لکھتے ہیں کہ اگر بیعت اور صحبت کا اعتبار کیا جائے تو شیخین کے سلاسل مولائے مرتضیٰ سے زیادہ ثابت ہوتے ہیں بلکہ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو بھی شیخین سے فیض پہنچتا ہے (قرۃ العینین صفحہ ۳۰۰)۔

اب بتائیے۔ آپ نے پوری صورتِ حال کو ملحوظ کیوں نہ رکھا۔ شاہ صاحب کا رجوع کیوں چھپایا۔ اور ان کی ایک عبارت کو دوسری عبارات کی روشنی میں سمجھنے کی کوشش کیوں نہ فرمائی۔ اپنی مرضی اور اندرونی عقیدے کے مطابق ایک تقسیم کو جنم دے کر شاہ صاحب کی عبارت کو اس پر زبردستی منطبق کیوں فرمایا؟

سابعاً روافض کا عقیدہ ہے کہ امامت شورائی نہیں ہوتی بلکہ امام مامور من اللہ ہوتا ہے۔ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت کو خالص شورائی اور صحابہ کی ملی بھگت قرار دیتے ہوئے روافض نے صدیقی خلافت پر تنقید کی ہے بلکہ اس موضوع پر ان کی مکمل کتاب شیخِ سقیفہ موجود ہے جو ایک نہایت گستاخانہ کتاب ہے۔

ہمارے مخاطب تفضیلی رافضی نے حضرت شاہ صاحب کی تقسیم سے بالکل بے گانہ ہو کر، سو فیصد رافضیانہ ذہنیت کا مظاہرہ کرتے ہوئے اور صدیقی خلافت کو ظاہری اور مولا علی کی ولایت کو باطنی قرار دیتے ہوئے یوں موازنہ لکھا ہے کہ:

خلافت ظاہری دین اسلام کا سیاسی منصب ہے جو انتخابی اور شورائی ہوتا ہے اور عوامی

چناؤ سے عمل میں آتا ہے، اس میں جمہوریت ہوتی ہے، کسی کی تجویز ہوتی ہے اور کسی کی تائید۔

جب کہ خلافت باطنی خالصتاً روحانی منصب ہے، یہ محض وہبی اور اجتبائی امر ہے، خلیفہ باطنی کا تقرر خدا کرتا ہے، اس میں جمہوریت نہیں بلکہ ماموریت ہوتی ہے اس میں کسی کی تجویز اور کسی کی تائید کی ضرورت نہیں ہوتی۔

آگے لکھتے ہیں: خلافت زمینی نظام کو سنوارتی ہے اور ولایت اسے آسمانی نظام کے حسن سے نکھارتی ہے۔ خلافت افراد کو عادل بناتی ہے اور ولایت افراد کو کامل بناتی ہے۔ خلافت کا دائرہ فرش تک ہے اور ولایت کا دائرہ عرش تک ہے (السیف الجلی صفحہ ۹)۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ تفضیلی رافضی کے ان نظریات کا غور سے جائزہ لیجیے۔ کیا خلفائے ثلاثہ علیہم الرضوان کی سبکی اور خفت بلکہ ان پر تبرا بولنے میں کوئی کمی رہ گئی ہے؟ کیا خلافت اور ولایت کے اس تقابل نے معاملہ تفضیل سے بڑھ کر غالی رافضیت تک نہیں پہنچا دیا؟

مزید سنیے! فرماتے ہیں: لہٰذا اب خلافت سے مفر ہے نہ ولایت سے، کیونکہ حضرت سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی خلافت بلا فصل اجماعِ صحابہ سے منعقد ہوئی اور تاریخ کی شہادتِ قطعی سے ثابت ہوئی اور حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کی ولایت بلا فصل خود فرمانِ مصطفی صلی اللہ علیہ وسلم سے منعقد ہوئی اور احادیث متواترہ کی شہادتِ قطعی سے ثابت ہوئی الخ۔

غور فرمائیے! رافضی نے خلافتِ صدیق کو محض اجماع صحابہ اور تاریخی شہادت میں محدود کر دیا ہے جس کے پاس قرآن وسنت سے کوئی دستاویز موجود نہ ہو اور ولایت سیدنا مولا علی رضی اللہ عنہ کو احادیث متواترہ سے قطعی ثابت کر مارا ہے۔ ولایت بھی وہ جو انہوں نے اپنے ذہن سے تیار کی ہے۔ بلکہ اس کتاب میں ہر جگہ مولا کا ترجمہ مولا ہی کرتے رہے مگر جب آخر میں پہنچے تو جہاں سیدنا فاروقِ اعظم نے مولا کا لفظ استعمال فرمایا تھا وہاں موقع پا کر مولا کا ترجمہ آقا کر دیا تاکہ یہ سازش پوری کتاب میں جلوہ گر ہو جائے اور اہل سنت کی طرح مولا بمعنی دوست اور محبوب نہیں بلکہ روافض کی طرح مولا بمعنی آقا ثابت ہو جائے۔

مزید فرماتے ہیں: سو ہم سب کو جان لینا چاہیے کہ حضرت مولا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت مہدی الارض والسمآء علیہ السلام باپ بیٹا دونوں...... اللہ کے ولی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں۔ انہیں تسلیم کرنا ہر صاحبِ ایمان پر واجب ہے۔

فرمایئے! یہ شیعہ کے کلمہ عَلِیٌّ وَلِیُّ اللّٰہِ وَصِیُّ رَسُوْلِ اللّٰہِ کا بعینہ ترجمہ ہے کہ نہیں؟ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ ساری باتیں کہاں لکھی تھیں اور ان ساری خرافات کو آپ کس کے ذمے لگائیں گے؟

حقیقت یہ ہے کہ خلافتِ صدیقی کی بنیاد قرآن وسنت میں موجود ہے اور علماء اہل سنت شروع سے اس پر دلائل دیتے چلے آئے ہیں۔ اہل سنت نے قرآن کی آیت وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ آمَنُوْا سے خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ پر استدلال کیا ہے، اَلَّذِیْنَ اِنْ مَّکَّنّٰھُمْ فِی الْاَرْضِ اَقَامُوا الصَّلٰوۃَ سے خلفائے راشدین کی خلافتِ حقہ کی تصدیق ہو رہی ہے۔ حدیث بخاری میں مُرُوْا اَبَا بَکْرٍ فَلْیُصَلِّ بِالنَّاسِ کے الفاظ موجود ہیں یعنی ابو بکر کو اللہ اور اس کے رسول کی طرف سے امر کر دو کہ لوگوں کو نماز پڑھائے (بخاری حدیث رقم: ٦٧٨)۔ فرمایئے وَعَدَ اللّٰہُ میں صدیقی خلافت کا وعدہ خدا نے کیا یا جمہور نے؟ مُرُوْا کا کیا معنی ہے؟ یہاں ماموریت کو دیکھتے وقت آپ کی آنکھیں کیوں چندھیا گئیں؟ اور حدیث مسلم میں یَأْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ کے الفاظ موجود ہیں یعنی میرے بعد اللہ اور تمام فرشتوں نے ابو بکر کے سواء ہر کسی کی امامت کا انکار کر دیا ہے (مسلم حدیث رقم: ٦١٨١)۔

اس سے بڑھ کر ابو داؤد شریف میں لَا لَا لَا یَأْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَا بَکْرٍ کے الفاظ موجود ہیں (ابو داؤد حدیث رقم: ٤٦٦١)۔

فرمایئے یہ قرآن اور حدیث ہے یا تاریخ؟ اس میں اللہ، اللہ کا رسول اور تمام آسمانی فرشتے بھی شامل ہیں یا محض عوام، جمہور، شوریٰ اور رافضیوں کے بقول ملی بھگت؟ پھر آپ نے کس طرح خالص شورائی اور خالص خدائی کی رافضیانہ تقسیم کرنے کی جرأت فرمائی۔

یَأْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ کے یہی الفاظ اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں وارد ہوتے تو تفضیلیوں کو آسمانوں اور زمینوں میں ولایت اور امامت کے ڈنکے سنائی دینے لگتے۔

اگر کسی شخص نے تجویز دی تھی اور دوسروں نے تائید کی تھی تو اس کا سبب اور پس منظر کیا تھا؟ اَنْتَ سَیِّدُنَا وَخَیْرُنَا وَاَحَبُّنَا اِلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّمَ (بخاری حدیث رقم: ٣٦٦٨) کے الفاظ اللہ اور اس کے رسول کو بیچ میں لا رہے ہیں کہ نہیں؟

حتیٰ کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خلیفۂ رسول ہونا سابقہ ادیان میں بھی مذکور تھا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

کے قدمین شریفین میں بیٹھے ہوئے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی تصویر تک ان لوگوں کے پاس تھی۔ یہ حدیث ہم مکمل حوالے کے ساتھ نقل کر چکے ہیں۔

ایسے دلائل کے ہوتے ہوئے تفضیلی نے خلافتِ صدیقی کو وحی سے لاتعلق اور خالص شورائی کہہ دیا ہے۔ حضور سیدنا غوثِ اعظم قدس سرہ العزیز فرماتے ہیں کہ : رافضی اہل سنت کو ناصبی کہتے ہیں کیونکہ اہل سنت اپنے امام کو جماعت کی رائے سے مقرر کرتے ہیں تُسَمِّيهَا الرَّافِضَةُ نَاصِبَةً لِقَوْلِهَا بِاخْتِيَارِ الْإِمَامِ وَ نَصْبِهِ بِالْعَقْدِ (غنیۃ الطالبین صفحہ ۱۷۶)۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ کسی بھی تفضیلی کی کھال اتاریں تو اندر سے غالی رافضی برآمد ہوگا۔

تفضیلی کا یہ کہنا کہ خلافت میں جمہوریت ہوتی ہے اور ولی باطن مامور من اللہ ہوتا ہے، منتخب ہوتا ہے، اس کا تقرر خدا کرتا ہے، مولا علی کی ولایت احادیثِ متواترہ کی قطعیت سے ثابت ہے، مولا علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وصی ہیں، انہیں اور امام مہدی علیہما السلام کو تسلیم کرنا ہر صاحبِ ایمان پر واجب ہے۔ تفضیلی کے ان تمام جملوں پر غور کیجیے۔ یہ صرف تفضیل ہی نہیں بلکہ خالص رافضیت بھی ہے۔ باطن کا یہ عقیدہ صرف روافض میں ہی نہیں بلکہ اسماعیلیوں کے ہاں بھی رائج ہے۔

تفضیلی صاحب نے سیاست اور ولایت میں جو طویل موازنہ لکھا ہے، یہ محض خطیبانہ گردان ہے اور اسکی ہر بات ہماری پیش کردہ آیات و احادیث اور خصوصاً فرمانِ مصطفی علیہ التحیۃ والثناء يَأْبَى اللّٰهُ وَ الْمُؤْمِنُونَ اِلَّا اَبَا بَكْرٍ سے متصادم ہے۔

چند گوئی اے لجوجِ بے صفا
ایں فسونِ دیو پیشِ مصطفی

آپ رضی اللہ عنہ کی ولایت کے منکر خارجی ہیں۔ مگر اس ولایت میں پہلے تینوں خلفائے راشدین علیہم الرضوان بدرجہ اولیٰ شامل ہیں اور تفضیلی نے جس طریقے سے مولا علی کی ولایت کو خلفائے ثلاثہ پر ترجیح دی ہے یہ خالص رافضیت اور خلفائے ثلاثہ کی توہین اور بے ادبی ہے۔ اہل سنت کا عقیدہ خوارج اور روافض لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلٰى شَرِّهِمْ کے بین بین ہے۔

آخر میں ہمارے مخاطب رافضی کے مذکورہ بالا جملوں کی تردید شاہ ولی اللہ علیہ الرحمۃ کی زبانی سنیئے۔ فرماتے ہیں: میں نے روحانی طور پر آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم سے شیعہ فرقہ کے بارے میں پوچھا کہ یہ لوگ اہل بیت کی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں مگر آپکے صحابہ کے ساتھ دشمنی رکھتے ہیں۔

آپ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کا مسلک باطل ہے۔ انکے مسلک کا بطلان امام کے بارے میں ان کے پیش کردہ تصور پر معمولی غور وفکر سے کھل جاتا ہے۔ اس کیفیت سے واپسی کے بعد میں نے امام کے لفظ پر غور کیا تو ظاہر ہوا کہ یہ لوگ امام کو معصوم اور اس کی اطاعت کو فرض قرار دیتے ہیں اور وحی باطنی جو باطن پر حکمِ خداوندی کے اِلقاء کا نام ہے اسے امام کے لیے اجتہاد، الہام یا خطا سے [illegible] ط ثابت کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ امام کو اللہ تعالیٰ لوگوں کے لیے خود مقرر کرتا ہے تا کہ وہ انہیں خداوندی احکام پہنچائے۔ حالانکہ یہی تو نبوت کے معنی اور اسکے فرائض و خصائص ہیں۔ نبی کی تعریف یہ ہے بَعَثَهُ اللہُ لِتَبْلِیغِ الْاَحْکَامِ۔ اللہ تعالیٰ نبی کو اپنے احکام کی تبلیغ کے لیے بھیجتا ہے یعنی نبی کو اللہ تعالیٰ مقرر کرتا ہے اور اسکی اطاعت فرض ہوتی ہے۔ گویا دوسرے الفاظ میں یہ لوگ ختمِ نبوت کے قائل نہیں ہیں اور اماموں کے لیے نبوت ثابت کرتے ہیں (الانتباہ فی سلاسلِ الاولیاء صفحہ ۴)۔

ایک ہاتھ میں السیف الجلی اور دوسرے ہاتھ میں الانتباہ پکڑ لیجیے۔ آپ پر واضح ہو جائے گا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے ہمارے مخاطب رافضی کو ختمِ نبوت کا منکر کہہ دیا ہے۔

روافض کے عقائد کی ہر کتاب میں لکھا ہے کہ: شیعہ اور سنی میں سب سے بڑا پہلا اور بنیادی فرق یہ ہے کہ امامیہ کے نزدیک انکے امام مامور من اللہ ہوتے ہیں، جیسا کہ سیدنا علی المرتضیٰ کی امامت کا اعلان غدیرِ خم کے موقع پر ہوا اور اہلِ سنت کے نزدیک خلافت ایک شورائی اور اجماعی منصب ہے (ملاحظہ ہو شیعہ عقائد کی ہر کتاب مثلاً اصل و اصولِ شیعہ صفحہ ۱۰۱، امامت وملوکیت صفحہ ۱۷۴)۔

تفضیلیوں کا پانچواں سوال

افضلیت کا دارومدار علم پر ہوتا ہے اور مولا علی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں اَعلم ہیں۔ آپ علم کا دروازہ ہیں۔ سب سے بڑے قاضی (اقضی) ہیں اور تمام خلفاء نے آپ سے راہنمائی حاصل کی ہے۔

جواب:۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم کی عظمت میں اور آپ کے اقضی ہونے میں کوئی شک نہیں۔ لیکن جہاں تک اعلم ہونے کا تعلق ہے تو یہ سراسر صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا خاصہ ہے۔

اعلمیتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ

(۱)۔ قرآنِ حکیم نے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اتقی قرار دیا ہے (الیل:۱۷)۔ اور تقویٰ بغیر علم کے متصور نہیں ہوسکتا، لہٰذا اتقیٰ ہونے کیلیے اعلم ہونا ضروری ٹھہرا۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اَنَا اَعْلَمُھُمْ بِاللّٰہِ وَ اَشَدُّھُمْ لَہٗ خَشْیَۃً یعنی میں سب لوگوں سے زیادہ اللہ کو جانتا ہوں اور سب سے زیادہ اللہ سے ڈرتا ہوں (بخاری حدیث نمبر ۶۱۰۱، مسلم حدیث نمبر ۶۱۰۹)۔

سیدنا حسن بصری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَھُوَ کَانَ اَعْلَمَ بِاللّٰہِ وَ اَتْقٰی لَہٗ وَ اَشَدَّ لَہٗ مَخَافَۃً یعنی صدیق اکبر سب سے زیادہ اللہ کو جانتے تھے اور تمام صحابہ میں اتقیٰ تھے اور سب سے زیادہ خدا کا خوف رکھتے تھے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۵۳)۔

اسی لیے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: کہ جب صدیق اکبر اس امت کے سب سے بڑے متقی ہیں تو لازم ہوا کہ آپ ہی اللہ کے سب سے بڑے عارف ہوں اِنَّ الصِّدِّیْقَ لَمَّا کَانَ اَتْقَی الْاُمَّۃِ بِاَسْرِھَا وَجَبَ اَنْ یَّکُوْنَ اَعْرَفَھَا بِاللّٰہِ (الزلال الاتقیٰ صفحہ ۶۸)۔ ان عبارتوں میں اعلم باللہ اور اعرف باللہ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔

دوسری جگہ اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ کی تفسیر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آیۂ کریمہ جس طرح افضلیت صدیق پر دلیل ساطع، یوں ہی ان کے عرفانِ الٰہی وولایتِ ذاتی میں کافۂ امت سے زیادت پر برہان قاطع (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۸۰)۔

نیز فرماتے ہیں: یَرْفَعِ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ وَالَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ بلند کرے گا اللہ تم میں سے ایمان والوں کو اور انہیں جو علم دیے گئے درجوں میں۔ اَقُوْلُ وَ اللّٰہُ یَغْفِرُلِی ان آیت طیبات سے ثابت کہ علم باعثِ فضل اور مثلِ ایمان موجبِ رفعِ درجات ہے اور پھر ظاہر کہ زیادتِ سبب، باعثِ زیادتِ مسبب۔ پس جس قدر علم بیش، فضیلت افزوں اور احادیث وآثار سے ثابت کہ جنابِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے برابر صحابہ میں کسی کو علم نہ تھا بلکہ اعلمیتِ صدیق تو قرآنِ عزیز سے ثابت (مطلع القمرین صفحہ ۱۰۸)۔

(۲)۔ نبی کریم ﷺ نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو خود امامت کے مصلے پر کھڑا فرمایا (بخاری حدیث رقم: ۶۷۸، مسلم حدیث رقم: ۹۴۸)۔

امام بخاری علیہ الرحمہ نے اس حدیث کو جس باب میں نقل کیا ہے اس کا نام یہ رکھا ہے ''اَھْلُ الْعِلْمِ وَالْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ'' یعنی علم اور فضیلت والا امامت کا زیادہ حقدار ہے۔

امام العقائد حضرت امام ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں۔

وَ تَقْدِیمُہٗ لَہٗ دَلِیْلُ عَلیٰ اَنَّہٗ اَعْلَمُ الصَّحَابَۃِ وَ اَقْرَأُھُمْ لِمَا ثَبَتَ فِی الْخَبَرِ الْمُتَفَقِ عَلیٰ صِحَتِہٖ بَیْنَ الْعُلَمَآئِ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ ﷺ قَالَ یَؤُمُّ الْقَوْمَ اَقْرَءُ ھُمْ لِکِتَابِ اللّٰہِ فَاِنْ کَانُوْا فِی الْقِرَاَۃِ سَوَائً فَاَعْلَمُھُمْ بِالسُّنَّۃِ فَاِنْ کَانُوْا فِی السُّنَّۃِ سَوَائً فَاَکْبَرُھُمْ سِنًّا فَاِنْ کَانُوْا فِی السِّنِّ سَوَائً فَاَقْدَمُھُمْ اِسلَامًا یعنی نبی کریم ﷺ کا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو آگے کھڑا کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ صدیق اکبر تمام صحابہ سے زیادہ علم والے اور بہتر قاری تھے۔ اس لیے کہ صحیح ترین حدیث میں ہے جسکی صحت پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: قوم کی امامت وہ شخص کرے جوان میں قرآن کا سب سے بڑا قاری ہو اور اگر قاری ہونے میں سب برابر ہوں تو پھر وہ شخص امامت کرائے جو سنت کا سب سے بڑا عالم ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو عمر میں سب سے بڑا ہو اور اگر اس میں بھی سب برابر ہوں تو وہ شخص امامت کرائے جو سب سے پہلے مسلمان ہوا ہو۔

علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اشعری رحمۃ اللہ علیہ کا کلام سونے کے پانی سے لکھنے کے قابل ہے۔ اور یہ تمام کی تمام صفات صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ میں موجود ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۵۷)۔ امامت کی شرائط والی حدیث کی شرح میں تمام شارحین نے سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو اعلم لکھا ہے (ملاحظہ ہو شرح نووی علیٰ مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۳۶، اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۸۲، حاشیہ سندھی علیٰ نسائی جلد ۱ صفحہ ۱۲۶، شرح صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ وغیرہ)۔

امامتِ صدیق والی حدیث اور امام بخاری کے اسی مذکورہ باب کی شرح میں علماءِ اہلِ سنت نے لکھا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے۔ حضرت علامہ بدر الدین عینی لکھتے ہیں وَ لَا شَکَّ فِیْ اِجْتِمَاعِ ھٰذَیْنِ الْوَصْفَیْنِ (اَلْاَفْقَہُ وَ الْاَقْرَئُ) فِیْ حَقِّ الصِّدِّیْقِ اَلَا تَریٰ اِلیٰ قَوْلِ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَ کَانَ اَبُوْبَکْرٍ اَعْلَمَنَا وَ مُرَاجَعَۃُ الشَّارِعِ بِاَنَّہٗ ھُوَ الَّذِیْ یُصَلِّیْ، تَدُلُّ عَلیٰ تَرْجِیْحِہٖ عَلیٰ جَمِیْعِ الصَّحَابَۃِ وَ تَفْضِیْلِہٖ (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ تحت حدیثِ امامتِ صدیق)۔

حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خاں نعیمی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جناب صدیق اکبر

تمام صحابہ واہل بیت سے بڑے عالم، بہت ذکی وفہیم اور سب سے زیادہ مزاج شناسِ رسول تھے رضی اللہ عنہ۔ اسی لیے حضورِ انور نے اپنے مصلے پر آپ کو کھڑا کیا۔ امام وہی بنایا جاتا ہے جو سب سے بڑا عالم ہو۔ سارے صحابہ میں آپ سب سے بڑے عالم تھے۔ ہم نے عرض کیا ہے۔ شعر

علم میں فضل میں بے شبہ تم سب سے افضل
اس امامت سے تیرے کھل گئے جوہر صدیق

اس امامت سے کھلا تم ہو امامِ اکبر
تھی یہی رمز نبی، کہتے ہیں حیدر، صدیق

(مراۃ المناجیح شرح مشکوۃ المصابیح جلد ۸ صفحہ ۲۶۰)۔

حضرت علامہ سید محمود احمد رضوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: سیدنا حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں افضل واعلم تھے اسی لیے حضور ﷺ نے امامت کے لیے ان کا انتخاب کیا (فیوض الباری ۲ / ۳۱۵)۔

حضرت علامہ غلام رسول صاحب سعیدی لکھتے ہیں: تمام صحابہ میں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ سب سے زیادہ علم اور فضل والے تھے (نعمۃ الباری جلد ۲ صفحہ ۵۵۵)۔

یہاں ہم ایک غلط فہمی دور کرتے چلیں کہ سیدنا عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ کا جنگ کے دوران خود امامت کرانا الگ چیز ہے جبکہ سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا امامت کے مصلے پر خود کھڑا کرنا دوسری چیز ہے اور یہی آپ کا خاصہ ہے۔

(۳)۔ محبوب کریم ﷺ کے وصال شریف پر صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے جب قرآن شریف کی آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ تلاوت فرمائی تو صحابہ کرام علیہم الرضوان کی حیرانی دور ہوگئی اور سب کو یقین آ گیا کہ حبیبِ کریم ﷺ وصال فرما چکے ہیں۔ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہمیں ایسے لگتا تھا جیسے لوگ اس آیت کا مفہوم آج تک نہیں سمجھ سکے تھے۔ جب لوگ وہاں سے رخصت ہوئے تو ہر ایک کی زبان پر یہی آیت تھی وَاللّٰهِ لَكَاَنَّ النَّاسَ لَمْ يَكُوْنُوْا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَهَا حَتّٰى تَلَاهَا اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ، فَتَلَقَّاهَا مِنْهُ النَّاسُ، فَمَا يُسْمَعُ بَشَرٌ اِلَّا يَتْلُوْهَا (بخاری حدیث رقم: ۱۲۴۱، ۱۲۴۲)۔ آپ کا یہ خطبہ دینا کامل صحو کی دلیل ہے جبکہ آپ کا آیت مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ پڑھ کر تمام صحابہ کو حیران کر دینا اعلمیت کا ثبوت ہے۔ یہاں ہم اہلِ انصاف

کے ضمیر کو جھنجھوڑ کر پوچھنا چاہتے ہیں کہ اگر یہ حدیث سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بارے میں ہوتی تو روافض کیسا حشر برپا کرتے؟

(۴)۔ امام نسائی رحمت اللہ علیہ نے ایک باب باندھا ہے جس کا نام ہے اِمَامَۃُ اَھْلِ الْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ یعنی اہلِ علم اور اہلِ فضل کی امامت کا باب۔ اس باب میں امام نسائی نے صرف ایک ہی حدیث بیان فرمائی ہے، ملاحظہ فرمائیے: لَمَّا قُبِضَ رَسُوْلُ اللہ ﷺ قَالَتِ الْاَنْصَارُ مِنَّا اَمِیْرٌ وَمِنْکُمْ اَمِیْرٌ، فَاَتَاھُمْ عُمَرُ فَقَالَ: اَلَسْتُمْ تَعْلَمُوْنَ اَنَّ رَسُوْلَ اللہ ﷺ قَدْ اَمَرَ اَبَا بَکْرٍ اَنْ یُّصَلِّیَ بِالنَّاسِ؟ فَاَیُّکُمْ تَطِیْبُ نَفْسُہٗ اَنْ یَّتَقَدَّمَ اَبَا بَکْرٍ؟ قَالُوْا نَعُوْذُ بِاللہِ اَنْ نَّتَقَدَّمَ اَبَا بَکْرٍ یعنی جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوا تو انصار نے کہا ایک امیر ہم میں سے اور ایک امیر تم میں سے، اتنے میں ان کے پاس حضرت عمر پہنچ گئے، آپ نے فرمایا: کیا تم لوگ نہیں جانتے کہ رسول اللہ ﷺ نے ابوبکر کو حکم دیا تھا کہ لوگوں کو نماز پڑھائیں؟ تم میں سے کس کا جی چاہتا ہے کہ ابوبکر سے آگے بڑھے؟ سب نے کہا نعوذ باللہ کہ ہم ابوبکر سے آگے بڑھیں (نسائی حدیث رقم: ۷۷۷)۔

امام نسائی کا قائم کردہ عنوان بتا رہا ہے کہ اس حدیث سے امام نسائی نے صدیقِ اکبر کے اعلم اور افضل ہونے پر استدلال کیا ہے۔ یہی امام نسائی رحمۃ اللہ علیہ ہیں جنہوں نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے خصائص پر کتاب الخصائص لکھی ہے۔

(۵)۔ سید المرسلین ﷺ کے وصال شریف کے بعد مرتدین نے جب زکوٰۃ دینے سے انکار کیا تو سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللہِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَیْنَ الصَّلٰوۃِ وَالزَّکٰوۃِ یعنی جس نے نماز اور زکوٰۃ میں فرق سمجھا اللہ کی قسم میں اس کے خلاف جنگ کروں گا۔ باقی صحابہ کرام علیہم الرضوان اس بات کو سمجھ نہ سکے۔ پھر بحث مباحثے کے بعد ان پر واضح ہو گیا کہ صدیقِ اکبر حق پر ہیں۔ لہٰذا سب نے صدیقِ اکبر کی بات کی طرف رجوع فرمایا۔ قَالَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ: فَوَاللہِ مَا ھُوَ اِلَّا اَنْ قَدْ شَرَحَ اللہُ صَدْرَ اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ، فَعَرَفْتُ اَنَّہُ الْحَقُّ (مسلم حدیث رقم: ۱۲۴، بخاری حدیث رقم: ۱۳۹۹، ۱۴۰۰، ۱۴۵۶، ۱۴۵۷، ۶۹۲۵، ۷۲۸۵، ابوداؤد حدیث رقم: ۱۵۵۶، ۱۵۵۷، ترمذی حدیث رقم: ۲۶۰۷، نسائی حدیث رقم: ۲۴۴۳، ۳۰۹۰، ۳۰۹۱، ۳۰۹۲، ۳۰۹۳، ۳۰۹۴، ۳۹۶۹، ۳۹۷۰، ۳۹۷۱، ۳۹۷۳، ۳۹۷۵، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۷۱، ۷۲، ۳۹۲۷، ۳۹۲۸)۔

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اسی طرح حضرت علی اور

جنابِ صدیق کے مابین بھی گفتگو ہوئی۔ آخر الامر سب نے اقرار کیا کہ صدیقِ اکبر کی رائے حق ہے (تصفیہ صفحہ ۱۹)۔ ہم نے یہ حوالہ اسلیے نقل کیا ہے کہ یہ پوری امت کی تحقیق کے عین مطابق ہے۔

اس واقعہ سے علماءِ کرام نے اس بات پر استدلال کیا ہے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ تمام صحابہ سے بڑے عالم ہیں اَبُوْ بَکْرٍ اَعْلَمُ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّھُمْ کُلُّھُمْ وَقَفُوْا اِلیٰ آخِرِہٖ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۷)۔

وَاسْتَدَلَّ الشَّیْخُ اَبُوْ اِسْحَاقَ بِھٰذَا وَغَیْرِہٖ فِیْ طَبْقَاتِہٖ عَلیٰ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ الصِّدِّیْقَ رضی اللہ عنہ اَعْلَمُ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّھُمْ کُلُّھُمْ وَقَفُوْا عَنْ فَھْمِ الْحُکْمِ فِی الْمَسْئَلَۃِ اِلَّا ھُوَ ثُمَّ ظَھَرَ لَھُمْ بِمُبَاحَثَۃٍ لَھُمْ اَنَّ قَوْلَہٗ ھُوَ الصَّوَابُ فَرَجَعُوْا اِلَیْہِ

ترجمہ: شیخ ابو اسحاق رحمۃ اللہ علیہ نے اس حدیث سے اور اس کے علاوہ دوسری احادیث سے اپنی کتاب طبقات میں استدلال کیا ہے کہ ابو بکر صدیق تمام صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے، اس لیے کہ ابو بکر صدیق کے علاوہ تمام صحابہ مسئلہ میں حکم کو سمجھ نہ سکے، پھر آپ کے ساتھ بحث کرنے کے بعد ان پر واضح ہوا کہ ابو بکر صدیق کی بات ہی حق ہے، لہٰذا ان سب نے آپ کے فیصلے کی طرف رجوع کر لیا (تہذیب الاسماء للنووی صفحہ ۷۶۰، تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۴)۔

اگر یہ صورتِ حال صدیقِ اکبر کی بجائے مرتضیٰ کریم کیساتھ پیش آئی ہوتی تو رافضی باقی صحابہ کی توہین کرنے کے لیے اس واقعہ کو بھی دلیل بنا لیتے معاذ اللہ۔

(۶)۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا حبیبِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دفن کے وقت یہ حدیث بیان فرمانا کہ: نبی جہاں فوت ہوتے ہیں وہیں پر دفن ہوتے ہیں (ترمذی حدیث رقم: ۱۰۱۸)، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے اس بارے میں اعلم ہونے کا ثبوت ہیں۔ کسی دوسرے صحابی کو ان باتوں کی خبر نہ تھی۔ یہاں خبرِ واحد کی طرح عدمِ روایت کی بات نہیں ہو رہی بلکہ عدمِ علم کی بات ہو رہی ہے۔ اسی لیے علامہ سیوطی علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ: وَکَانَ مَعَ ذٰلِکَ اَعْلَمَھُمْ بِالسُّنَّۃِ، کَمَا رَجَعَ اِلَیْہِ الصَّحَابَۃُ فِیْ غَیْرِ مَوْضِعٍ یَبْرُزُ عَلَیْھِمْ بِنَقْلِ سُنَنٍ عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم یَحْفَظُھَا ھُوَ وَیَسْتَحْضِرُھَا عِنْدَ الْحَاجَۃِ اِلَیْھَا لَیْسَتْ عِنْدَھُمْ یعنی ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے زیادہ سنت کے عالم تھے، جیسا کہ صحابہ نے ایک سے زیادہ مرتبہ آپکی طرف رجوع کیا اور آپ ضرورت کے وقت نبی

کریم ﷺ کی حدیث لے کر سامنے آئے، جو انہیں حفظ تھی اور دماغ میں حاضر تھی، اور وہ باقی صحابہ کے پاس نہیں تھی (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۵)۔

امام قرطبی رحمۃ اللہ علیہ نے یہ واقعہ بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ: قَالَ الْعَالِمُ الْاَکْبَرُ یعنی انبیاء کے دفن والی حدیث عالمِ اکبر (سب سے بڑے عالم) نے بیان فرمائی (تفسیر قرطبی ۴/۲۲۰)۔ امام قرطبی نے عالمِ اکبر کے الفاظ لکھ کر تفضیلیوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا ہے لیکن ملا آں باشد کہ چپ نہ شود۔

صدیقِ اکبر کی بیان کردہ ان احادیث میں اور عام خبرِ واحد میں یہ فرق ہے کہ خبرِ واحد کو روایت کرنے والا صرف ایک آدمی ہوتا ہے مگر اس سے دوسروں کے علم کی نفی نہیں ہوتی جبکہ صدیق اکبر کی بیان کردہ احادیث کا علم ہی دوسروں کو نہیں تھا۔

(۷)۔ سیدنا ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والے تھے وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ اَعْلَمَنَا (بخاری حدیث رقم: ۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴، مسلم حدیث رقم: ۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ترمذی حدیث رقم: ۳۶۶۰)۔ اس حدیث کی شرح میں بے شمار علماء نے اعلمیتِ صدیق بیان فرمائی ہے (فتح القدیر جلد ۱ صفحہ ۳۵۸، البحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۶۰۷، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۵، اشعۃ اللمعات جلد ۱ صفحہ ۵۱۴، مرقاۃ جلد ۳ صفحہ ۸۲، قوت المغتذی علیٰ جامع الترمذی جلد ۱ صفحہ ۵۵، حاشیہ ابن ماجہ صفحہ ۶۹ وغیرہ)۔

مثلاً علامہ بدرالدین عینی رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ملاحظہ کیجیے: علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ امامت کا حقدار سب سے بڑا فقیہ ہوتا ہے یا سب سے بڑا قاری ہوتا ہے۔ امام ابوحنیفہ، مالک اور جمہور کہتے ہیں کہ سب سے بڑا فقیہ امامت کا حق دار ہے۔ امام ابویوسف، احمد، اسحاق، ابن سیرین اور بعض شوافع فرماتے ہیں کہ سب سے بڑا قاری امامت کا حق دار ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ دونوں وصف ابوبکر صدیق میں جمع ہیں، کیا تم ابوسعید خدری کا قول نہیں دیکھتے کہ ابوبکر ہم سب سے زیادہ علم والا تھا؟ وَلَا شَکَّ فِیْ اِجْتِمَاعِ هٰذَیْنِ الْوَصْفَیْنِ فِیْ حَقِّ الصِّدِّیْقِ اَلَا تَرٰی اِلٰی قَوْلِ اَبِیْ سَعِیْدٍ وَکَانَ اَبُوْ بَکْرٍ اَعْلَمَنَا (عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۲۰۵، جلد ۸ صفحہ ۳۳۲ مکتبہ شاملہ)۔

اور اگر اس حدیث سے مراد محبوب کریم ﷺ کے مزاجِ گرامی سے آگاہی لی جائے تو

بلاشبہ حضور کریم ﷺ کے مزاج کو سمجھنا تمام علوم پر بھاری ہے۔

(۸)۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خوابوں کی تعبیر کا علم سب سے زیادہ رکھتے تھے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ مجھے حکم ہوا ہے کہ میں ابو بکر سے کہوں کہ لوگوں کو ان کے خوابوں کی تعبیریں بتایا کرو (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۹)۔ امام محمد بن سیرین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کے بعد اس امت میں سب سے زیادہ خوابوں کی تعبیر کا عالم ابوبکر ہے وَقَالَ مُحَمَّدُ بْنُ سِيْرِيْنَ رَحْمَةُ اللّٰہِ عَلَيْهِ كَانَ اَعْبَرَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ بَعْدَ نَبِيِّهَا اَبُوْ بَكْرٍ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۸۳، صواعق محرقہ صفحہ ۳۴، الریاض النضرۃ ۱/ ۵۹)۔ خوابوں کی تعبیر کا علم نہ صرف علم ہے بلکہ خاص روحانی علم ہے اور اس علم میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پوری امت سے آگے ہیں۔

(۹)۔ آپ رضی اللہ عنہ علم الانساب میں بھی سب سے زیادہ ماہر تھے اَعْلَمُ النَّاسِ بِاَنْسَابِ الْعَرَبِ (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۶)۔

(۱۰)۔ آپ اس امت میں سب سے پہلے خطیب ہیں: عَنْ اَبِی الدَّرْدَاءِ رضی اللہ عنہ قَالَ: خَطَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ خُطْبَةً خَفِيْفَةً، فَلَمَّا فَرَغَ مِنْ خُطْبَتِهٖ قَالَ: يَا اَبَا بَكْرٍ قُمْ فَاخْطُبْ فَقَامَ اَبُوْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ فَخَطَبَ فَقَصَرَ دُوْنَ النَّبِيِّ ﷺ فَلَمَّا فَرَغَ اَبُوْ بَكْرٍ مِنْ خُطْبَتِهٖ قَالَ: يَا عُمَرُ قُمْ فَاخْطُبْ فَقَامَ عُمَرُ رضی اللہ عنہ فَخَطَبَ فَقَصَرَ دُوْنَ النَّبِيِّ ﷺ وَ دُوْنَ اَبِىْ بَكْرٍ رضی اللہ عنہ [مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۵۵۶]۔ وقال صحیح الاسناد، قال الذهبی منقطع، وَنَقَلَ السُّيُوْطِیْ عَلَيْهِ الرَّحْمَةُ عَنِ ابْنِ عَسَاكِرٍ اَنَّ اَبَا بَكْرٍ رضی اللہ عنہ كَانَ اَوَّلَ خَطِيْبٍ دَعَا اِلَى اللّٰہِ وَرَسُوْلِهٖ (تاریخ الخلفاء صفحة ۳۳)۔

ترجمہ: حضرت ابو درداء رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مختصر سا خطبہ ارشاد فرمایا، پھر جب اپنے خطبے سے فارغ ہوئے تو فرمایا: اے ابوبکر کھڑے ہو جاؤ اور خطاب کرو، ابوبکر کھڑے ہو گئے اور خطاب فرمایا اور نبی کریم ﷺ سے مختصر خطاب کیا، پھر جب ابوبکر اپنے خطاب سے فارغ ہوئے تو آپ ﷺ نے فرمایا اے عمر کھڑے ہو جاؤ اور خطاب کرو، عمر کھڑے ہو گئے اور انہوں نے بھی خطاب فرمایا اور نبی کریم ﷺ اور ابوبکر سے مختصر خطاب کیا۔ علامہ سیوطی نے ابنِ عساکر سے نقل کیا ہے کہ ابوبکر سب سے پہلے خطیب تھے جنہوں نے اللہ اور اس کے رسول کی طرف دعوت دی۔

(۱۱)۔ ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ: مَا فَضَلَ اَبُوْ بَکْرٍ بِکَثْرَۃِ صِیَامٍ وَلَا صَلٰوۃٍ وَلٰکِنْ بِالسِّرِّ الَّذِیْ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ۔ گویا علم الاسرار میں بھی صدیق آ گے ہیں۔

یہاں سے کوئی جاہل یہ نہ سمجھ لے کہ ہم باقی صحابہ کے علم الاسرار کی نفی کر رہے ہیں۔ یہاں ہم بات علم کی نہیں بلکہ اعلمیت اور سبقت کی کر رہے ہیں۔

حضرت قاضی ابوبکر باقلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ساری امت میں سب سے افضل تھے، ایمان میں سب سے بڑھ کر تھے، فہم میں سب سے کامل تھے اور سب سے وافر علم رکھتے تھے۔ کَانَ ﷺ اَفْضَلَ الْاُمَّۃِ وَ اَرْجَحَھُمْ اِیْمَاناً وَ اَکْمَلَھُمْ فَھْماً وَ اَوْفَرَھُمْ عِلْماً وَ اَکْثَرَھُمْ حِلْماً وَ بِہٖ نَطَقَ قَوْلُہٗ ﷺ: لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ اَھْلِ الْاَرْضِ لَرَجَحَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ عَلٰی اِیْمَانِ اَھْلِ الْاَرْضِ (الانصاف للباقلانی صفحہ ۶۵)۔

علامہ ابن حجر مکی رحمۃ اللہ علیہ کا فیصلہ سنیے، آپ فرماتے ہیں: ھُوَ اَعْلَمُ الصَّحَابَۃِ عَلَی الْاِطْلَاقِ لِلْاَدِلَّۃِ الْوَاضِحَۃِ عَلٰی ذٰلِکَ یعنی صدیقِ اکبر تمام صحابہ میں علی الاطلاق زیادہ علم رکھتے ہیں اور اسکا ثبوت وہ واضح دلائل ہیں جو اس موضوع پر وارد ہیں (الصواعق المحرقہ صفحہ ۳۳)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں: جب حضرت ابوبکر کی مدتِ حیات اور اس وقت کے موانعِ روایات کا موازنہ دوسرے صحابہ کے زمانۂ حیات اور موانع روایات سے کرتا ہوں تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابوبکر کا علم دوسرے صحابہ کے علم سے کہیں زیادہ تھا اور اسی پر فتاویٰ کو قیاس کرنا چاہیے۔ اور ایسا ہی حال حضرت عمر ابن خطاب کا بھی ہے (فتاویٰ عزیزی صفحہ ۳۷۷)۔

اعلمیتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ پر اجماع

شارح بخاری حضرت ابن بطال رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: فِیْہِ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ اَعْلَمُ الصَّحَابَۃِ لِاَنَّ اَبَا سَعِیْدٍ شَھِدَ لَہٗ بِذٰلِکَ بِحَضْرَۃِ جَمَاعَتِھِمْ وَلَمْ یُنْکِرْ ذٰلِکَ عَلَیْہِ اَحَدٌ یعنی اس حدیث میں اس بات کا ثبوت موجود ہے کہ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں سب سے بڑے عالم تھے، اس لیے کہ حضرت ابوسعید رضی اللہ عنہ نے صحابہ کی جماعت کے سامنے آپ کے حق میں اس بات

کی گواہی دی اور صحابہ میں سے کسی ایک نے بھی اس کا انکار نہ کیا (ابن بطال جلد ۲ صفحہ ۱۱۵)۔

شارح بخاری ابنِ رجب رحمۃ اللہ علیہ اَھْلُ الْعِلْمِ وَ الْفَضْلِ اَحَقُّ بِالْاِمَامَۃِ کے تحت لکھتے ہیں: وَ اِنَّمَا قَدَّمَهٗ لِعِلْمِهٖ وَ فَضْلِهٖ ، وَ اَمَّا فَضْلُهٗ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَۃِ فَھُوَ مِمَّا اجْتَمَعَ عَلَیْهِ اَھْلُ السُّنَّۃِ وَ الْجَمَاعَۃِ ، وَ اَمَّا عِلْمُهٗ فَکَذٰلِکَ ، وَ قَدْ حَکَی اَبُوْ بَکْرِ بْنِ السَّمْعَانِی وَ غَیْرُهٗ اِجْمَاعَ اَھْلِ السُّنَّۃِ عَلَیْهِ اَیْضاً یعنی نبی کریم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان کے علم اور فضل کی وجہ سے آگے بڑھایا تھا، آپ کی تمام صحابہ پر افضلیت پر تمام اہل سنت و جماعت کا اجماع ہے، اور اعلمیت پر بھی اسی طرح اجماع ہے، ابوبکر سمعانی وغیرہ نے اہل سنت کا اس پر بھی اجماع بیان کیا ہے (فتح الباری شرح البخاری لابن رجب جلد ۴ صفحہ ۱۱۷)۔

تفضیلیہ کے ممدوح ابنِ تیمیہ نے بھی اس موضوع پر اجماع نقل کیا ہے، لکھتے ہیں: قَدْ نَقَلَ غَیْرُ وَاحِدٍ الْاِجْمَاعَ عَلٰی اَنَّ اَبَابَکْرٍ اَعْلَمُ مِنْ عَلِیٍّ ، مِنْھُمُ الْاِمَامُ مَنْصُوْرُ بْنُ عَبْدِ الْجَبَّارِ السَّمْعَانِیُّ الْمَرْوَزِیُّ اَحَدُ اَئِمَّۃِ الشَّافِعِیَّۃِ وَ ذَکَرَ فِیْ کِتَابِهٖ تَقْوِیْمِ الْاَدِلَّۃِ الْاِجْمَاعَ مِنْ عُلَمَآءِ السُّنَّۃِ اَنَّ اَبَابَکْرٍ اَعْلَمُ مِنْ عَلِیٍّ (منہاج السنۃ جلد ۴ صفحہ ۱۳۵)۔

واضح ہو گیا کہ اعلم ہونا صدیق اکبر کا خاصہ ہے اور اگر خاصہ کا انکار گستاخی ہے تو پھر اعلمیتِ صدیق کا انکار اصل گستاخی ہوا۔

(۱۲)۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بعد سب سے زیادہ علم سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے پاس تھا۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: لَوْ وُضِعَ عِلْمُ عُمَرَ فِیْ کَفَّۃِ مِیْزَانٍ وَ عِلْمُ النَّاسِ فِیْ کَفَّۃٍ لَرَجَحَ عِلْمُ عُمَرَ یعنی اگر عمر کا علم ترازو کے ایک پلڑے میں رکھا جائے اور تمام لوگوں کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو عمر کا علم بھاری ہے (مستدرک حدیث رقم: ۴۵۵۳)۔ یہ الفاظ اگر مولا علی کے بارے میں فرمائے گئے ہوتے تو تفضیلی اور روافض قیامت برپا کر دیتے۔

حاکم نے اسے صحیح قرار دیا ہے اور ذہبی نے بھی اس کی تصدیق کر دی ہے۔ سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ بات فاروقی دور اور اسکے بعد کے لحاظ سے فرمائی ہے۔ اس کی تائید ایک اور روایت سے اس طرح ہو رہی ہے کہ سیدنا ابنِ مسعود نے فرمایا: لَقَدْ کَانُوْا یَرَوْنَ اَنَّهٗ ذَھَبَ بِتِسْعَۃِ اَعْشَارِ الْعِلْمِ وَ لَمَجْلِسٌ کُنْتُ اَجْلِسُهٗ مَعَ عُمَرَ اَوْثَقُ فِیْ نَفْسِیْ مِنْ عَمَلِ سَنَۃٍ یعنی صحابہ کرام کی تحقیق یہ تھی کہ عمر علم کے دس حصوں میں سے نو حصے اپنے ساتھ لے گئے، اور عمر کی مجلس

میں ایک گھڑی بیٹھنا مجھے ایک سال کے عمل سے زیادہ پسند تھا (الاستیعاب صفحہ ۵۵۴)۔ اِسنَادُہٗ صَحِیۡحٌ

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ نے قرآن جمع فرمایا (بخاری حدیث نمبر: ۳۵۰۶)۔ آپ رضی اللہ عنہ کثرت سے تلاوتِ قرآنِ مجید فرماتے تھے حتیٰ کہ آپ رضی اللہ عنہ کی شہادت بھی قرآن پڑھتے پڑھتے ہوئی۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں: اجماع سے ثابت ہے کہ حضرت عثمان غنی قرآن شریف کے ترتیب دینے میں اور کثرتِ قرأت میں حضرت علی سے افضل ہیں۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ فتویٰ اور اجتہاد اور احادیث کی روایت میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے افضل ہیں (فتاویٰ عزیزی اردو صفحہ ۳۸۱)۔

سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ تمام صحابہ میں مناسکِ حج کے سب سے بڑے عالم تھے اور ان کے بعد ابنِ عمر رضی اللہ عنہما (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۱۶)۔

واضح رہے کہ سیدنا عثمانِ غنی کی سیدنا مرتضیٰ کریم پر اعلمیت متفق علیہ نہیں، جبکہ شیخین کی اعلمیت متفق علیہ ہے رضی اللہ عنہم۔

تمام صحابہ علم کے دروازے ہیں

اب اس عنوان کے تحت ہم جتنے دلائل پیش کریں گے ان کا تعلق اعلمیت سے نہیں بلکہ اس بات سے ہے کہ تمام صحابہ علم کے دروازے ہیں۔

خود مولا علی رضی اللہ عنہ نے صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے اور بعض دیگر صحابہ سے دین روایت فرمایا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث شریف کے الفاظ اس طرح ہیں کہ عَنۡ عَلِیٍّ رضی اللہ عنہ قَالَ حَدَّثَنِیۡ اَبُوۡ بَکۡرٍ وَّ صَدَقَ اَبُوۡ بَکۡرٍ قَالَ: سَمِعۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ ﷺ یَقُوۡلُ اِلٰی آخِرِہٖ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ مجھے ابوبکر نے حدیث بتائی اور ابوبکر نے سچ فرمایا۔ فرمایا کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے ہوئے سنا جب کوئی آدمی گناہ کر بیٹھتا ہے پھر کھڑا ہو کر وضو کرتا ہے پھر نماز پڑھتا ہے پھر اللہ سے بخشش مانگتا ہے۔ تو اللہ اسے بخش دیتا ہے۔ پھر آپ نے یہ آیت پڑھی اَلَّذِیۡنَ اِذَا فَعَلُوۡا فَاحِشَۃً الآیۃ (ترمذی حدیث رقم: ۴۰۶، ابوداؤد حدیث رقم: ۱۵۲۱، ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۳۹۵)۔

اب بتائیے، باب العلم کے حصر والی بات کہاں گئی؟ یہاں تو صدیقِ اکبر صرف باب العلم ہی نہیں بلکہ بَابُ لِلۡبَاب بن چکے ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے صحابہ کو علم کی مختلف انواع سے نوازا ہے۔ گلستانِ مصطفی کے ہر پھول کی الگ رنگت اور الگ خوشبو ہے۔ چنانچہ مطلق اعلم ہونے اور حضور کریم ﷺ کا مزاج سمجھنے میں صدیق اکبر سب سے بڑھ کر تھے۔ کَانَ اَبُوْ بَکْرٍ اَعْلَمَنَا (بخاری حدیث رقم:۴۶۶، ۳۶۵۴، ۳۹۰۴، مسلم حدیث رقم:۶۱۷۰، ۶۱۷۱، ترمذی حدیث رقم:۳۶۶۰)۔ آپ علم الاسرار میں سب سے آگے تھے اَلَّذِیْ وُقِرَ فِیْ قَلْبِہٖ۔

محبوب کریم ﷺ کی امت میں محدَّث سیدنا عمر فاروق ہیں (مسلم حدیث رقم:۶۲۰۴، بخاری حدیث رقم:۳۴۶۹، ۳۶۸۹، ترمذی حدیث رقم:۳۶۹۳)۔ اور عمر کی زبان پر حق بولتا ہے (ترمذی حدیث رقم:۳۶۸۲، مستدرک حاکم حدیث رقم:۴۵۵۷)۔

حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے ایک وعدہ لیا تھا، میں اس پر صابر ہوں (ترمذی حدیث رقم:۳۷۱۱)۔

ایک مرتبہ سید المرسلین ﷺ نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ساتھ سرگوشی فرمائی، صحابہ نے عرض کیا یارسول اللہ آپ نے اپنے چچازاد بھائی سے طویل سرگوشی فرمائی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس سے سرگوشی نہیں کی بلکہ اللہ نے اس سے سرگوشی فرمائی ہے (ترمذی حدیث رقم۳۷۲۶)۔ اَلْحَدِیْثُ حَسَنٌ

سیدنا ابو ہریرۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضور ﷺ سے دو علم سیکھے۔ ایک وہ ہے جسے میں بیان کرتا ہوں اور ایک وہ ہے کہ اگر میں بیان کروں تو لوگ میری گردن کاٹ دیں اَمَّا الْاٰخَرُ لَوْ بَثَثْتُہٗ لَقُطِعَ ھٰذَا الْبُلْعُوْمُ (بخاری حدیث رقم:۱۲۰)۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کا لقب ہے: صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ یعنی رسول اللہ ﷺ کے ہمراز، جس راز کو ان کے علاوہ کوئی نہیں جانتا (بخاری حدیث رقم:۳۷۶۱، مستدرک حاکم حدیث رقم:۵۴۶۳)۔

ذرا چشمِ تصور سے غور فرمائیے۔ یہ الفاظ اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمائے گئے ہوتے تو یار لوگوں کی طرف سے باطن کے نام پر حشر برپا کر دیا جاتا۔ اگرچہ ہر صحابی صاحبِ سر ہے اور خود سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم بھی صاحبِ اسرار ہیں لیکن یہاں اَلَّذِیْ لَا یَعْلَمُہٗ غَیْرُہٗ کی قید موجود ہے اور ہم ثابت صرف یہ کرنا چاہتے ہیں کہ ہر صحابی شہرِ علم کا دروازہ ہے۔

پچھلی پانچ احادیث کا تعلق علم الاسرار سے ہے اور مختلف صحابہ کو علم الاسرار کا ملنا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ تمام صحابہ علم الاسرار کے دروازے ہیں۔

قرآن کی جو تفسیر ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ کر دیں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس پر راضی ہیں (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۵۴۷۴)۔ اَلْحَدِیْثُ صَحِیْحٌ وَ افقَهُ الذَّھبِی

سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ خود فرماتے ہیں کہ اس ذات کی قسم جسکے سواء کوئی معبود نہیں قرآن کی کوئی ایسی سورت نہیں جسکے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کہاں نازل ہوئی اور کوئی ایسی آیت نہیں جسکے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ کس مقصد کیلیے نازل ہوئی اور اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ فلاں شخص قرآن کے بارے میں مجھ سے زیادہ علم رکھتا ہے، اگر میرا اونٹ اس تک پہنچ سکتا ہو تو میں اپنا اونٹ اس کی طرف ضرور دوڑا دوں (بخاری حدیث رقم: ۵۰۰۲، مسلم حدیث رقم: ۶۳۳۳)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: سَلُوْنِیْ سَلُوْنِیْ، وَ سَلُوْنِیْ عَنْ کِتَابِ اللّٰہِ فَوَ اللّٰہِ مَا مِنْ آیَۃٍ اِلَّا وَ اَنَا اَعْلَمُ اُنْزِلَتْ بِلَیْلٍ اَوْ بِنَھَارٍ یعنی مجھ سے پوچھلو مجھ سے پوچھلو، مجھ سے کتاب اللہ کے بارے میں پوچھلو، اللہ کی قسم کوئی ایسی آیت نہیں جس کے بارے میں مجھے علم نہ ہو کہ رات کو اتری یا دن کو (الاصابہ جلد ۲ صفحہ ۱۲۹۶، الاستیعاب صفحہ ۵۳۴)۔

سیدنا ابنِ مسعود اور سیدنا مرتضیٰ کریم رضی اللہ عنہما دونوں کے الفاظ پر دوبارہ غور کیجیے، پہلا فرق یہ دیکھیے کہ دونوں کے اقوال کون کون سی کتابوں میں ہیں۔ دوسرا فرق یہ دیکھیے کہ سیدنا ابنِ مسعود اپنے سے زیادہ علم والے کو نہیں جانتے۔ جبکہ مولائے مرتضیٰ نے اپنے سے اعلم کی نفی نہیں فرمائی۔ تیسرا فرق یہ دیکھیے کہ سیدنا ابنِ مسعود نے سَلُوْنِیْ یعنی مجھ سے پوچھلو کا اعلان نہیں فرمایا جبکہ مرتضیٰ کریم نے یہ اعلان فرمایا ہے۔ اس اعلان کی وجہ سمجھنا نہایت آسان اور دلچسپ ہے۔ دراصل آپ نے یہ اعلان مکہ شریف اور مدینہ منورہ میں بیٹھ کر نہیں فرمایا بلکہ کوفہ میں بیٹھ کر فرمایا ہے۔ حرمین سے دوری کی وجہ سے وہاں کے لوگوں کو اس قسم کے اعلان کی سخت ضرورت تھی۔ آپ نے اپنا دار الخلافۃ کوفہ میں منتقل فرما لیا تھا اور آپ کے اس اعلان کو روایت کرنے والے صحابی حضرت ابو طفیل بھی کوفہ کے رہنے والے ہیں۔

نیز فرمایا چار آدمیوں سے قرآن سیکھو، عبد اللہ بن مسعود، معاذ بن جبل، ابی بن کعب اور سالم رضی اللہ عنہم (بخاری حدیث رقم: ۳۷۵۸، مسلم حدیث رقم: ۶۳۳۴)۔ فرمایئے جن

سے قرآن سیکھا جائے وہ علم کے دروازے ہوئے کہ نہیں؟

نبی کریم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو حافظہ عطا فرمایا (بخاری حدیث رقم: ۱۱۸، ۱۱۹، ۲۰۴۷، ۲۳۵۰)۔ اور اسی لیے وہ سب سے زیادہ احادیث کے راوی ہیں۔

نبی کریم ﷺ نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ کو دعا دی کہ اَللّٰھُمَّ عَلِّمْهُ الْكِتَابَ وَ الْحِكْمَةَ یعنی اے اللہ اسے کتاب اور حکمت سکھا (بخاری حدیث رقم: ۷۵، ۳۷۵۶، ۷۲۷۰) حکمت علم الاسرار ہی کا نام ہے۔ نیز فرمایا اَللّٰھُمَّ فَقِّهْهُ فِي الدِّيْنِ اے اللہ اسے دین کی فقہ عطا کر (بخاری حدیث رقم: ۷۵، مسلم حدیث رقم: ۶۳۶۸)۔

اسی لیے ابن عباس رضی اللہ عنہ کو افقہ الناس کہا جاتا ہے یعنی تمام لوگوں سے بڑے فقیہ۔ نیز فرمایا: نِعْمَ تُرْجَمَانُ الْقُرْآنِ ابْنُ عَبَّاس یعنی ابن عباس بہترین ترجمان القرآن ہے (مستدرک حدیث رقم: ۶۴۰۱)۔ وَ قَالَ صَحِیْحٌ وَ وَافَقَهُ الذَّهَبِي

اہلِ علم و ذوق کی توجہ کیلیے ہم عرض کرتے ہیں کہ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ نے تُرْجَمَانُ الْقُرْآن اور حِبْرُ الْاُمَّةِ قرار دیا ہے اور انہیں کتاب و حکمت ملنے کی دعا دی ہے۔ مسلم کی حدیث میں دین کی فقہ عطا ہونے کی دعا دی ہے۔ اس لیے انہیں اَفْقَهُ النَّاسِ کہا جاتا ہے۔ ان القاب میں سے کوئی ایک لقب بھی اگر مولا علی رضی اللہ عنہ کو مل جاتا تو روافض نے جو آج کل ماحول پیدا کر رکھا ہے، ایسے ماحول میں روافض اور تفضیلی بھنگڑا ڈالنے لگ جاتے۔

بعض رافضی کہتے ہیں کہ ابنِ عباس چونکہ مولا علی کے شاگرد تھے لٰہذا یہ سب کچھ انہیں مولا علی سے ملا۔ اس کا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابنِ عباس نے مذکورہ بالا تمام کمالات محبوب کریم ﷺ سے براہِ راست حاصل کیے ہیں جیسا کہ ان احادیث کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ اور سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے استفادہ انہوں نے بعد میں فرمایا ہے۔

ایک حدیث میں مختلف صحابہ کرام علیہم الرضوان کی مختلف علوم و فنون پر مہارت کا نہایت خوبصورت تذکرہ موجود ہے۔ فرمایا: اَرْحَمُ اُمَّتِيْ بِاُمَّتِيْ اَبُوْ بَكْرٍ، وَ اَشَدُّهُمْ فِيْ اَمْرِ اللهِ عُمَرُ، وَ اَصْدَقُهُمْ حَيَاءً عُثْمَانُ، وَ اَقْرَؤُهُمْ لِكِتَابِ اللهِ اُبَيُّ بْنُ كَعْبٍ، وَ اَفْرَضُهُمْ زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ، وَ اَعْلَمُهُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ، اَلَا وَ اِنَّ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَمِيْنًا وَ اِنَّ اَمِيْنَ هٰذِهِ الْاُمَّةِ اَبُوْ عُبَيْدَةَ بْنُ الْجَرَّاحِ (ترمذی حدیث رقم: ۳۷۹۱، ابن ماجۃ حدیث رقم: ۱۵۴، ۱۵۵)۔

وَقَالَ التِّرْمِذِیُ حَسَنٌ صَحِیْحٌ

ترجمہ: میری امت میں سے اس پر سب سے زیادہ مہربان ابوبکر ہے، اللہ کے معاملے میں سب سے زیادہ سخت عمر ہے، سب سے زیادہ حیاء والا عثمان ہے، سب سے بڑا قاری ابی بن کعب ہے، سب سے زیادہ میراث کا ماہر زید بن ثابت ہے، حلال اور حرام کا سب سے بڑا عالم معاذ بن جبل ہے، خبردار ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابوعبیدہ ابن جراح ہے۔

اس حدیث میں حضرت معاذ بن جبل کو اَعْلَمُ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ فرمایا گیا ہے ایک اور حدیث میں ہے کہ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ یَجِیْئُ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ اَمَامَ الْعُلَمَآئِ یعنی معاذ بن جبل قیامت کے دن علماء کے آگے آگے آئیں گے (الاستیعاب صفحہ ۶۷۲، صواعق محرقہ صفحہ ۷۹)۔ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کے علم کی صورتِ حال اچھی خاصی دلچسپ ہے حتیٰ کہ ہمارے مخاطبین کے پسندیدہ عالم ابن تیمیہ کو غلط فہمی ہوگئی کہ حضرت معاذ کا علم مولا علی کے علم سے زیادہ ہے۔ چنانچہ ابن تیمیہ لکھتے ہیں قَوْلُہُ اَعْلَمُھُمْ بِالْحَلَالِ وَ الْحَرَامِ مَعَاذُ بْنُ جَبَلٍ اَقْرَبُ اِلَی الصِّحَۃِ بِاتِّفَاقِ عُلَمَآئِ اَھْلِ الْحَدِیْثِ مِنْ قَوْلِہٖ اَقْضَاکُمْ عَلِیٌّ (اِلیٰ اَنْ قَالَ) عُلِمَ اَنَّ الْمُحْتَجَّ بِذٰلِکَ عَلیٰ اَنَّ عَلِیًّا اَعْلَمُ مِنْ مَعَاذِبْنِ جَبَلٍ جَاھِلٌ (فتاویٰ ابن تیمیہ جلد ۴ صفحہ ۴۱۰)۔

ابن تیمیہ کا یہ فتویٰ ہم نے مداحین ابن تیمیہ کو تصویر کا دوسرا انتہائی رخ دکھانے کے لیے الزاماً لکھ دیا ہے ورنہ ہم بذاتِ خود ابن تیمیہ کی اس تحقیق سے ہرگز متفق نہیں ہیں۔ ہماری اس وضاحت کو پڑھ کر بھی اگر کوئی شخص ہمیں ابنِ تیمیہ کا ہم خیال سمجھتا ہے تو اس کے بدگمان بلکہ بدنصیب ہونے میں کیا شک رہا۔

اب مکمل صورتِ حال واضح ہوجانے کے بعد حدیث مدینۃ العلم کا مفہوم سمجھنا نہایت آسان ہے یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہے۔ اس حدیث کی شرح میں حضرت شیخ محقق عبدالحق محدث دہلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا علم دوسرے صحابہ کے ذریعے بھی ہم تک پہنچا ہے اور یہ علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا خاصہ نہیں بلکہ یہ خصوصیت ایک خاص جہت کے لحاظ سے ہے جو بہت وسیع، مفتوح تر اور عظیم تر ہے مثلاً حدیث شریف میں آیا ہے کہ تم میں سب سے اچھے قاضی علی ہیں۔ اس حدیث کو ابوالصلت ہروی نے روایت کیا ہے جو شیعہ ہے لیکن صدوق ہے اور تعظیم

صحابہ میں کمی نہیں کرتاشل نیست کہ علم آنحضرت از جناب صحابہ دیگر نیز آمدہ و مخصوص بمرتضی نیست الخ (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۷)۔

شیخ محقق علیہ الرحمۃ تمام صحابہ کو باب العلم قرار دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ مولا علی کا خاصہ نہیں ہے رضی اللہ عنہم۔ اور مولا علی کی بابیت اور آپ کے عظیم تر علم کا تعلق اقضیٰ ہونے سے بتا رہے ہیں۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ عَلِیٌّ بَابٌ مِنْ اَبْوَابِھَا یعنی اس شہر کے دروازوں میں سے علی بھی ایک دروازہ ہیں۔ آگے فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ علم کے دروازے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ۔ البتہ مراتب کا فرق ضرور ہے۔ چنانچہ تابعین نے مولا علی کے علاوہ بے شمار صحابہ سے قرأت، تفسیر، حدیث اور فقہ کے مختلف الانواع علوم حاصل کیے ہیں لہٰذا مولا علی کے علم کا دروازہ ہونے کی تخصیص باقی نہ رہی فَعُلِمَ عَدَمُ انْحِصَارِ الْبَابِیَۃِ فِیْ حَقِّہٖ (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۵)۔ پھر فرماتے ہیں کہ دار الجنۃ سے دار الحکمۃ بڑا ہے۔ جب دار الجنۃ کے آٹھ دروازے ہیں تو دار الحکمۃ کے دروازے اس سے زیادہ کیوں نہ ہوں (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۶)۔

آپ نے پڑھا کہ حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے حدیث فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ کو نقل کر کے اس پر اعتماد فرمایا ہے۔ اگرچہ اس حدیث کی سند قابل اعتماد نہیں لیکن علماء کے تمام صحابہ کو عدول کہنے، سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کے اثر مَنْ کَانَ مُسْتَنًّا، مَا اَنَا عَلَیْہِ وَ اَصْحَابِی، حدیث اَلنُّجُوْمُ اَمَنَۃٌ لِلسَّمَآءِ (مسلم حدیث نمبر ۶۴۶۶)۔ اور قرآن کی آیت اِنْ آمَنُوْا بِمِثْلِ مَا اٰمَنْتُمْ بِہٖ فَقَدِ اھْتَدَوْا سے اس کی تائید ہو رہی ہے لہٰذا علماء نے اس کے مفہوم پر اعتماد کیا ہے اور ہم نے بھی اس کتاب میں اسی وجہ سے اسے نقل کیا ہے۔ امام اہل سنت قدس سرہ امام شعرانی رحمت اللہ علیہ کے حوالے سے فرماتے ہیں کہ: اہلِ کشف کے نزدیک یہ حدیث صحیح ہے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۴۵۹)۔ آپ فرماتے ہیں:

اہل سنت کا ہے بیڑا پار اصحاب رسول
نجم ہیں اور ناؤ ہے عترت رسول اللہ کی

محدثِ کبیر اور صوفی جلیل امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَقْضَاکُمْ

عَلِیٌّ لَا یَقْتَضِیْ اَنَّہٗ اَقْضٰی مِنْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ یعنی اقضاکم علی کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ ﷛ ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما سے بڑے قاضی ہوں (فتاویٰ نوویہ، مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۱)۔

ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے اَقْضَاھُمْ عَلِیٌّ کے تحت فرمایا ہے کہ مَعْنَاہُ اَعْلَمُ بِاَحْکَامِ الْخُصُوْمَۃِ الْمُحْتَاجَۃِ اِلَی الْقَضَاءِ... وَ لَا یَلْزَمُ مِنْ کَوْنِ وَاحِدٍ اَقْضٰی اَنْ یَّکُوْنَ اَعْلَمَ مِنْ غَیْرِہٖ یعنی سب سے بڑا قاضی ہونے کا مطلب یہ ہے کہ آپ ﷛ ان احکامِ خصومت کو زیادہ جانتے تھے جن کی ضرورت عدالتی معاملات میں پڑتی ہے۔ کسی کے سب سے بڑا قاضی ہونے سے اس کا دوسروں سے بڑا عالم ہونا لازم نہیں آتا (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۶۱)۔

عظیم چشتی بزرگ حضرت میر سید عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ تمام صحابہ کرام اس شہر کے دروازے ہیں اس لیے کہ دین کے تمام علوم امت کے جملہ علماء کو انہی دروازوں سے پہنچے ہیں (سبع سنابل صفحہ ۷۳)۔

حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں: باب العلم ہونے کا وصف بلکہ اس سے بھی زیادہ دیگر صحابہ میں بھی ثابت ہے آں شرطیا زیادہ ازاں شرط در دیگراں ہم بروایتِ اہلِ سنت ثابت شدہ باشد (تحفہ اثنا عشریہ صفحہ ۲۱۲)۔

بتایئے ان بزرگوں پر کیا فتویٰ ہے؟ اور ناقل کا کیا قصور ہے؟

واضح رہے کہ حدیث مدینۃ العلم کو حاکم نے صحیح لکھا ہے جب کہ یحییٰ بن معین، ذہبی، ابن تیمیہ، ابنِ جوزی، ابنِ کثیر اور کئی دوسرے محدثین نے اسے سراسر موضوع اور من گھڑت قرار دیا ہے، امام بخاری نے اسے منکر لکھا ہے، امام ترمذی نے بھی منکر غریب لکھا ہے، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی نے مطعون لکھا ہے۔ تفضیلیہ سے پوچھنا یہ ہے کہ ان محدثین پر آپ کا کیا فتویٰ ہے؟ لیکن علامہ جلال الدین سیوطی اور حضرت ملا علی قاری علیہما الرحمہ نے اس حدیث کو حسن قرار دیا ہے (تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۳۳، مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۶)۔ ہم نے اس حدیث کے حسن ہونے کا قول سب سے آخر میں نقل کیا ہے اور لیکن کے ذریعے استدراک قائم کرنے کے بعد لکھا ہے تا کہ واضح ہو جائے کہ یہی ہمارا مختار ہے۔

لیکن مولا علی مشکل کشا کرم اللہ وجہہ الکریم کے باب العلم ہونے کے ساتھ ساتھ باقی صحابہ کو بھی ابواب العلم ماننا ضروری ہے۔ اگر صرف سیدنا علی المرتضیٰ ﷛ ہی علم کے شہر کا دروازہ

ہوں تو آپ رضی اللہ عنہ کے علاوہ کسی دوسرے صحابی کو کوئی حدیث روایت کرنے کا حق حاصل نہ رہے گا، جب کہ صورتِ حال اس سے بالکل مختلف ہے اور بے شمار صحابہ وصحابیات علیہم الرضوان نے محبوب کریم ﷺ سے کثرت سے احادیث روایت فرمائی ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیبِ کریم ﷺ کو ساری دنیا کی طرف مبعوث فرمایا ہے۔ آپ معلمِ کائنات ہیں۔ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتَابَ وَالْحِکْمَۃَ (جمعہ: ۲) اور لِتُبَیِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ اِلَیْھِمْ (النحل: ۴۴) وغیرہ بے شمار آیات سے ثابت ہے کہ آپ ﷺ سے علم صرف سیدنا علی المرتضیٰ نے نہیں بلکہ تمام صحابہ نے حاصل کیا ہے۔

اسی طرح کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْھَوْنَ عَنِ الْمُنْکَرِ اور بَلِّغُوْا عَنِّی وَلَوْ آیَۃً جیسے بے شمار دلائل سے یہ بات ثابت ہے کہ تمام اسلامی تعلیمات آگے پھیلانے کا حکم تمام صحابہ کو مل چکا ہے۔ لہٰذا صرف مولا علی رضی اللہ عنہ کو باب العلم سمجھنے سے قرآن و سنت کی ان گنت تصریحات اور قرآن سمیت اہم ترین تعلیمات کا انکار لازم آئے گا۔

قرآن مجید کو نبی کریم ﷺ کے زمانے میں چار صحابہ نے جمع کیا: حضرت ابی بن کعب، معاذ بن جبل، زید بن ثابت اور ابو زید رضی اللہ عنہم (بخاری حدیث رقم: ۳۸۱۰، ۵۰۰۳، ۵۰۰۴، مسلم حدیث رقم: ۶۳۴۰، ترمذی حدیث رقم: ۳۷۹۴)۔

بعد میں قرآن حکیم کو سیدنا صدیق اکبر نے ایک صحیفے میں جمع کرایا اور یہ سارا کام حضرت زید کے ہاتھوں سے ہوا (بخاری حدیث رقم: ۴۹۸۶) اور اس کے بعد سیدنا عثمانِ غنی نے اسے ایک قرأت پر جمع فرمایا۔ اس حدیث میں نہایت دھڑلے کے الفاظ موجود ہیں کہ حضرت حذیفہ نے جب کچھ لوگوں کو قرأت میں اختلاف کرتے ہوئے دیکھا تو حضرت عثمان سے عرض کیا اے امیر المومنین: اَدْرِکْ ھٰذِہِ الْاُمَّۃَ قَبْلَ اَنْ یَّخْتَلِفُوْا فِی الْکِتَابِ یعنی اے امیر المومنین اس امت کی مدد کو پہنچیں اس سے پہلے کہ یہ کتاب میں اختلاف کریں (بخاری حدیث رقم: ۴۹۸۷)۔

اگر یہ لوگ باب العلم نہ تھے تو اس موجودہ قرآن کا انکار لازم آئے گا اور رافضی اسی لیے قرآن کے منکر ہیں۔ اسکے علاوہ ہزاروں بلکہ لاکھوں احادیث جو دیگر صحابہ سے مروی ہیں ان سے ہاتھ دھونا پڑیں گے۔ اور باقی بچے گی وہی رافضیت جس میں نہ قرآن معتبر اور نہ صحاح ستہ و دیگر کتبِ اہلِ سنت کی کوئی اہمیت۔ اب آپ کے پاس کیا بچے گا؟ وہی اصولِ کافی اور روافض کی کتب

اربعہ وغیرہ۔ اب فیصلہ آسان ہو گیا کہ تمام صحابہ کو علم کے دروازے نہ سمجھنا دین کی بقا کا انکار ہے۔

باب العلم ہونے کو مولا علی کا خاصہ سمجھنا اہلِ سنت کا نہیں بلکہ روافض کا عقیدہ ہے اور یہ بات ہم اپنے پاس سے نہیں بلکہ باحوالہ عرض کر رہے ہیں۔ امام طیبی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: لَعَلَّ الشِّیعَۃَ تَتَمَسَّکُ بِھٰذَا التَّمۡثِیلِ اَنَّ اَخۡذَ الۡعِلۡمِ وَ الۡحِکۡمَۃِ مِنۡہُ مُخۡتَصٌّ بِہٖ لَا یَتَجَاوَزُہُ اِلٰی غَیۡرِہٖ اِلَّا بِوَاسِطَتِہٖ رضی اللہ عنہ یعنی شاید شیعہ اس تمثیل سے یہ استدلال کریں کہ علم اور حکمت حاصل کرنا سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ خاص ہے، آپ کے واسطہ کے بغیر اس کا کسی دوسرے کے پاس پہنچنا ناممکن ہے (شرح طیبی جلد ۱۱ صفحہ ۲۶۹)۔ یہی بات حضرت ملا علی قاری نے بھی نقل کی ہے (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۵)۔ علامہ پرہاروی علیہ الرحمۃ بھی یہی فرماتے ہیں (مرام الکلام صفحہ ۴۷)۔

صدیق اکبر کو محض سیاسی خلیفہ کہنا خالص گستاخی اور رافضیت ہے، انکی اعلمیت کا انکار دوسری گستاخی اور رافضیت ہے، مرتضیٰ کریم رضی اللہ عنہ کو اکیلا باب العلم سمجھنا بھی رافضیت ہے۔ باقی صحابہ کرام کو چور دروازے کہنا سراسر رافضیت اور صحابہ پر تبرا ہے۔

مشاورت یا رہنمائی کی بحث

تفضیلیوں کے اس سوال کا ایک ٹکڑا یہ ہے کہ خلفاء راشدین نے مولا علی رضی اللہ عنہم سے راہنمائی حاصل کی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مولا علی ان کے وزیر اور مشیر تھے، مشیر کی بات مشورہ ہوتی ہے راہنمائی نہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَشَاوِرۡھُمۡ فِی الۡاَمۡرِ یعنی اے محبوب صحابہ کو مشورے میں شامل کریں۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام صحابہ سے راہنمائی حاصل کرتے تھے۔ اور حدیث میں ہے کہ فَکَانَ یُشَاوِرُہُ فِیۡ جَمِیۡعِ اُمُوۡرِہٖ یعنی نبی کریم ﷺ ہر معاملے میں ابوبکر سے مشورہ لیتے تھے (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۴۶۳) اس کا مطلب بھی راہنمائی نہیں۔

حدیثِ پاک سے ثابت ہے کہ سیدنا فاروق اعظم کے مشورے اکثر صحیح ہوتے تھے اور ان کی موافقت اور منظوری کے لیے آسمان سے وحی نازل ہو جاتی تھی۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے فاروق کو محدثِ امت قرار دیا اور فرمایا کہ اِنَّ اللّٰہَ جَعَلَ الۡحَقَّ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ وَ قَلۡبِہٖ یعنی

اللہ تعالیٰ نے عمر کی زبان اور قلب پر حق کو جاری کر رکھا ہے۔ لیکن اس کا مطلب بھی یہ نہیں کہ سیدنا فاروقِ اعظم حضور کے راہنما تھے۔

مولا علی کو خلفاء راشدین اور خصوصاً سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہما نے مشورے میں زیادہ اہمیت دی ہے۔ یہ آپ کی وسعتِ قلبی اور حق جوئی کا ثبوت ہے نہ کہ مفضولیت کا ثبوت۔

لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ کو غلط رنگ دے کر روافض نے بہت اچھالا۔ مگر افسوس کہ پوری صورتِ حال کو یہاں بھی مدِّ نظر نہ رکھا گیا۔ مکمل تصویر اس طرح ہے کہ سیدنا فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ ہر صائب الرائے کی اصابت کا اعتراف فرماتے تھے۔ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرماتے ہیں کہ ابوبکر کی زندگی کا قتال مرتدین کا دن، میری زندگی کے تمام دنوں سے بہتر ہے اور غارِ ثور والی رات میری زندگی کی تمام راتوں سے بہتر ہے اور ابوبکر مرتدین کے خلاف جہاد کرنے میں صائب تھے اور میں روکنے میں غلطی پر تھا۔ اسی موقع پر سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے سیدنا صدیق اکبر کے سر پہ بوسہ دیا اور فرمایا: اَنَا فِدَاءُکَ، وَلَوْ لَا اَنْتَ لَهَلَکْنَا یعنی میں قربان جاؤں، اگر آپ نہ ہوتے تو ہم ہلاک ہو جاتے (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۱۴۸)۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: وَاللّٰهِ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ، لَوْ لَا اَنَّ اَبَابَکْرٍ اُسْتُخْلِفَ مَا عُبِدَ اللّٰهُ یعنی اللہ کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، اگر ابوبکر خلیفہ نہ بنائے جاتے تو اللہ کی عبادت ختم ہو جاتی (الریاض النصرۃ جلد ا صفحہ ۱۴۸)۔

ایک مرتبہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں ایک شخص حاضر ہوا اور کہا کہ میں دو سال تک گھر سے غائب رہا ہوں، واپس آیا ہوں تو میری بیوی حاملہ ہے۔ آپ رضی اللہ عنہ نے اس عورت کو رجم کرنے کے بارے میں لوگوں سے مشورہ فرمایا، حضرت معاذ ابن جبل رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اے امیر المومنین اس کے پیٹ میں بچے کا کیا قصور؟ اسے بچے کی پیدائش تک چھوڑ دیجیے۔ آپ اس عورت کو سزا دینے سے رک گئے۔ جب وہ بچہ پیدا ہوا تو اس کے دانت نکلے ہوئے تھے۔ اس شخص نے بچے کو شباہت سے پہچان لیا اور کہنے لگا رب کعبہ کی قسم یہ میرا بیٹا ہے۔

سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت معاذ بن جبل کے بارے میں فرمایا: عَجَزَتِ النِّسَاءُ اَنْ یَّلِدْنَ مِثْلَ مُعَاذٍ، وَلَوْ لَا مُعَاذٌ لَهَلَکَ عُمَرُ یعنی عورتیں اس بات سے عاجز آ گئی ہیں کہ معاذ جیسا بیٹا پیدا کریں، اگر معاذ نہ ہوتے تو عمر ہلاک ہو جاتا (السنن الکبریٰ للبیہقی جلد ۷ صفحہ ۴۴۳، جامع

المسانید لابن کثیر ۱۱ / ۳۶۳ ۳، ابن عساکر ۲۴ / ۴۷ ۳، سیر اعلام النبلاء جلد ا صفحہ ۴۵۲، الاصابہ لابن حجر صفحہ ۱۸۴۸)۔ اِسنَادُهٗ صَحِیحٌ۔ بالکل یہی الفاظ بعض جگہ سیدنا مرتضیٰ کریم رضی اللہ عنہ کے بارے میں بھی موجود ہیں۔ اگر دونوں باتیں ٹھیک ہیں تو پھر صرف مولا علی والی بات کو پکڑ لینا اور حضرت معاذ کو فراموش کر دینا دیانت داری نہیں۔ اور اگر ان میں سے ایک موضوع ہے تو بتائیے کہ احادیث گھڑنا اور لفظ بدلنے کا کرتب دکھانا کون سے طبقے کی عادت ہے؟ معاذ کی جگہ علی کون لکھ سکتا ہے؟

حق مہر کی مقدار کے مسئلے پر ایک عورت نے حضرت فاروق رضی اللہ عنہ کو ٹوکا۔ آپ نے فرمایا اَصَابَتِ الْمَرْأَةُ وَ اَخْطَأَ الرَّجُلُ عورت ٹھیک کہتی ہے اور مرد غلطی پر ہے۔

یہ سب نہایت حسین جملے ہیں جو ضرب المثل کی صورت اختیار کر چکے ہیں مگر روافض اور تفضیلی صرف لَوْ لَا عَلِیٌّ لَهَلَکَ عُمَرُ کو چن لیتے ہیں اور بھنگڑا ڈالنے لگتے ہیں۔

اس کے برعکس ایسا بھی ہوا ہے کہ خود مولا علی رضی اللہ عنہ کی نسبت دیگر صحابہ کا مشورہ اور رائے زیادہ درست نکلی۔ اگر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی رائے کا مرجوح ہونا فاروق کی توہین نہیں تو بالکل اسی طرح مولا علی کرم اللہ وجہہ کی رائے اور تحقیق کا مرجوح ہونا بھی مولا علی کی توہین نہیں۔ صرف دماغ نہ خارجی ہونا چاہیے اور نہ رافضی۔

مثلاً مولا علی نے ابن سبا اور دوسرے روافض کو آگ سے جلا دیا۔ سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ اگر میں ہوتا تو ان لوگوں کو ویسے قتل کر دیتا مگر آگ سے نہ جلاتا۔ اسلیے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا لَا تُعَذِّبُوْا بِعَذَابِ اللّٰہِ یعنی کسی کو اللہ کا عذاب مت دو۔ مولا علی نے ابنِ عباس کی بات کے صحیح ہونے کا اعتراف فرما لیا اور فرمایا واہ ابنِ عباس (مستدرکِ حاکم حدیث رقم: ۶۴۰۵)۔ صَحِیحٌ وَ اَفَقَهُ الذَّهَبِی

جب سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے زمامِ اقتدار سنبھالا تو آپ نے فتنۂ ارتداد کے خلاف تلوار اٹھائی۔ اس پر مختلف صحابہ نے اختلاف کیا اور فرمایا کہ یہ لوگ اہل قبلہ ہیں اور لا الہ الا اللہ بھی پڑھتے ہیں لہٰذا ان کے خلاف جہاد جائز نہیں۔ اسی طرح حضرت علی اور جناب صدیق کے مابین بھی گفتگو ہوئی۔ آخر کار تمام صحابہ نے اقرار کیا کہ صدیق اکبر کی رائے حق ہے (تصفیہ مابین سنی وشیعہ صفحہ ۱۱۹ از حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے کسی آدمی نے کوئی مسئلہ پوچھا۔آپ نے اس کا جواب دیا۔ پاس سے کسی نے کہا کہ یہ مسئلہ اس طرح نہیں ہے بلکہ اس طرح اور اس طرح ہے۔مولا علی رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اَصَبتَ وَ اَخطَاْتُ وَفَوقَ کُلِّ ذِیْ عِلمٍ عَلِیمٌ یعنی تم نے ٹھیک کہا اور میری تحقیق درست نہ تھی، ہر علم والے سے اوپر علم والا ہے (تفسیر ابن جریر جلد ۸ جز ۱۳ صفحہ ۳۲، کنز العمال ۱۰/ ۱۳۴ حدیث رقم: ۲۹۵۰۳)۔

جنگِ جمل کے موقع پر سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ نے مولا علی کو تین مشورے دیے اور مشورے دیتے وقت سخت احتجاج کیا۔مگر مولا علی نے ان کی باتیں نہ مانیں۔جب دس ہزار صحابہ شہید ہوگئے تو مولا علی نے اپنے لختِ جگر کو گلے سے لگالیا اور زاروقطار رونے لگے۔امام حسن رضی اللہ عنہ نے عرض کیا ابا جان میں نے آپکو اس کام سے منع کیا تھا۔آپ نے فرمایا بیٹا مجھے علم نہ تھا کہ معاملہ یہاں تک بگڑ جائے گا (البدایہ والنہایہ جلد ۷ صفحہ ۲۴۱)۔

جس طرح رافضی لَولَا عَلِیٌّ سے سیدنا فاروق کی توہین اور جہالتِ علمی کا پہلو نکال لیتے ہیں اسی طرح یہاں کوئی خارجی مولا علی پر بکواس کرسکتا ہے لہٰذا ہم اس کی وضاحت کر دینا ضروری سمجھتے ہیں۔

بات یہ تھی کہ چاروں خلفاء کے بارے میں احادیث میں تصریحات موجود ہیں کہ یہی اس امت کی اعلیٰ ترین ہستیاں ہیں۔خلفاء ثلاثہ کو تو مولا علی میسر تھے مگر مولا علی کے دورِ اقدس میں انہیں خلفاء ثلاثہ میسر نہیں تھے۔آپ خود بار بار فرماتے ہیں کہ فَمَا اَرٰی یُشْبِهُهُمْ مِنْكُمْ یعنی لوگو مجھے تم میں صحابہ جیسا ایک بھی نظر نہیں آتا (نہج البلاغہ صفحہ ۱۲۸) سیدنا فاروق کے بارے میں فرماتے ہیں کہ رَحَلَ وَتَرَکَهُمْ فِیْ طُرُقٍ مُتَشَعِّبَةٍ یعنی خود چلا گیا اور ہمیں چوراہے پر پریشان چھوڑ گیا (نہج البلاغہ صفحہ ۳۳۰)۔

جو صحابہ مولا علی کے دورِ خلافت میں موجود تھے، مولا علی کے اُن سے افضل اور اعلم ہونے پر احادیث وارد ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے۔لہٰذا ان کی رائے کا صائب ہونا ممکن تو ضرور تھا جس طرح مولا علی کی رائے بعض اوقات خلفاء ثلاثہ کی رائے پر صائب ہوجاتی تھی۔مگر مولا علی کو مفضول صحابہ کی اصابتِ رائے کا وثوق نہیں ہوتا تھا۔پھر بھی بعض اوقات اگر کسی صحابی کی رائے مولا علی کی رائے سے بہتر ہوتی تو آپ رضی اللہ عنہ حقیقتِ حال واضح ہوجانے کے بعد سیدنا فاروق

اعظم کی طرح صاف اعتراف فرمالیتے تھے رضی اللہ عنہم۔

غور فرمائیے تو معلوم ہوگا کہ صحابہ کرام کے ایک دوسرے کے مشورے مان لینے میں ان کی عظمت، وسعت قلبی اور للّٰہیت پوشیدہ ہے۔ لَوْ لَا عَلِیٌّ لَھَلَکَ عُمَرُ سے فاروقی عظمت اور وسعتِ قلبی کو چار چاند ہی لگیں گے۔

یہاں ہم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے نام نہاد عاشقوں سے پوچھتے ہیں کہ سیدنا علی المرتضیٰ کی داڑھی مبارک ان کے سینۂ اقدس کو بھر دیتی تھی۔ آپ رضی اللہ عنہ عورت کی نصف دیت کے قائل تھے (بیہقی: ۸/۹۶)۔ آپ رضی اللہ عنہ حق واضح ہو جانے کے بعد اپنے موقف سے رجوع کر لیتے تھے۔ آج آپ لوگ ان تمام باتوں میں مولا علی کے خلاف چل رہے ہیں کَفَا بِکُمْ وِزْراً۔

لَوْ کَانَ حُبُّکَ صَادِقاً لَاَ طَعْتَہٗ

دوسری طرف گالیوں کے جواب میں خاموش رہنا بھی مولا علی کی سنت ہے اور الحمد للہ اس سنت پر عمل کرنے کی توفیق صاحبِ ضربِ حیدری کو ملی ہے۔ ہم آپ لوگوں کو سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا یہ شعر جواباً سناتے ہیں:

اَمُرُّ عَلَی اللَّئِیْمِ یَسُبُّنِیْ فَمَضَیْتُ ثَمَّۃَ قُلْتُ لَا یَعْنِیْنِیْ

ترجمہ: میں بدزبان کے پاس سے گزرا جو مجھے گالیاں دے رہا تھا، میں چپ کر کے آگے نکل گیا اور میں نے کہا یہ مجھے گالیاں نہیں دے رہا۔

باب العلم سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے علم کے بارے میں سیدنا ابنِ عباس رضی اللہ عنہ اور کسی تابعی کا قول اگر اعلمیت کا ملتا ہو تو اس کا تعلق خلفاءِ ثلاثہ کے بعد کے دور سے ہے۔ خاص طور پر معاصرین اور شاگرد حضرات جب اپنے استاد کے بارے میں اظہارِ خیال کرتے ہیں تو وہ اپنے ذاتی تجربے اور مشاہدے کی حد تک بات کر رہے ہوتے ہیں اور اس میں ان کا اپنے استاد یا معاصر سے حسن ظن غالب ہوتا ہے۔ حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ سے ایک آدمی نے کہا میں نے آپ سے افضل نہیں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کیا تم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں، آپ نے فرمایا کیا تم نے ابوبکر کو دیکھا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا: اگر تم بتاتے کہ تم نے ان میں سے کسی ایک کو بھی دیکھا ہے، تو تمہاری خیر نہیں تھی لَوْ قُلْتَ نَعَمْ لَاَوْ جَعْتُکَ ضَرْباً (الریاض النضرہ جلد ۱ صفحہ ۱۳۷ خرجہ فی الفضائل وقال حدیث حسن، کنز العمال

۱۲ / ۲۲۳ حدیث رقم: ۳۵۶۱۲)۔ اور اگر کسی ایسے شاگرد کی طرف منسوب قول ہو، ہی موضوع اور احادیثِ مرفوعہ صحیحہ سے متصادم، تو کون سا محقق اسے شمار میں لائے گا۔

سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ اور بے شمار صحابہ فرمائیں کہ: دس میں سے نو حصے علم حضرت عمر کے پاس تھا (الاستیعاب صفحہ ۵۵۴) اور سیدنا ابنِ عباس فرمائیں کہ: دس میں سے نو حصے علم حضرت علی کے پاس تھا (الاستیعاب صفحہ ۵۳۳) تو بتایئے ترجیح یا تطبیق کیسے ہو گی؟ ظاہر ہے دونوں باتوں کو اپنے اپنے دور پر محمول کرنا پڑے گا۔

لہٰذا اس موضوع پر اگر کسی بات کو حرفِ آخر کہا جا سکتا ہے تو وہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا ارشادِ عالی ہے۔ ان جملوں میں ہم نے ایک اہم دخل مقدر کا رد کر دیا ہے۔

تفضیلیوں کا چھٹا سوال

ہمیں خلفاء ثلاثہ سے کوئی بغض نہیں ہے مگر سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ داری اور قرابت کی وجہ سے ہماری محبت کا میلان مولا علی کی طرف زیادہ ہے جس کی وجہ سے ہم آپ کو افضل مانتے ہیں۔

جواب:۔ اولاً محبت کی وجہ سے افضل کہنا تو بڑی بات ہے، افضل مانے بغیر محض محبت کو غالب رکھنا ہی فساد کی جڑ ہے۔ امامِ اعظم ابو حنیفہ رحمت اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ مَنْ قَالَ عَلِیٌّ اَحَبُّ اِلَیَّ مِنَ الْجَمِیْعِ فَھُوَ رَجُلٌ وَغْلٌ یعنی جس نے کہا کہ مجھے علی سب سے زیادہ پیارے ہیں تو وہ شخص نہایت کمینہ ہے (نبراس صفحہ ۳۰۳)۔

معروف چشتی بزرگ حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی قدس سرہ فرماتے ہیں:

محبت با ایں ہر چہار ت نکو — ز تفضیل شیخین کار ت نکو
محبت بہر چار گر استوار — ولی فضل شیخین مفرط شمار
ورت فضل شیخین دردل کم ست — بنائی تو در رفض مستحکم ست

یعنی ان چاروں ہی سے محبت کرنا بھلائی ہے اور شیخین کو فضیلت دینے میں تیرے انجام کی بہتری ہے۔ ان چاروں سے سچی محبت رکھ، لیکن شیخین کی فضیلت زیادہ مان اور اگر

تیرے دل میں شیخین سے محبت کم ہے تو سمجھ لے کہ تیری بنیاد رفض میں مضبوط ہوتی چلی جا رہی ہے۔

جملہ صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین اور تمام علماءِ امت کا اسی پر اجماع ہے اور یہی اجماع اگلوں اور پچھلوں کی کتابوں میں لکھا ہوا اور شائع ہوا ہے (سبع سنابل صفحہ ۶۱)۔

آگے فرماتے ہیں: یہاں تک تو تمہیں یہ معلوم ہو گیا کہ یہ تفضیلی رافضی اس قسم کی بیہودگیاں بکتے ہیں لیکن ان کے بعض مقتدا یہ کہتے ہیں کہ علی مرتضیٰ ہمارے دادا ہیں اس وجہ سے ہم انہیں تمام خلفاء سے افضل مانتے ہیں اور کسی دوسرے کو ان پر فضیلت نہیں دیتے۔ لیکن میرے بھائی! فضل دینے کی فضیلت ان فضلائے سادات کے ہاتھ میں تو نہیں ہے کہ جسے چاہیں فضل دیں اور ایک کو دوسرے سے افضل جانیں بلکہ ذٰلِکَ فَضۡلُ اللّٰہِ یُؤۡتِیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ یہ تو اللہ کا فضل ہے جسے چاہتا ہے عطا فرماتا ہے (سبع سنابل صفحہ ۷۸)۔ اس دنیا میں حکم ازلی کے مقابلے پر کون بازی جیت سکتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ کے حکم کے آگے تمام نبیوں کی بھی گردنیں جھکی ہوئی ہیں۔ حیدر کا فرزند پھر کیسے اس کے حکم سے باہر ہو سکتا ہے، ہاں مگر یہ وہی ہو سکتا ہے جس کے گمان میں حضرت علی مرتضیٰ خدائے تعالیٰ سے بے نیاز ہو چکے ہوں (سبع سنابل صفحہ ۷۹، ۸۰)۔

یہ کتاب سبع سنابل چشتی سلسلہ کی مایہ ناز کتاب ہے اور تصوف کے موضوع پر دنیا بھر میں چوٹی کی کتابوں میں شمار ہوتی ہے اور اس کے مصنف خود سادات خاندان سے تعلق رکھتے ہیں۔

حضرت خواجہ غلام فرید کوٹ مٹھن والے رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میرے شیخ حضرت خواجہ فخر الدین والملت قدس سرہ فرمایا کرتے تھے کہ جو شخص حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اس سبب سے زیادہ محبوب رکھتا ہے کہ آپ پیرانِ پیر ہیں یا اس کے جدِ امجد ہیں یا ایک شخص ایسا ہے جس کا پیشہ بہادری ہے اور حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بہادری کی وجہ سے زیادہ محبت رکھتا ہے۔ یہ تمام اقسامِ محبت رفض کی طرف لے جانے والی ہیں اور ان سے اجتناب کرنا چاہیے (مقابیس المجالس صفحہ ۳۰۲)۔

ثانیاً علماء نے صاف لکھا ہے کہ اگر دین کی وجہ سے محبت ہے تو پھر اس محبت کا افضلیت کی ترتیب پر ہونا لازم ہے اور اگر کسی پر محبت کا ایسا غلبہ ہو کہ وہ بے بس ہو جائے تو اس پر لازم ہے کہ اپنی زبان کو بند رکھے اور شریعت کی بے ادبی نہ کرے (نبراس صفحہ ۳۰۳)۔

ثالثاً اس قسم کی بھنگی محبت کے دعوے دار اگر تفضیل کا قول نہ بھی کریں تو پھر توازن نہیں رکھ سکتے اور اکثر دیگر صحابہ کے گستاخ ہوجاتے ہیں اور کم از کم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے تو ضرور ہی بغض رکھتے ہیں۔ آزما کر دیکھ لیجیے، مولا علی کی محبت میں غالی شخص ہمیشہ امیر معاویہ کا دشمن ہوگا۔

رابعاً جس طرح مولا علی رضی اللہ عنہ کا بغض ہلاکت ہے اسی طرح بے جا محبت بھی ہلاکت ہے۔ مولا علی خود فرماتے ہیں کہ مجھ سے ایسی محبت کرنے والے ہلاک ہوجائیں گے جو میری ایسی شان بیان کریں گے جس کا میں حق دار نہیں یُقَرِّظُنِي بِمَا لَيْسَ فِيَّ (مسند احمد حدیث رقم: ۱۳۸۰، ۱۳۸۱، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۶۱۰۲، السنن الکبریٰ للنسائی حدیث رقم: ۸۴۸۸) يَذْهَبُ بِهِ الْحُبُّ اِلىٰ غَيْرِ الْحَقِّ (نہج البلاغہ خطبہ نمبر ۱۲۷)۔ لہٰذا خیریت اسی میں ہے کہ امت کا اجماعی اور اکثریتی راستہ اختیار کیا جائے وہ راستہ یہی ہے کہ بقول امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ تُفَضِّلُ الشَّيْخَيْنِ وَتُحِبُّ الْخَتَنَيْنِ یعنی ابوبکر اور عمر کو افضل جانو اور عثمان و علی سے محبت رکھو رضی اللہ عنہم۔

خامساً رافضی بھی اسی محبت کا دعویٰ کرتے ہیں اور وہ آپ سے ایک ہی قدم آگے ہیں۔ لہٰذا لفظِ محبت استعمال کر کے اللہ اور اللہ کے رسول کو دھوکا نہیں دیا جاسکتا۔ محبت وہی معتبر ہے جو سوادِ اعظم کے فیصلے کے مطابق ہو اور سَيَهْلِكُ فِيَّ رَجُلَانِ کا مصداق نہ ہو۔

سادساً محبت کی وجہ سے افضل ماننا ایک نہایت بے ربط اور بے تکی بات ہے۔ مثلاً ہر شخص کو اپنی ماں سے محبت ہوتی ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ وہ پوری دنیا کی ماؤں سے افضل ہے۔

سابعاً اگر قرابت داری افضلیت کا معیار ہے تو حضرت امیر حمزہ اور سیدنا عباس بن عبدا ✵ رضی اللہ عنہما دونوں مولا علی کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زیادہ قریب ہیں۔ کہاں چچا اور کہاں چچا کا بیٹا۔ چچا کا بیٹا چچا کی موجودگی میں میراث سے بھی محروم رہتا ہے۔ بلکہ ان سب ہستیوں سے زیادہ قرابت دار سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا ہیں۔ آپ رضی اللہ عنہا کو مولا علی سے بھی افضل ماننا پڑے گا اور خلافت کی حق دار بھی آپ ہی کو ماننا پڑے گا۔

ثامناً ہر دور میں علماء و اولیاء علیہم الرضوان نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے قرابت داروں سے محبت فرمائی ہے۔ لیکن اس کے باوجود انہوں نے تفضیل کا قول نہیں کیا۔ حضرت ابوبکر بن عیاش علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ اگر میرے گھر میں ابوبکر صدیق، عمر فاروق اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہم

اکٹھے تشریف لے آئیں تو میں پہلے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے پوچھوں گا کہ میرے لیے کیا حکم ہے اس لیے کہ آپ رضی اللہ عنہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے قرابت دار ہیں۔ لیکن مجھے آسمان سے گر کر مر جانا گوارا ہے مگر علی کو ابوبکر اور عمر سے افضل نہیں کہہ سکتا (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۰)۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ جب روضۂ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر حاضری دیتے تو صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے پہلے اپنے والد ماجد سیدنا فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کو سلام کرتے اور عرض کرتے تھے کہ اگر آپ میرے باپ نہ ہوتے تو میں ابوبکر سے پہلے آپ کو ہرگز سلام نہ کرتا (الریاض النضرۃ جلد ا صفحہ ۲۱۱)۔

تفضیلیوں کا ساتواں سوال

کتبِ حدیث میں مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل دیگر تمام صحابہ کی نسبت کثرت سے بیان ہوئے ہیں۔ یہ آپ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا ثبوت ہے۔

جواب:۔ ہر کتاب میں یہ صورتِ حال نہیں ہے۔ صحاح ستہ (چھ کی چھ کتابیں) میں اور حدیث کی اعلیٰ درجے کی کتابوں میں صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کے فضائل مولا علی سے بڑھ کر بیان ہوئے ہیں۔ حدیث کی معتبر ترین کتابوں میں صدیقی اور علوی فضائل کی صورتِ حال اس طرح ہے۔

	صدیقِ اکبر کی شان میں احادیث	مولا علی کی شان میں احادیث
☆۔ بخاری:	۲۷	۷
☆۔ مسلم:	۱۸	۱۲
☆۔ ابوداؤد:	۱۰	۱۳ احادیث میں دیگر صحابہ کے ساتھ ضمنی فضیلت کا بیان
☆۔ ترمذی:	۳۰	۲۵
☆۔ نسائی مجتبیٰ:	۱	۰
☆۔ ابنِ ماجہ:	۹	۸
☆۔ مؤطا امام مالک:	۰	۰
☆۔ مؤطا امام محمد:	۴	۰
☆۔ مسندِ امامِ اعظم:	۲ مرفوع	ایک مرفوع، ایک موقوف
☆۔ دارمی:	۰	۰

حدیث کی قدیم ترین کتب اور صحاح ستہ میں فضائل کا مکمل نقشہ آپ نے دیکھ لیا۔ باقی تمام کتابیں ان سے نچلے درجے کی سمجھی جاتی ہیں۔ ان نچلے درجے کی کتابوں کا بھی ہم جائزہ لیں تو عین ممکن ہے یہی صورتِ حال سامنے آئے۔ لیکن اگر ان کتب میں صورتِ حال اس کے برعکس بھی ہو تو وہ امامِ اعظم، امام مالک اور امام محمد کی کتب اور صحاح ستہ کا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔

ثانیاً علماء نے تصریح فرمائی ہے کہ بعض کتب میں مولا علی کے فضائل کی تعداد زیادہ لکھنے کی وجہ یہ ہے کہ خوارج آپ رضی اللہ عنہ کے خلاف واویلا کرتے تھے۔ لہٰذا بعض علماء نے ان کا منہ بند کرنے کے لیے آپ رضی اللہ عنہ کے حق میں احادیث کو کثرت سے بیان فرمایا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۱۲۱، مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۵، ازالۃ الخفاء جلد ۲ صفحہ ۲۶۰)۔ شیخِ محقق علیہ الرحمہ نے صاف لکھا ہے کہ سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے فضائل خارجیوں کا مقابلہ کرنے کے لیے بیان کیے گئے ہیں ورنہ خلفاءِ ثلاثہ کے فضائل و مناقب بھی اسی طرح بے شمار ہیں بلکہ مولا علی سے بڑھ کر ہیں (اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۶۷۴)۔ آج کے دور میں چونکہ روافض کی کارستانیاں بھی اپنے زوروں پر ہیں لہٰذا مولا علی رضی اللہ عنہ کے حق میں پرانے علماء کے رویے پر قیاس کرتے ہوئے ہم پر لازم ہے کہ اس زمانے میں خلفاء ثلاثہ کی شان کو کثرت سے بیان کریں اور احادیث کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر منظر پر لائیں۔ لیکن سخت ضروری ہے کہ جس طرح مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان کرتے وقت علماء کے دلوں میں شیخین کا بغض نہیں تھا اسی طرح آج شیخین کے فضائل بیان کرتے ہوئے مولا علی رضی اللہ عنہ کا بغض بھی نہیں ہونا چاہیے۔ اور نہ ہی کوئی بد بخت آدمی شیخین کے فضائل بیان کرنے والوں کو مولا علی کا بغیض سمجھے۔ ایسی حرکت وہی کرے گا جو خود رافضی ہوگا اور روافض کا یہی پرانا وطیرہ ہے کہ اہلِ سنت کو جھٹ سے ناصبی قرار دیتے ہیں۔

ثالثاً مولا علی کے فضائل جو کتب میں مذکور ہیں انکی کیفیت اور قوت شیخین کے فضائل سے بڑھ کر نہیں ہے۔ امامِ اہلِ سنت فرماتے ہیں: بعض فضیلتیں اس درجۂ قبول و رضا میں واقع ہوتی ہیں کہ وہ ایک عنداللہ ہزار پر غالب آتی ہے الخ (مطلع القمرین صفحہ ۲۰ قلمی)۔ جیسا کہ حدیث شریف میں ہے کہ: عمر ایک نیکی ہے ابوبکر کی نیکیوں میں سے (مسندِ ابی یعلیٰ حدیث رقم: ۱۶۰۴)۔ دوسری حدیث میں ہے: واللہ ابوبکر کا ایک دن رات عمر کی تمام عمر سے بہتر ہے (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۲۰)۔ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ نے اس کی کئی مثالیں دی ہیں۔

ایک اور حدیث میں ہے کہ: لَوْ وُزِنَ اِیْمَانُ اَبِیْ بَکْرٍ بِاِیْمَانِ الْعَالَمِیْنَ لَرَجَحَ یعنی اگر ابو بکر کا ایمان تمام عالمین کے ایمان کے ساتھ تولا جائے تو بھاری ہے (ابن عدی: ۱۰۱۲، مِنْ حَدِیْثِ ابْنِ عُمَرَ بِاِسْنَادٍ ضَعِیْفٍ، وَرَوَاہُ الْبَیْھَقِیُّ فِیْ شُعَبِ الْاِیْمَانِ حدیث رقم: ۳۶ مَوْقُوْفاً عَلیٰ عُمَرَ بِاِسْنَادٍ صَحِیْحٍ)۔

ماہنامہ دلیل راہ لاہور جس کے مدیرِ اعلیٰ علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب ہیں۔ اس کے شمارہ جنوری، فروری 2010ء کے صفحہ ۴۳ پر الحاج بشیر حسین ناظم کا مضمون خلفائے راشدین اور حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ کے عنوان سے شروع ہوتا ہے۔ جناب ناظم صاحب لکھتے ہیں: اس پر جناب رسالت مآب ﷺ کا ارشادِ گرامی "اَفْضَلُ الْبَشَرِ بَعْدَ الْاَنْبِیَاءِ اَبُوْ بَکْرٍ" دال ہے جو کسی بھی صحابی کے ہزار ہا مناقب پر بھاری ہے۔ اس سے انکار، انکارِ رسول اور انکارِ رسول حصولِ سقر (جہنم) کی جاہلانہ و احمقانہ کوشش۔ معاذ اللہ (ماہنامہ دلیل راہ لاہور جنوری، فروری 2010ء صفحہ ۴۴)۔

پیر سید نصیر الدین شاہ صاحب گولڑوی لکھتے ہیں: مجھ ہیچ میرز کے عقیدے کے مطابق اگر میزانِ عقیدہ کے پلڑے میں رسالت مآب ﷺ کے اظہارِ نبوت کے بالکل ابتدائی لمحات میں حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی وہ دو لفظی تصدیق رکھ دی جائے اور دوسرے پلڑے میں اس کے بعد سے قیامت تک کے اہلِ ایمان جن میں صحابہ رضی اللہ عنہم، اہل بیت رضی اللہ عنہم، تابعین، اغواث و اقطاب، علماء و فقہاء اور شہدا سب شامل ہیں کے سرمایہ ایمان کو رکھ دیا جائے تو بخدا میرے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کا پلڑا بھاری ہوگا (راہ و رسمِ منزل ہا صفحہ ۲۳۶ مطبوعہ گولڑہ شریف)۔

مولا علی رضی اللہ عنہ کے تمام فضائل و خصائص اور انکی عظمت مسلم ہے، ان کا انکار خارجیت ہے، مگر مذکورہ بالا توضیحات کے سامنے مان جایئے کہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کو نبی کریم ﷺ کا امامت کے مصلے پر کھڑا کر دینا ان تمام فضائل پر حاوی ہے، اور خود مولا علی رضی اللہ عنہ نے اسی ایک فضیلت سے استدلال کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ: جسے رسول اللہ ﷺ نے ہمارا دینی لیڈر بنایا ہے ہم اسے اپنا دنیاوی لیڈر کیوں نہ بنائیں (الصواعق المحرقہ صفحہ ۶۲)۔

رابعاً یہ بھی واضح رہے کہ مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل کو نسبتاً زیادہ بیان کرنے والے بعض علماء پر علمائے حق نے شیعہ ہونے کا الزام بھی دیا ہے جیسے حاکم۔ ان متشیعین میں سے بعض نے

رجوع بھی کرلیا۔

یہ بات بھی ملحوظِ خاطر رکھنی چاہیے کہ محمد بن سیرین علیہ الرحمہ نے روافض کی من گھڑت احادیث کے پیشِ نظر فرمایا ہے کہ اِنَّ عَامَۃَ مَا یُرْوٰی عَنْ عَلِیٍّ الْکِذْبُ یعنی مولا علی کی طرف منسوب کر کے روایت کی جانے والی اکثر باتیں جھوٹ ہوتی ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۷۰۷)۔

تفضیلیوں کا آٹھواں سوال

اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان میں سے کسی کو حضور ﷺ نے شانہ بشانہ چلایا، کسی کو شانوں پر بٹھایا۔ صحابہ کرام تو حضور ﷺ کی دست وقدم بوسی کرتے تھے مگر حضور ﷺ خود اہلِ بیت کو بوسہ دیتے تھے۔ صحابہ کرام حضور سے ہمکلام ہوتے وقت اپنے ماں باپ حضور ﷺ پر قربان کرتے تھے جبکہ حضور ﷺ نے فاطمۃ الزہراء سلام اللہ علیہا اور حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے لیے فرمایا فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ اور بِاَبِیْ ھُمَا وَ اُمِّیْ (حاکم، ابنِ حبان، ابنِ ابی شیبہ، طبرانی)۔

ثابت ہوا کہ خلافت ظاہری اور ولایت باطنی ایسی جدا جدا فضیلتیں ہیں کہ حضور ﷺ کے وفادار اور ادب شعار امتی صحابہ کرام علیہم الرضوان اور اہلِ بیت عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام میں کبھی بھی مقابلہ اور موازنہ کا تصور نہیں کر سکتے (القول الوثیق صفحہ ۴۲، ۴۳)۔

جواب:۔ پوری امت نے یہ مقابلہ اور موازنہ کیا ہے اور نتیجہ یہ نکالا ہے کہ شیخین رضی اللہ عنہما کے فضائل اکثریتی اور کلی ہیں اور اہلِ بیت اطہار علیہم الرضوان کی یہ فضیلتیں جزوی ہیں۔ یہ کوئی ایسا لاینحل مسئلہ نہیں جس کی بنا پر سائل نے پوری امت کو بے وفا اور بے ادب کہہ دیا ہے۔ مثلاً علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: شیخین کی حسنین پر افضلیت پر امت کا اجماع ہے علیہم الرضوان (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸)۔ آگے فرماتے ہیں: حسنین کریمین کا محبوب کریم ﷺ کے جگر کے ٹکڑے ہونا ایک مسلّم فضیلت ہے۔ لیکن بعض اوقات مفضول میں ایسی مخصوص شان ہوا کرتی ہے جو فاضل میں نہیں ہوتی۔ ایسی فضیلت سے کثرتِ ثواب مراد نہیں ہوتی بلکہ یہ ایک خصوصی شرف اور اعزاز ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کی اولاد پاک میں ایک ایسا شرف ہے جو شیخین کو حاصل نہیں لیکن شیخین کثرتِ ثواب کے لحاظ سے، مسلمانوں اور اسلام کو نفع پہنچانے کے لحاظ سے، اللہ کا خوف اور تقویٰ سب سے زیادہ رکھنے کے لحاظ سے اپنے سواء ہر کسی سے بلند وبالا ہیں (صواعقِ

محرقہ صفحہ ۵۹)۔

یہ ایک سیدھی سیدھی بات ہے کہ اس دنیا میں ہر شخص کوئی نہ کوئی ایسی خوبی رکھتا ہے جو دوسروں میں نہیں ہوتی۔ لیکن اس سے مجموعی طور پر افضلیت ثابت نہیں ہوتی۔ صحابہ کرام علیہم الرضوان میں سے ہر عمرے کے موقع پر ابنِ عمر نبی کریم ﷺ کے ساتھ ہوتے تھے (بخاری حدیث رقم: ۴۲۵۴)۔ سیدنا امیر حمزہ سید الشہداء ہیں (مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۹۴۷)۔ سیدنا جعفر ذوالجناحین ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۷۰۹، ۴۲۶۴)۔ حضرت خالد بن ولید اللہ کی تلوار ہیں (بخاری حدیث رقم: ۴۲۶۲)۔ آپ نے ایک جنگ میں سات تلواریں توڑ دیں (بخاری حدیث رقم: ۴۲۶۵، ۴۲۶۶)۔ حضرت سعد سب سے پہلے تیر انداز ہیں (بخاری حدیث رقم: ۴۳۲۶، ۴۳۲۷)۔ حضرت ابو عبیدہ اَمِیْنُ الْاُمَّةِ ہیں (بخاری حدیث رقم: ۴۳۸۰)۔ ابنِ عباس حِبْرُ الْاُمَّة ہیں (مستدرک حدیث رقم: ۶۳۹۰)۔ فاروقِ اعظم محدثِ امت ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۴۶۹)۔ ابو ہریرہ احادیث کے سب سے بڑے راوی ہیں اور انہیں حافظہ عطا ہوا ہے (بخاری حدیث رقم: ۱۱۸، ۱۱۹)۔ حضرت حذیفہ صَاحِبُ سِرِّ رَسُوْلِ اللہِ ﷺ ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۷۶۱)۔ سب لوگ نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں جبکہ نبی کریم ﷺ نے حضرت تمیم داری رضی اللہ عنہ سے دجال کا قصہ حَدَّثَنِیْ تَمِیْمُ الدَّارِیْ فرما کر روایت کیا ہے (مسلم حدیث رقم: ۷۳۸۶)۔ حضرت زید بن حارث واحد صحابی ہیں جن کا اسم گرامی قرآن میں موجود ہے۔ غور فرمائیے، اگر مولا علی کا اسمِ گرامی قرآن میں موجود ہوتا تو رافضی اور تفضیلی اسے کہاں پہنچا دیتے۔ سب سے بڑے قاری اُبی بن کعب ہیں، سب سے بڑے میراث کے عالم زید بن ثابت ہیں، حلال حرام کے سب سے بڑے عالم معاذ بن جبل ہیں، سب سے سچے ابوذر ہیں، سب سے بڑے حیاء والے حضرت عثمان ہیں، سب سے بڑے قاضی مولا علی ہیں، لختِ جگر ہونے کا اعزاز سیدۃ النساء اور حسنین کریمین کو حاصل ہے اور یہ اعزاز مولا علی کو بھی حاصل نہیں (رضی اللہ عنہم)۔

غور فرمالیجیے۔ تمام صحابہ کرام علیہم الرضوان کی یہ تمام فضیلتیں جدا جدا نوعیت کی فضیلتیں ہیں۔ مگر یہ سب جزوی فضائل پر محمول ہیں اور افضلیتِ شیخین پر اثر انداز نہیں ہوسکتیں۔ پھر

مولائے کائنات کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کو اگر یہ جزوی فضیلت حاصل ہو بھی تو اس کا مجموعی افضلیت سے موازنہ کیونکر بے ادبی ہوسکتا ہے؟ اس پر پوری امتِ مسلمہ کو بے ادب ہوجانے کی دھمکی دینا محض پرانی رافضیانہ حرکت کے سواء اور کیا ہوسکتا ہے؟۔ جب پوری امت کا ضمیر مطمئن ہے اور پوری امت اہل بیت اطہار علیہم الرضوان کی ادب شعار ہے تو کسی رافضی کے فتوے کے خوف سے ہمیں سوادِ اعظم کی لائن چھوڑنے کی کیا ضرورت ہے؟

سائل نے سیدۃ النساء اور حسنین کریمین علیہم الرضوان کے حق میں محبوب کریم ﷺ کا فرمان بطور خاصہ نقل کیا ہے کہ میرے ماں باپ ان پر فدا ہوں۔ لیکن افسوس صد افسوس کہ انہیں بخاری اور مسلم جیسی بلند پایہ کتابوں میں سیدنا زبیر بن عوام اور سیدنا سعد بن ابی وقاص کے حق میں محبوب کریم ﷺ کے یہی الفاظ نظر نہیں آئے۔

آپ ﷺ نے حضرت سعد رضی اللہ عنہ سے فرمایا اِرْمِ فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ یعنی تیر چلاؤ تجھ پر میرے ماں باپ قربان ہوں (بخاری حدیث رقم: ۲۹۰۵، ۴۰۵۸، ۴۰۵۹، ۶۱۸۴، مسلم حدیث رقم: ۶۲۳۳، ترمذی حدیث رقم: ۳۷۵۴، ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۲۹)۔ اور حضرت زبیر بن عوام رضی اللہ عنہ کے بارے میں فرمایا: فِدَاکَ اَبِیْ وَ اُمِّیْ (بخاری حدیث رقم: ۳۷۲۰، مسلم حدیث رقم: ۶۲۴۵، ترمذی حدیث رقم: ۳۷۴۳، ابن ماجہ حدیث رقم: ۱۲۳)۔

تفضیلیوں کا نواں سوال

ابنِ عبد البر لکھتے ہیں کہ حضرت سلمان، ابوذر، مقداد، خباب، جابر، ابوسعید خدری اور زید بن ارقم رضی اللہ عنہم فرماتے ہیں کہ حضرت علی اپنے علاوہ سب سے افضل ہیں اور آپ سب سے پہلے ایمان لائے تھے۔

جواب:۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ افضلیتِ شیخین پر اجماع، دورِ صحابہ بلکہ دورِ رسالت مآب میں ہی منعقد ہو چکا تھا۔ یہ اجماع اتنا معروف اور فلک شگاف تھا کہ خود نبی کریم ﷺ نے اس اجماع پر اطلاع پائی اور انکار نہیں فرمایا فَیَسْمَعُ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ فَلَا یُنْکِرُہٗ۔ اب اچانک 463 ھجری میں وفات پانے والے ابنِ عبد البر اس روایت کو نکال لائیں جبکہ دائیں بائیں آگے پیچھے ایسی کوئی بات نظر نہ آ رہی ہو تو ایسی روایت کو موضوع یا الحاقی نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے؟

چنانچہ علامہ ابنِ حجر مکی نے صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸ پر، شیخ محقق نے تکمیل الایمان صفحہ ۵۷ پر اور علامہ پرہاروی علیہم الرحمۃ نے مرام الکلام صفحہ ۴۶ پر لکھا ہے کہ یہ روایت غیر معتبر ہے۔ قَالَ الْاَوَّلُ فَھُوَ شَیئٌ غَرِیْبٌ اِنْفَرَدَ عَنْ غَیْرِہٖ مِمَّنْ ھُوَ اَجَلُّ مِنْہُ حِفْظاً وَّ اِطِّلَاعاً فَلَا یُعَوَّلُ عَلَیْہِ وَ قَالَ الثَّانِی این قول ابن عبد البر مقبول و معتبر نیست زیرا کہ روایت شاذ کہ مخالف قولِ جمہور افتد معتبر نباشد و جمہور ائمہ دریں باب اجماع نقل می کنند وَ قَالَ الثَّالِثُ عَلَیْھِمُ الرَّحْمَۃُ ھٰذَا مِمَّا تَفَرَّدَ بِہٖ ابْنُ عَبْدِ الْبَرِّ۔ حضرت فاضل بریلوی رحمت اللہ علیہ زبردست تفصیل کے بعد فرماتے ہیں: ابو عمر کی یہ حکایت غریبہ روایۃً معلول اور درایۃً غیر مقبول اور اس کی تسلیم میں حفظِ حرمتِ صحابہ سے عدول اور بر تقدیرِ ثبوت ظن غالب ملتحق بسر حدِ یقین کہ ان صحابہ کا کلام فضلِ جزئی پر محمول (مطلع القمرین صفحہ ۸۰ قلمی)۔ اہلِ علم غور فرمائیں اعلیٰ حضرت نے چند لفظوں میں سکے بٹھا دیے ہیں۔

علامہ محب طبری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَھَمَ فِیْ ذٰلِکَ اَبُوْ عُمَرَ غَلَطاً ظَاھِراً یعنی ابن عبد البر سے یہ روایت لکھ ڈالنے میں سخت غلطی ہوئی ہے (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)۔

علماء نے اس بات کو کھول کھول کر بیان فرمایا ہے کہ افضلیتِ شیخین کا مسئلہ قطعی اور اجماعی ہے، اور اس کے خلاف شیعہ اور اہلِ بدعت کی پیش کردہ روایات کی کوئی اہمیت نہیں لَا مُبَالَاۃَ بِاَقْوَالِ اَھْلِ التَّشَیُّعِ وَ اَھْلِ الْبِدَعِ (الباعث الحثیث لابن کثیر النوع التاسع والثلاثون: باب معرفۃ الصحابہ صفحہ ۱۲۸، تدریب الراوی جلد ۲ صفحہ ۱۹۶)۔

امام سخاوی رحمۃ اللہ علیہ اجماعِ صحابہ کے خلاف پیش کیے جانے والے تمام اقوال کا زبردست رد کرتے ہوئے لکھتے ہیں: کُلُّ ھٰذَا مَرْدُوْدٌ بِمَا تَقَدَّمَ مِنْ حِکَایَۃِ اِجْمَاعِ الصَّحَابَۃِ وَالتَّابِعِیْنَ عَلٰی اَفْضَلِیَّۃِ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ عَلٰی سَائِرِ الصَّحَابَۃِ ثُمَّ عُثْمَانَ ثُمَّ عَلِیٍّ وَھُوَ الْمَذْکُوْرُ فِی الْمَجَامِعِ وَ الْمَشَاھِدِ وَ عَلَی الْمَنَابِرِ الخ یعنی یہ تمام اقوال مردود ہیں، بوجہ صحابہ اور تابعین کے اس اجماع کے جسے ہم پہلے بیان کر چکے ہیں کہ تمام صحابہ میں ابوبکر اور پھر عمر سب سے افضل ہیں، پھر عثمان پھر علی۔ اور یہ مسئلہ مسلمانوں کے مجمع جات میں، مشاہد میں اور منبروں پر بیان ہوتا رہتا ہے۔ اسی لیے ہمارے شیخ نے فرمایا کہ جس نے تفضیلِ عمر کا قول کیا اس کا

تمسک واہیات ہے اور جس نے سیدنا عباس کی تفضیل کا قول کیا وہ ناپسندیدہ ہے، ایسے قول کا قائل اہل سنت میں سے نہیں، بلکہ وہ تو اہل ایمان میں سے نہیں لَیسَ قَائِلُہٗ مِن اَھلِ السُّنَۃِ بَلْ وَ لَا مِنْ اَھلِ الْاِیْمَانِ (فتح المغیث ۳/ ۱۲۹)۔

اگر تفضیلیہ کے سینے میں معمولی سا بھی خوفِ خدا موجود ہو اور اگر مزید کچھ نہیں تو دَعْ مَا یُرِیْبُکَ اِلٰی مَا لَا یُرِیْبُکَ کی باریکیوں کو ہی سمجھتے ہوں تو امام سخاوی کے مذکور بالا الفاظ ان کے جگر سے پار ہو جائیں اور وہ اس قسم کے موضوع، انفرادی، مؤول اور مرجوح اقوال کا سہارا لینے سے کان پکڑ کر توبہ کر لیں۔

مزید عبرت نامہ ملاحظہ فرمائیے۔

امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ بھانت بھانت کی بولیاں بولنے والوں کو اہل سنت سے خارج قرار دیتے ہوئے ان کے فرقوں کا نام اہل سنت نہیں مانتے بلکہ لکھتے ہیں کہ: تفضیلِ عمر کا قول کرنے والے فرقے کا نام خطابیہ ہے، تفضیلِ عمر کا قول کرنے والوں کا نام شیعہ ہے، تفضیلِ عباس کا قول کرنے والوں کا نام راوندیہ ہے (تدریب الراوی جلد ۲/ ۱۹۶)۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی رحمۃ اللہ علیہ تفضیلی رافضیوں کی تردید کرتے ہوئے فرماتے ہیں: وہ روایتیں اور وہ مسئلے جو اجماعِ امت کے مخالف اور مناقض ہیں، سراسر غیر مسموع، ناقابل قبول اور محض غلط ہیں (سبع سنابل صفحہ ۷۵)۔

اس کتاب الاستیعاب کے بارے میں بھی کچھ سماعت فرمالیجیے، امام نووی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَمِنْ اَحْسَنِھَا وَاَکْثَرِھَا فَوَائِدَ "اَلْاِسْتِیْعَابُ" لِاِبْنِ عَبْدِ الْبَرِّ لَوْ لَا مَا شَانَہٗ بِذِکْرِ مَا شَجَرَ بَیْنَ الصَّحَابَۃِ وَحِکَایَتِہٖ عَنِ الْاَخْبَارِیِّیْنَ یعنی صحابہ کرام کے بارے میں الاستیعاب بڑی اچھی اور کثیر الفوائد کتاب ہے جو ابن عبد البر نے لکھی ہے، لیکن کاش اس کتاب میں یہ کمزوری نہ ہوتی کہ صحابہ کی باہمی مشاجرت بیان کرنے میں اور اخباری لوگوں کی باتیں قبول کرنے میں ان سے نامناسبی ہوئی (تقریب النواوی جلد ۲ صفحہ ۱۸۴)۔

تقریب النواوی کی مذکورہ بالا عبارت کی شرح میں امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: وَالْغَالِبُ عَلَیْھِمُ الْاِکْثَارُ وَالتَّخْلِیْطُ فِیْمَا یَرْوُوْنَہٗ یعنی اخباری لوگوں سے مراد ایسے لوگ ہیں جن پر اپنی روایات کو بڑھا چڑھا کر بیان کرنا اور خلط ملط کرنا غالب

ہے (تدریب الراوی جلد ۲ صفحہ ۱۸۵)۔

ابن عبدالبر سے ایک واضح تسامح یہ ہوا ہے کہ انہوں نے سیدنا ابوطفیل رضی اللہ عنہ کے بارے میں لکھ دیا ہے کہ وہ سیدنا مرتضیٰ کریم رضی اللہ عنہ کو شیخین سے مقدم سمجھتے تھے۔ لیکن اس بات کی تردید ملا علی قاری علیہ الرحمۃ نے فرمادی ہے کہ حضرت ابوطفیل مرتضیٰ کریم کو صرف سیدنا عثمانِ غنی رضی اللہ عنہ سے افضل سمجھتے تھے۔ ان کے زبردست الفاظ پڑھیے: وَلَا يَخْفىٰ اَنَّ تَقْدِيْمَ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلَى الشَّيْخَيْنِ مُخَالِفٌ لِمَذْهَبِ اَهْلِ السُّنَّةِ وَالْجَمَاعَةِ عَلىٰ مَا عَلَيْهِ جَمِيْعُ السَّلَفِ، وَاِنَّمَا ذَهَبَ بَعْضُ الْخَلَفِ اِلىٰ تَفْضِيْلِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَلىٰ عُثْمَانَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ وَمِنْهُمْ اَبُو الطُّفَيْلِ مِنَ الصَّحَابَةِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۴)۔ اب اس کے بعد ابنِ عبدالبر کی اس قسم کی کسی بات کا اعتبار نہ رہا۔

ثانیاً اگر بالفرض یہ روایت مان بھی لی جائے تو اکثریت اور سوادِ اعظم کا انکار بھی کوئی معمولی آفت نہیں۔ اگر ایسی روایات کو لفٹ کرائی جانے لگی تو ہر موضوع پر علماء کے اتنے زیادہ تفردات ہیں کہ انکی مدد سے اسلام سے الگ ایک مکمل میتھالوجی تیار کی جاسکتی ہے۔ فاضل بریلوی علیہ الرحمہ نے اسکی بعض زبردست مثالیں دی ہیں۔ فرماتے ہیں کہ حدیث مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِيٌّ مَوْلَاهُ کی صحت مختلف فیہ ہے۔ جمہور ائمہ اسے صحیح جانتے ہیں اور ابوداؤد صاحب سنن اور ابوحاتم رازی وغیرہما اجلہ اکابر محدثین نے اس میں جرح وطعن کیا ہے۔ اگر کوئی شخص انکی جرح کا اعتبار کرتے ہوئے عیاذاً باللہ حضرت مولیٰ کا مولی المسلمین ہونا نہ مانے تو اس پر جتنی ملامت تم کروگے اس سے زیادہ ملامت کے حق دار تم خود ہو۔ بلکہ اگر کوئی عارف بصیر تمہارے سامنے حدیث لَحْمُهٗ مِنْ لَحْمِيْ وَدَمُهٗ مِنْ دَمِيْ کی اسناد مظلم وشنیع کی خرابیاں ظاہر کرے گا تم اسکے دشمن ہوجاؤ گے۔ حالانکہ وہ روایت واقعی موضوع ہے جسے کوئی ماہرِ فن قبول نہیں کرسکتا (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۷۵)۔

ثالثاً ہماری بحث اس میں ہے کہ کثرتِ ثواب اور قرب و وجاہت میں کون آگے ہے۔ جبکہ اس روایت میں واضح احتمال اس بات کا ہے کہ اس سے مراد جزوی فضیلت ہو۔ چنانچہ اسی روایت کے اندر یہ الفاظ موجود ہیں کہ اِنَّ عَلِيًّا اَوَّلُ مَنْ اَسْلَمَ یعنی سب سے پہلے اسلام لائے۔ یہ بات سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے پہلے اسلام لانے والی روایات کا اعتبار کرتے ہوئے کہی گئی ہے۔ یہ جواب شیخ محقق، علامہ ابنِ حجر مکی، علامہ پرہاروی اور فاضل بریلوی علیہم الرحمہ نے

لکھا ہے۔اس طرح خرقِ اجماع بھی نہ ہوا اور تطبیق بھی ہوگئی۔

رابعاً بھرے مجمع میں فاروقِ اعظم وغیرہ صحابہ نے صدیق اکبر کی افضلیت مطلقہ ثابت کی اور افضلیت ثابت ہو جانے کے بعد انہیں خلافت سونپی گئی۔اس مجمع میں وہ صحابہ بھی موجود تھے جن کا نام ابنِ عبدالبر نے لیا ہے۔سوال یہ ہے کہ ان صحابہ نے اس وقت زبان کیوں نہ کھولی اور حق کا اظہار کیوں نہ فرمایا؟

خامساً ابنِ عبدالبر نے جس طرح یہ روایت لکھ ڈالی ہے اسی طرح اسی کتاب میں یہ بات بھی کہہ دی ہے کہ متاخرین میں بعض صالحین ایسے ہیں کہ اہل بدر و حدیبیہ کے سواء باقی تمام صحابہ سے افضل ہیں۔ابنِ عبدالبر کی یہ بات بالکل درست نہیں۔اسی طرح اُس روایت کا بھی کوئی اعتبار نہیں۔

سادساً حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ اور حضرت جابر رضی اللہ عنہ خود ایسی متعدد احادیث کے راوی ہیں جن میں افضلیتِ صدیق کی تصریح موجود ہے۔مثلاً حضرت ابو سعید سے بخاری میں لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذاً خَلِيلاً، ترمذی میں وُزَرَاىَ مِنْ اَهْلِ الْاَرْضِ فَاَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ، بخاری اور مسلم میں اِنَّ مِنْ اَمَنِّ النَّاسِ عَلَيَّ فِي مَالِهِ وَ صُحْبَتِهِ اَبُوْ بَكْرٍ، ابنِ ماجہ و طبرانی میں اَبُوْ بَكْرٍ وَّ عُمَرُ سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ روایت کی گئی ہیں۔یہی حدیث سَيِّدَا كُهُوْلِ اَهْلِ الْجَنَّةِ طبرانی اوسط میں حضرت جابر سے روایت کی گئی ہے اور حضرت جابر ہی سے مَا طَلَعَتِ الشَّمْسُ عَلٰى اَحَدٍ مِّنْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ اَبِىْ بَكْرٍ طبرانی اور دار قطنی کی العلل جلد ۱۳ صفحہ ۳۸۰ میں روایت کی گئی ہے اور جب یہ دو صحابہ تفضیلِ شیخین کے قائل نکلے تو باقی پانچ کی طرف تفضیلِ مولیٰ کے انتساب کا کیا اعتبار رہ گیا؟

اب ان معتبر ترین کتب کی روایات کا اعتبار کیا جائے یا ایک ابنِ عبدالبر کی بات کو لے کر احادیث کے انبار کو فراموش کر دیا جائے؟

سابعاً اس میں تو آپ کو بھی شک نہ ہوگا کہ ابنِ عبدالبر کی یہ روایت کم از کم شاذ ضرور ہے۔انہی سات صحابہ میں حضرت ابوذر غفاری بھی شامل ہیں۔آپ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مَنْ فَارَقَ الْجَمَاعَةَ قِيْدَ شِبْرٍ فَقَدْ خَلَعَ رِبْقَةَ الْاِسْلَامِ مِنْ عُنُقِهِ یعنی جس نے ایک بالشت بھی جماعت کو چھوڑا اس نے اسلام کی رسی اپنی گردن سے نکال دی (بخاری حدیث رقم: ۷۰۵۴، مسلم حدیث رقم: ۴۷۹۰، مستدرک حاکم حدیث رقم: ۴۰۵ وَاللَّفْظُ لَهٗ)۔

پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ ایسی حدیث کا راوی خود اپنی روایت کردہ حدیث کے خلاف چلے۔ اور اگر ایسی بات ابنِ عبدالبر کی کتاب میں کہیں لکھ دی گئی ہے تو کم از کم آپ تو ایسی روایت پر اعتماد نہ کریں اور اسلام کی رسی اپنی گردن سے نہ اتاریں۔

ثامناً یہ بھی واضح رہے کہ ابنِ عبدالبر کا اپنا عقیدہ اور اعتماد اس روایت پر نہیں ہے۔ بلکہ وہ خود افضلیتِ شیخین کے قائل ہیں۔ چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ وَاَھْلُ السُّنَّةِ الْيَوْمَ عَلیٰ مَا ذَکَرْتُ لَکَ فِیْ تَقْدِيْمِ اَبِیْ بَکْرٍ فِی الْفَضْلِ عَلیٰ عُمَرَ، وَتَقْدِيْمِ عُمَرَ عَلیٰ عُثْمَانَ، وَتَقْدِيْمِ عُثْمَانَ عَلیٰ عَلِیٍّ یعنی آج بھی اہلِ سنت کا عقیدہ یہ ہے کہ افضلیت میں ابوبکر عمر سے آگے ہیں، عمر عثمان سے آگے ہیں اور عثمان علی سے آگے ہیں (الاستیعاب لابن عبدالبر صفحہ ۵۳۸)۔

ابومحجن ثقفی کے اشعار یوں نقل کرتے ہیں

وَسُمِّيْتَ صِدِّيْقاً وَ کُلُّ مُهَاجِرٍ سِوَاکَ يُسَمّٰی بِاسْمِهٖ غَيْرَ مُنْکَرٍ

سَبَقْتَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللهُ شَاهِدٌ وَ کُنْتَ جَلِيْساً بِالْعَرِيْشِ الْمُشَهَّرِ

وَبِالْغَارِ اِذْ سُمِّيْتَ بِالْغَارِ صَاحِباً وَ کُنْتَ رَفِيْقاً لِلنَّبِیِّ الْمُطَهَّرِ

ترجمہ:۔ تیرا نام صدیق رکھا گیا ہے جبکہ باقی تمام مہاجرین کو انکے اپنے ہی نام سے یاد کیا جاتا ہے اور اس پر کسی کو کوئی اعتراض نہ ہوا۔ اللہ گواہ ہے کہ تو نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا اور تو عریش بدر میں نبی کا ہم مجلس تھا۔ اور غار میں بھی حضور کا ساتھی تھا اور تیرا نام یارِ غار پڑ گیا (الاستیعاب صفحہ ۴۳۱)۔

غور کیجیے۔ ان اشعار میں سَبَقْتَ اِلَی الْاِسْلَامِ وَاللهُ شَاهِدٌ قسم کھا کر کہا جا رہا ہے کہ صدیقِ اکبر سب سے پہلے اسلام لائے۔ یہ صریح ضد ہے اُس عبارت کی جس میں سات صحابہ کے حوالے سے کہا گیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ سب سے پہلے اسلام لائے۔

پھر یہی علامہ ابن عبدالبر اپنی اسی کتاب الاستیعاب میں حکم بن جحل سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ لَا اَجِدُ اَحَداً فَضَّلَنِیْ عَلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُهٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیِّ یعنی میں جسے پاؤں گا کہ ابوبکر اور عمر سے افضل کہتا ہے اسے مفتری کی حد لگاؤں گا (الاستیعاب صفحہ ۴۳۴)۔

اب بتائیے ہم آپ کی پیش کردہ مردودِ کائنات روایت کو قبول کریں یا اسی کتاب میں

لکھا ہوا مولائے کائنات کا قولِ متواتر تسلیم کریں؟ یہاں ایک اہم نکتے پر غور فرمائیے۔ سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے اس متواتر اور ثابت شدہ فرمان اور اعلان کے صادر ہو جانے کے بعد کسی شخص پر عملاً اس حد کا جاری ہونا ثابت نہیں ہوا، جس سے واضح ہو گیا کہ اس کے بعد افضلیتِ شیخین کے انکار سے ہر کوئی توبہ کر گیا تھا۔ اس حد کا جاری نہ ہونا اس بات کا زندہ ثبوت ہے کہ الاستیعاب میں مذکور تمام صحابہ کرام میں سے کوئی بھی افضلیتِ شیخین کا منکر نہیں تھا اور یہ روایت موضوع ہے۔

تاسعاً آپ بتائیے، ابنِ عبدالبر کی اس روایت میں افضلیت سے مراد خلافت ظاہری میں افضلیت ہے یا ولایت باطنی میں؟ اگر خلافت ظاہری میں افضلیت مراد ہے تو یہ آپ کے اپنے مؤقف کے خلاف ہے اور اگر ولایت باطنی میں افضلیت مراد ہے تو اس روایت میں ایسی افضلیت پر مطلق افضلیت کا اطلاق موجود ہے اور ہم بھی یہی چیخ رہے ہیں کہ ولایت باطنی میں افضلیت سے مطلق افضلیت لازم آتی ہے اور اسکا قائل تفضیلی ہے۔ اب آپ یا تو مولا علی کی افضلیت سے مراد بھی خلافت ظاہری میں افضلیت لیجیے یا آپکی افضلیتِ مطلقہ مان کر کھلم کھلا اپنے تفضیلی ہونے کا اعلان کیجیے یا پھر اس روایت کو ہر لحاظ سے ایک معمہ سمجھتے ہوئے اس سے جان چھڑا لیجیے۔

میں نہیں کہتا کہ ایسا کیجیے　　　　جو لگے آسان ویسا کیجیے

عاشراً صاف اجماعی عقائد کو چھوڑ کر اس قسم کی روایات پر اعتماد کر کے بیٹھ جانا سبیل المومنین سے انحراف ہے۔ حضرت معاذ بن جبل فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اِنَّ الشَّیْطٰنَ ذِئْبُ الْاِنْسَانِ کَذِئْبِ الْغَنَمِ یَأْخُذُ الشَّاذَّۃَ وَالْقَاصِیَۃَ وَالنَّاحِیَۃَ وَاِیَّاکُمْ وَالشِّعَابَ وَعَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَۃِ وَالْعَامَّۃِ یعنی شیطان انسان کا بھیڑیا ہے جیسے ایک بھیڑیا بکریوں کا ہوتا ہے۔ وہ اس بکری کو پکڑ لیتا ہے جو شاذ یعنی اکیلی بھاگ جائے یا ریوڑ سے دور ہو جائے یا کنارے کنارے چرتی ہو۔ تنگ راہوں اور گھاٹیوں سے بچ کے رہو۔ اور جماعت و جمہور کا ساتھ مت چھوڑو (مسندِ احمد جلد ۵ صفحہ ۲۸۷ حدیث رقم: ۲۲۱۶۸)۔

تفضیلی رافضیوں سے ہم درخواست کرتے ہیں کہ معراجِ جسمانی پر اجماع، خلفاءِ اربعہ کی خلافت پر اجماع اور سبِ شیخین کی ممانعت کے دلائل پر غور فرمائیے۔ جو پھڈے بازی آپ افضلیتِ شیخین پر اجماع کے خلاف کر رہے ہیں اس سے زیادہ مکاریوں کی گنجائش ان تمام موضوعات میں موجود ہے۔ خصوصاً مولا علی رضی اللہ عنہ کی خلافت پر وہ تمام اعتراضات بدرجہِ اولیٰ وارد

ہو جائیں گے جنہیں آپ افضلیتِ شیخین پر وارد کر رہے ہیں۔ بلکہ تفضیلیوں کی روش کے مفاسد حجیتِ حدیث، حیاتِ مسیح علیہ السلام اور گستاخِ رسول کی سزا جیسے مسائل کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں گے۔ آپ جس طرح تصریحات کے مقابلے پر اٹکل چلا رہے ہیں اور محکم کو متشابہ کی طرف لوٹا رہے ہیں، اس طرح متداول دینی کتب سے اعتماد اٹھ جائے گا اور پرویزیوں، غالی رافضیوں اور قادیانیوں کو کھلا راستہ دستیاب ہو جائے گا۔ اور اگر بفرضِ محال افضلیتِ شیخین کا عقیدہ محض جمہور کا ہی عقیدہ ہو تو جمہور کے فیصلے کو بھی معمولی چیز نہیں سمجھنا چاہیے، اسکی مخالفت پر بھی مَنْ شَذَّ شُذَّ فِی النَّارِ کی وعید موجود ہے۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت رحمت اللہ علیہ نے حد کر دی، فرمایا: اگر تفضیلِ شیخین کے خلاف کوئی حدیث صحیح بھی آئے قطعاً واجب التاویل ہے اور اگر بفرضِ باطل صالح تاویل نہ ہو واجب الرد، کہ تفضیلِ شیخین متواتر و اجماعی ہے اور متواتر و اجماع کے مقابل اُحاد ہرگز نہ سنے جائیں گے (فتاویٰ رضویہ جلد ۲ صفحہ ۵۰۹)۔

تفضیلیوں کا دسواں سوال

جہاں شیخین کی افضلیت بیان ہوئی ہے وہاں اہلِ بیت اطہار مستثنیٰ ہیں۔ اہلِ بیت نبی کریم ﷺ کے جگر کے ٹکڑے اور بضع ہیں۔ اور وہ آپ ﷺ ہی کے حکم میں ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضرت علی اہل بیت میں سے ہیں انہیں دوسرے صحابہ پر قیاس نہیں کیا جا سکتا (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)۔

جواب: - یہ حدیث الریاض النضرۃ میں کسی سند اور حوالے کے بغیر منقول ہے۔ اس سے فوراً پہلے یہ لکھا ہے کہ حدیثِ ابن عمر ثُمَّ نَسکُتُ کے پیشِ نظر پہلے تین خلفاء کے بعد سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی افضلیت کا انکار غلط ہے، اور آپ رضی اللہ عنہ کے چوتھے نمبر کی افضلیت کا انکار کرنے والے خوارج کی تردید کرتے ہوئے محب طبری نے یہ استثناء بیان کیا ہے۔ گویا اس استثناء کا تعلق خلفائے ثلاثہ کے علاوہ دیگر صحابہ سے ہے، جس کا جی چاہے الریاض النضرۃ کے اصل الفاظ پڑھ کر دیکھ لے

عُلِمَ اَنَّ ابنَ عُمَرَ لَمْ یُرِدْ بِاَحَادِیْثِهِ الْمُتَقَدِّمِ ذِکْرَهَا فِی بَابِ الثَّلَاثَةِ نَفْیَ اَفْضَلِیَّةِ عَلِیٍّ بَعْدَ عُثْمَانَ وَیَدُلُّ عَلٰی ذَالِکَ اَنَّهُ قَدْ جَاءَ فِی بَعْضِ طُرُقِ حَدِیْثِهِ: فَقَالَ رَجُلٌ لِابْنِ عُمَرَ یَا اَبَا

عَبْدِالرَّحْمٰنِ ، فَعَلِیٌّ ؟ قَالَ ابْنُ عُمَرَ عَلِیٌّ مِنْ اَھْلِ الْبَیْتِ لَا یُقَاسُ بِھِمْ ۔ یہ ہیں الریاض النضرۃ کے اصل الفاظ۔ روافض کی ہر بات کا جواب انہی کی پیش کردہ عبارت کے آگے یا پیچھے موجود ہوتا ہے۔

اوراس حدیث کے اگلے الفاظ یہ ہیں : فَاطِمَۃُ مَعَ رَسُوْلِ اللّٰہِ ﷺ فِیْ دَرَجَتِہٖ وَ عَلِیٌّ مَعَ فَاطِمَۃَ عَلَیْھَا السَّلَامُ یعنی سیدہ فاطمۃ الزہراء رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہیں اور حضرت علی سیدہ فاطمہ کے ساتھ ہیں (الریاض النضرۃ جلد ۲ صفحہ ۱۸۰)۔ اگراس حدیث کو صحیح مانا جائے تو نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے بڑا رتبہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء کا ثابت ہو رہا ہے۔ اس طرح عقیدۂ تفضیل کا توازن بگڑ جائے گا اور یہ بات بالکل حق ہے کہ اجماعی عقائد کے خلاف چلنے والا شخص، تحقیقی توازن تو کجا، اپنا دماغی توازن بھی برقرار نہیں رکھ سکتا۔

ثانیاً اسی الریاض النضرۃ میں کئی احادیث ہیں جو مولا علی کو اس ترتیب میں داخل کر رہی ہیں۔ مثلاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا سب سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر، پھر عثمان، پھر میں (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۵۷)۔ بتایئے، آپ نے اسی کتاب کی دیگر احادیث کو مدِنظر کیوں نہ رکھا؟۔ احادیث میں چاروں خلفاءِ راشدین کے نام اسی ترتیب سے بیان ہوئے ہیں ابوبکر وعمر وعثمان وعلی (الشفاء جلد ۲ صفحہ ۴۲، الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۴۷، کنز العمال جلد ۱۱ صفحہ ۲۹۲ حدیث رقم: ۳۳۰۸۹)۔ اسی پر صحابہ کرام اور تابعین کا اجماع ہے کہ سب سے افضل ابوبکر ہیں پھر عمر پھر عثمان پھر علی (فتح الباری جلد ۷ صفحہ ۱۳)۔

ثالثاً علماء اور صوفیاء نے بھی صاف لکھا ہے کہ اَفْضَلُ الْاَوْلِیَآءِ الْمُحَمَّدِیِّیْنَ بَعْدَ الْاَنْبِیَآءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ اَبُوْبَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ ثُمَّ عُثْمَانُ ثُمَّ عَلِیٌّ (الیواقیت والجواھر صفحہ ۴۳۷، شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۲، متن عقائد نسفی صفحہ ۳، نبراس صفحہ ۳۰۳، شرح مقاصد جلد ۲ صفحہ ۲۹۸)۔ پھر استثنیٰ کہاں رہا؟

رابعاً اگر جگر کے ٹکڑے ہونا استثنیٰ کا سبب ہے تو پھر مولا علی تو جگر کے ٹکڑے (بضع رسول) نہیں بلکہ چچازاد بھائی ہیں۔ ان کا استثنیٰ کس بہانے سے کروگے؟

خامساً اگر یہی بہانہ ہے تو پھر سیدۃ النساء کو سب سے افضل ہونا چاہیے جن کے بارے

میں نص موجود ہے کہ فَاطِمَۃُ بِضۡعَۃٌ مِّنِّی (بخاری حدیث رقم: ۳۷۶۷)۔اب عقیدہِ تفضیل کا تو شیرازہ بکھر گیا۔

سادساً حسنین کریمین رضی اللہ عنہما کے بارے میں امت کا اجماع موجود ہے کہ ان سے شیخین افضل ہیں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۹)۔

سابعاً اگر یہی بات تھی تو آپ کو خلافت ظاہری اور ولایت باطنی کی تفریق کا چکر چلانے کی کیا ضرورت پڑی؟ ہر طرح کی افضلیت سے مولا علی کا استثنیٰ کرلیا ہوتا۔

ثامناً خود مولا علی رضی اللہ عنہ کے فرمان سے بھی ظاہر ہے کہ آپ اس تفضیل سے مستثنیٰ نہیں۔ چنانچہ آپ کرم اللہ وجہہ الکریم خود ارشاد فرماتے ہیں کہ مَا اَنَا اِلَّا رَجُلٌ مِّنَ الْمُسْلِمِیْنَ (بخاری حدیث رقم: ۳۶۷۱)۔اور اگر اسے آپ کسرِ نفسی پر محمول کریں تو امام باقر علیہ الرحمہ کیوں فرما رہے ہیں کہ ھُوَ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ یعنی آپ مومنوں میں سے ایک ہیں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۴۱)۔

تاسعاً اگر یہ بھی منظور نہ ہو تو مزید سنیے۔آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں جس نے مجھے ابوبکر اور عمر سے افضل کہا میں اسے اَسی کوڑے ماروں گا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۰)۔اب بتایئے یہ کیسی کسرِ نفسی ہے کہ سچ بولنے پر اگلے کا کباڑا کر دیا جائے۔

عاشراً آپ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے میرے مرتبے اور ابوبکر کے مرتبے کو خوب سمجھ کر فیصلہ دیا اور ابوبکر کو نماز پڑھانے کا حکم دیا (صواعقِ محرقہ صفحہ ۶۲)۔نیز فرمایا کہ اللہ نے ابوبکر کو ہم سے بہتر سمجھا تو اسے ہم پر ولایت دے دی (مستدرک حدیث رقم: ۴۷۵۶)۔ لہٰذا استثنیٰ والے بہانے کے پرخچے اڑ گئے۔

اگر استثنیٰ کی حقیقت سمجھنا ہی چاہتے ہو تو سنو، سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کے جو فضائل آپ کے اپنے دور میں بیان ہوئے ہیں خواہ آپ نے خود بیان فرمائے ہوں یا آپ کے شاگردوں نے ان کا تعلق آپ کے زمانے اور مابعد سے ہے اور ان سے خلفاءِ ثلاثہ اور خصوصاً شیخین مستثنیٰ ہیں۔

اب ذرا یہ بھی واضح فرما دیجیے کہ آپ کے نزدیک اہل بیت میں کون کون شامل ہیں۔ کیا آپ ازواجِ مطہرات رضی اللہ عنہن کو اہل بیت میں شامل کرنا پسند فرماتے ہیں کہ نہیں، جن کا اہل بیت ہونا قرآن کی نص سے ثابت ہے۔اور کیا ان کا استثنیٰ بھی آپ کو گوارا ہے یا یہ آپ کے

استثنیٰ میں سے مستثنیٰ ہیں؟ اگر آپ ازواجِ مطہرات کو بھی مستثنیٰ قرار دیں تو پھر تمام ازواجِ مطہرات کی جمیع امت پر افضلیت لازم آئے گی اور اگر آپ انہیں اہلِ بیت میں شمار نہ کریں تو رافضیت لازم آئے گی۔

دو گونہ رنج و عذاب است جانِ مجنوں را
بلائے صحبتِ لیلیٰ و بلائے فرقتِ لیلیٰ

اب یہ بھی سن لیجیے کہ استثنیٰ والا عقیدہ کن لوگوں کا ہے۔ حضرت علامہ عبد الواحد سیوستانی رحمت اللہ علیہ لکھتے ہیں: اَفْضَلِیَّۃُ اَھْلِ الْبَیْتِ وَ اَخَصِّیَّتُھُمْ مِنْ جَمِیْعِ الْاَصْحَابِ حَتّٰی الْخُلَفَآئَ ھُوَ قَوْلُ الرَّافِضَۃِ یعنی اہلِ بیت کو افضل سمجھنا اور انہیں صحابہ میں سے خاص کر لینا حتیٰ کہ خلفاء سے بھی خاص کر لینا یہ قول رافضیوں کا ہے (رسائل سیوستانی صفحہ ۱۳۶)۔

تفضیلیوں کا گیارہواں سوال

صواعقِ محرقہ میں بعض علماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ اَبُوْبَکْرٍ خَیْرٌ وَ عَلِیٌّ اَفْضَلُ یعنی ابوبکر خیر ہیں اور علی افضل ہیں۔

جواب:۔ اولاً یہ فرمایئے کہ یہ کون سے علماء نے لکھا ہے؟ ان علماء کے نام لیجیے اور ان کی کتابوں کے حوالے دیجیے۔

ثانیاً یہ قول ابنِ حجر مکی نے تردید کرنے کی غرض سے لکھا ہے۔ اور آپ نے مردود کو اختیار کر لیا ہے اور اس کی تردید کو ہڑپ کر لیا ہے حَفِظْتَ شَیْئًا وَ غَابَتْ عَنْکَ اَشْیَآئَ۔ آپ نے یہ دھاندلی کیوں فرمائی؟

ثالثاً ابن حجر نے یہ قول اس طرح لکھا ہے کہ: حَکَاہُ الْخَطَابِیْ عَنْ بَعْضِ مَشَائِخِہٖ اَنَّہٗ کَانَ یَقُوْلُ اَبُوْبَکْرٍ خَیْرٌ وَ عَلِیٌّ اَفْضَلُ یعنی خطابی نے اپنے کسی استاد سے حکایت کیا ہے کہ وہ کہا کرتا تھا کہ ابوبکر خیر ہیں اور علی افضل (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸)۔ اب بتایئے یہ قول کتنا لاغر ہے اور کیسے بے جان طریقے سے اس کو نقل کیا گیا ہے۔ خطابی نے حکایت کیا۔ وہ بھی اپنے کسی استاد سے۔ خدا جانے وہ استاد کون تھا اور اس کا کیا مذہب تھا؟ پھر "وہ کہا کرتا تھا" ان ساری باتوں پر غور فرمایئے۔ اس قول کا ہر ہر لفظ اپاہج ہے۔

رابعاً اسی ابن حجر مکی علیہ الرحمہ نے اسی سطر میں اس کا جواب بھی لکھا ہے۔ وہ جواب آپ نے کیوں ہضم کر لیا؟ انہوں نے لکھا ہے کہ یہ قول ہفوات میں سے ہے۔ یعنی گری ہوئی بات ہے۔ اس لیے کہ خیر کا معنی افضل ہی ہوتا ہے (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸)۔

خامساً اگر صدیقِ اکبر کا بعض وجوہ سے خیر ہونا اور علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کا بعض دوسری وجوہ سے افضل ہونا مراد ہے تو یہ ایسی چیز ہے جو صرف صدیق اور مرتضیٰ کے درمیان نہیں پائی جاتی بلکہ تمام صحابہ کے درمیان پائی جاتی ہے اور تقریباً ہر صحابی میں ایسے خصوصی فضائل موجود ہیں جو دوسروں میں نہیں (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸)۔

سادساً اگر خطابی کے استاد کی مراد یہ ہے کہ صدیقِ اکبر مطلقاً افضل ہیں اور مولا علی رضی اللہ عنہما میں جزوی خصائص موجود ہیں تو یہ بات درست ہے۔ اس میں کلام ہی کسے ہے؟ ورنہ خطابی کا قول انتہائی گرا ہوا ہے اور سمجھ سے باہر ہے وَ اِلَّا فَکَلَامُہٗ فِیْ غَایَۃِ التَّھَافُتِ الخ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۸)۔ اب بتائیے آپ کے پلے کیا بچا اور آپ کس منہ سے اس قول کا سہارا لے سکتے ہیں۔

سابعاً وَاللّٰہُ خَیْرُ الرَّازِقِیْنَ وغیرہ میں اللہ تعالیٰ کو خیر کہا گیا ہے۔ کیا اللہ تعالیٰ خیر ہے اور افضل کوئی اور ہے؟ نبی کریم ﷺ خیر الانام ہیں۔ کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ حضور خیر ہیں افضل نہیں؟ خصوصاً جب کہ احادیث میں لَا تُفَضِّلُوْنِیْ عَلٰی مُوْسٰی جیسے الفاظ موجود ہیں۔

ثامناً کُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّۃٍ میں اس امت کو خیر کہا گیا ہے۔ بتائیے کیا یہ امت خیر ہے اور افضل کوئی اور ہے؟ خصوصاً جب کہ بنی اسرائیل کے حق میں فَضَّلْتُکُمْ عَلَی الْعَالَمِیْنَ کے الفاظ موجود ہیں۔ نیز چاروں خلفائے راشدین علیہم الرضوان کے لیے ھُمْ خَیْرُ اَصْحَابِیْ کے الفاظ ہم نقل کر چکے ہیں۔ اس حدیث میں مولا علی سمیت چاروں خلفاء کو خیر کہا گیا ہے۔ فرمائیے کیا یہ چاروں خیر ہیں اور افضل کوئی اور ہے؟

تاسعاً احادیث میں کُنَّا نُخَیِّرُ کے الفاظ بھی ہیں (بخاری)، اَفْضَلُ اُمَّۃِ النَّبِیِّ کے الفاظ بھی ہیں (ابوداود)، کُنَّا لَا نَعْدِلُ کے الفاظ بھی ہیں (بخاری)، سَیِّدُ الْکُھُوْلِ کے الفاظ بھی ہیں (ترمذی)، حضرت فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ کے فرمائے ہوئے سیدنا کے الفاظ بھی ہیں (بخاری، ترمذی، مستدرک) اور خود مولا علی رضی اللہ عنہ لَا اَجِدُ اَحَدًا فَضَّلَنِیْ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ وَّ عُمَرَ اِلَّا جَلَدْتُہٗ حَدَّ الْمُفْتَرِیْ میں اپنے افضل ہونے کی نفی فرما رہے ہیں (صواعقِ محرقہ)۔ فرمائیے ان مختلف قسم

کے الفاظ خصوصاً افضلیت کے لفظ کا آپ کے پاس کیا علاج ہے؟ آپ جو چکر بھی چلائیں گے احادیث کے مختلف الفاظ آپ کا راستہ روک کر کھڑے ہوں گے۔

عاشراً پوری امت کا اجماع نقل کرتے وقت علماء نے افضل کا لفظ استعمال کیا ہے (عقائد نسفی متن صفحہ ۳، نووی جلد ۲ صفحہ ۲۷۲، ازالۃ الخفاء جلد ۱ صفحہ ۳۱۱، مطلع القمرین صفحہ ۶۷ وغیرہ)۔ امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اَفْضَلُ النَّاسِ بَعْدَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعَالٰی وَعَلٰی آلِہٖ وَسَلَّمَ اَبُوْ بَکْرٍ الصِّدِّیْقُ رضی اللہ عنہ اور ملا علی قاری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ فَھُوَ اَفْضَلُ الْاَوْلِیَآءِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالآخِرِیْنَ وَقَدْ حُکِیَ الْاِجْمَاعُ عَلٰی ذٰلِکَ وَلَا عِبْرَۃَ بِمُخَالَفَۃِ الرَّوَافِضِ ھُنَالِکَ یعنی صدیق اکبر تمام اولیاء اولین وآخرین میں سے افضل ہیں اور اس پر امت کا اجماع ہے اور یہاں رافضیوں کی مخالفت کی کوئی اوقات نہیں (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۱)۔

اب فرمائیے یہاں صدیق کو افضل کہا گیا ہے نہ کہ خیر، اس پر امت کا اجماع بھی نقل کیا گیا ہے اور افضلیت بھی ولایت میں مانی گئی ہے نہ کہ صرف خلافت ظاہری میں۔

اسی طرح صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کے خیر ہونے پر بھی امت کا اجماع ہے (مرقاۃ جلد ۱۱ صفحہ ۳۳۴)۔ واضح ہوگیا کہ پوری امت نے افضل اور خیر میں کوئی فرق نہیں کیا اور صدیق اکبر کی افضلیت کے لیے دونوں لفظ استعمال کیے ہیں۔

علامہ جلال الدین سیوطی علیہ الرحمہ نے ایک عنوان قائم کیا ہے جس کا نام ہے "فَصْلٌ فِیْ اَنَّہٗ اَفْضَلُ الصَّحَابَۃِ وَخَیْرُھُم" یعنی ابوبکر کا تمام صحابہ سے افضل اور خیر ہونا (تاریخ الخلفاء صفحہ ۳۷)۔ اس عنوان نے افضل اور خیر کا فرق مٹا کر تفضیلیوں کے ہاتھ پر رکھ دیا ہے۔ علامہ محب طبری نے بھی "اِخْتِصَاصُہٗ بِالْاَفْضَلِیَّۃِ وَالْخَیْرِیَّۃِ" کا باب باندھا ہے (الریاض النضرۃ جلد ۱ صفحہ ۱۳۶)۔

تفضیلیوں کا طرزِ تحقیق بالکل قادیانیوں جیسا ہے۔ علماء نے لکھا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام کا نزول ختم نبوت کے منافی نہیں۔ اس لیے کہ انہیں نبوت پہلے مل چکی ہے۔ قادیانیوں نے

حضرت مسیح علیہ السلام کے نزول کو ختمِ نبوت کے منافی مان لیا ہے اور علماء نے جو اس اشکال کا جواب لکھا ہے اسے فراموش کر دیا ہے۔ اب فرمائیے آپ کا طرزِ استدلال کن لوگوں جیسا ہے؟ اگر ضمیر زندہ ہے تو اس سے پوچھ کر جواب دیجیے کہ قرآن و سنت اور اجماع کی تصریحات کی موجودگی میں اس قسم کی قطع و برید کسی مخلص انسان کو زیب دیتی ہے؟

قادیانیوں کی ایک عادت یہ بھی ہے کہ جب انہیں حیاتِ مسیح اور ختمِ نبوت پر اجماع دکھایا جائے تو یہ لوگ سرسید جیسے کسی آدمی کا مردود یا مرجوح قول اجماع کے خلاف دکھا کر کہنے لگتے ہیں کہ جب فلاں شخص کو اس سے اختلاف ہے تو اجماع کہاں رہا؟ تفضیلی بھی خرقِ اجماع کے لیے قادیانیوں کی طرح مردود اور شاذ اقوال کا سہارا لے رہے ہیں فَاعْتَبِرُوْا یَا اُولِی الْاَبْصَارِ۔

تفضیلیوں کا بارہواں سوال

جس طرح نبی کریم ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور تمام انبیاء سے افضل ہیں اسی طرح حضرت علی المرتضیٰ خاتم الخلفاء ہیں اور تمام خلفاء سے افضل ہیں۔

جواب:۔ یہ کس کا فرمان ہے، ذرا حوالہ دیجیے۔

ثانیاً یہ قیاس درست نہیں۔ ختم نبوت کا مسئلہ نص قطعی سے ثابت ہے اور اس کا انکار کفر ہے اور خلافت کو اس پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔

ثالثاً سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کون سے خلفاء کے خاتم ہیں؟ سیاسی یا روحانی؟ اور اس خاتمیت سے ان کی افضلیت ظاہری ثابت ہو گی یا باطنی؟ ذرا اپنے باطنی نظریے کو مدِ نظر رکھ کر جواب دینا۔

رابعاً اگر آپ رضی اللہ عنہ خاتم الخلفاء ہیں تو حدیث میں تو بارہ خلفاء کا ذکر ہے، چوتھے خلیفہ خاتم کیسے بن گئے؟

خامساً اگر آپ خاتم الخلفاء بمعنی خاتم الاولیاء لیں تو پھر پہلے تینوں خلفاء کو بھی اولیاء ماننا پڑے گا نہ کہ محض سیاست دان۔ نیز سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے بعد ولایت کا دروازہ بند سمجھنا پڑے

گا۔

سادساً اگر خاتم الخلفاء بمعنی افضل الخلفاء ہے تو پھر نبی کریم ﷺ کو بھی خاتم الانبیاء بمعنی افضل الانبیاء کہو گے تو اس طرح قادیانیت اور نانوتویت لازم آئے گی۔

سابعاً جب ہم حق چار یار کا نعرہ لگاتے ہیں تو اس وقت آپ لوگوں کو پانچویں خلیفہ راشد سیدنا امام حسن علیٰ جدہ وعلیہ الصلوٰۃ والسلام یاد آ جاتے ہیں تا کہ کسی بہانے چار کا عدد ٹوٹ سکے، تو اب آپ نے خود سیدنا امام حسن کے ہوتے ہوئے مولا علی کو خاتم الخلفاء کیسے کہہ دیا یہ لقب امام حسن کو دے کر انہیں مولا علی سے افضل مان لیجیے۔

تفضیلیوں کا تیرہواں سوال

امت کا اختلاف رحمت ہے اور اختلافی مسائل میں وسعتِ قلبی کا مظاہرہ کرنا چاہیے تفضیل کے موضوع پر قلم اٹھانا تشدد ہے۔

جواب: ۔رحمت والے اختلاف کا تعلق فروعی مسائل سے ہے۔ اصولی مسائل سے نہیں۔ ہمیں افسوس ہے کہ اس قسم کی باتیں جن لوگوں کو رٹا دی گئی ہیں ان بے چاروں کو اتنا بھی پتہ نہیں کہ کونسا مسئلہ فروعی ہے اور کونسا اصولی ہے۔ ایسے لوگوں کو سمجھانے کا کامیاب طریقہ یہ ہے کہ انہیں قرآن کی وہ آیات یاد دلائی جائیں جن میں کسی کو مشرک، کسی کو کافر، کسی کو منافق، کسی کو فاسق ، کسی کو شیطان اور کسی کو جہنمی کہا گیا ہے۔ اب یہ خود بولیں گے کہ وہ لوگ تو اسلام کے قطعی اصولوں سے ٹکر لیتے تھے۔ ہم بھی یہی عرض کر رہے ہیں کہ تفضیل کا مسئلہ اصولی مسئلہ ہے اسکا تعلق فروعی احکام اور سجدہ سہو، مائے مستعمل، گھڑی کے چین اور لاؤڈ سپیکر پر امامت جیسے فروعی مسائل سے نہیں بلکہ اسکا تعلق عقائد سے ہے۔ تفضیلی عقیدے والا آدمی اہلسنت سے خارج ہو جاتا ہے۔ اہلسنت وہ تہتر واں فرقہ ہے جسے نبی کریم ﷺ نے جنتی قرار دیا ہے مَا اَنَا عَلَیۡهِ وَ اَصۡحَابِی۔ اور آپ اس کتاب میں تفصیل سے پڑھ چکے ہیں کہ نبی کریم ﷺ کا فیصلہ (مَا اَنَا عَلَیۡهِ) کیا ہے۔ اور صحابہ کرام (وَ اَصۡحَابِی) کا فیصلہ کیا ہے۔ باقی تمام فرقوں کو ہم نے اپنی جیب سے کاغذ نکال کر غلط نہیں کہا۔ بلکہ جناب محمد مصطفیٰ احمدِ مجتبیٰ علیہ التحیۃ والثناء نے انہیں اپنی زبانِ حق ترجمان سے

جہنمی قرار دیا ہے (كُلُّهُمْ فِي النَّارِ ترمذی حدیث رقم:۲۶۴۱، مشکوۃ حدیث رقم:۱۷۱)۔ بتایئے کیا نبی کریم ﷺ نے ان سب کو جہنمی قرار دے کر معاذ اللہ تشدد سے کام لیا ہے؟

ثانیاً محبوبِ کریم ﷺ نے قدریہ کو جہنم کے کتے قرار دیا ہے۔ روافض کے بارے میں فرمایا کہ اسلام سے نکل چکے ہوں گے (مسند احمد جلد ا صفحہ ۱۲۸ حدیث رقم:۸۱۱)۔

ثالثاً خوارج کے بارے میں فرمایا کہ مبارک ہو اسے جس نے ان سے جنگ لڑی اور انہیں مارا اور ان کے ہاتھوں مرا۔

ذرا سنبھل کر جواب دیجیے، کیا یہ سب باتیں تشدد ہیں؟ کہاں گیا آپ کا اختلافِ امت کا سہارا لینا اور کہا گیا آپ کا وسعتِ قلبی کا مظاہرہ اور کہاں گیا آپ کا تشدد کا فتویٰ؟

میرے محترم! دوسروں کو نادان اور بے مصلحت سمجھنا چھوڑ دیجیے۔ اللہ کریم کی عظمت کی قسم ہم نے فروعی مسائل میں اور بڑے بڑے پیچیدہ مسائل میں کئی علماء سے خفیہ رابطے کیے اور انہیں حق کی طرف توجہ دلائی۔ ان میں سے بہت سے علماء مان بھی گئے اور عوام کو کانوں کان خبر تک نہ ہوئی۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جسے سمجھانے والا کوئی ہو۔ اور بد قسمت ہے وہ شخص جسے سمجھانے والا کوئی نہ ہو۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

رابعاً یاد رکھیے کہ غلط کو غلط کہنا علماء پر واجب ہوتا ہے۔ صرف مثبت انداز کا ڈھول پیٹنے والے آدھی تبلیغ کے منکر ہیں۔ دین کی چکی امر بالمعروف اور نہی عن المنکر دونوں پر گھومتی ہے۔ امر بالمعروف مثبت تعلیم ہے اور نہی عن المنکر باطل کی تردید کا نام ہے۔ ہر زمانے کی باطل قوتوں کو امر بالمعروف پر کوئی خاص اعتراض نہیں رہا۔ زیادہ تر فساد نہی عن المنکر پر ہوا ہے۔

خامساً نبی کریم ﷺ نے ایک صحابی کو دیکھا وہ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے آگے آگے چل رہے تھے۔ آپ نے انہیں منع کیا اور فرمایا تم ایسے شخص کے آگے چل رہے ہو جس سے بہتر شخص سورج نے نہیں دیکھا۔ بتایئے نبی کریم ﷺ نے اتنی سی بات پر اتنا سخت نوٹس کیوں لیا۔

سادساً مولا علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس نے مجھے ابو بکر اور عمر سے افضل کہا میں اسے اسی کوڑے ماروں گا۔ بتایئے یہ نرمی ہے یا سختی؟

سابعاً حضرت امام ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس نے شیخین سے سیدنا علی المرتضیٰ

کو افضل کہا میں نہیں سمجھتا کہ اس کا کوئی عمل قابلِ قبول ہے۔ بتایئے یہ نرمی ہے یا سختی؟

ثامناً علماء امت نے تفضیلیوں کو اہلِ سنت سے خارج قرار دیا ہے، ان کی نمازِ جنازہ تک ناجائز لکھی ہے، حتیٰ کہ حضرت شاہ ولی اللہ، شاہ عبدالعزیز، حضرت میر عبدالواحد اور فاضلِ بریلوی علیہم الرحمہ نے ان کے رد میں مستقل کتابیں لکھی ہیں۔ جن کا تفصیلی بیان آپ اس کتاب میں پڑھ کر آ رہے ہیں۔ اب بتایئے کیا یہ نرمی ہے یا سختی؟

علامہ ابنِ حجر مکی علیہ الرحمۃ نے تفضیلیوں کو نُصْلِہٖ جَهَنَّم والی آیت پڑھ کر وعید سنائی ہے (صواعق صفحہ ۵۹)۔ بتایئے کیا یہ نرمی ہے یا سختی؟۔ حضرت میر عبدالواحد بلگرامی قدس سرہ نے تفضیلیوں کا رد کرتے ہوئے لکھا ہے کہ صحابہ کا اجماع دین کی بنیاد، روشنیوں کا مطلع اور یقین کی کنجی ہے۔ جو شخص اس اجماع کا انکار کرتا ہے اس سے خدا اور مصطفی جل وعلیٰ وصلی اللہ علیہ وسلم بیزار ہیں اور وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے جلد ہی مردود ہو جاتا ہے۔ اس کی بدبختی کی گرہ کو نہیں کھولا جا سکتا اس لیے کہ ان اصحاب باصفا کا انکار خدا و مصطفی کا انکار ہے تو جس کا راستہ سنت کے خلاف ہے اس کی گردن میں لعنتوں کے طوق ہیں (سبع سنابل صفحہ ۷۵)۔ بتایئے یہ نرمی ہے یا سختی؟

تاسعاً علامہ تفتازانی نے کہیں لکھ دیا تھا کہ کثرتِ ثواب کے لحاظ سے حضرت عثمان غنی اور مولا علی میں توقف درست ہے جب کہ دیگر کمالات کے لحاظ سے عثمانِ غنی کی نسبت علی المرتضیٰ افضل ہیں۔ علماء نے اس عبارت کا نوٹس لیتے ہوئے فرمایا کہ اس میں رافضیت کی بدبو آ رہی ہے۔ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے مکتوبات جلد ۱ مکتوب نمبر ۲۶۶ میں اس پر سخت گرفت فرمائی ہے اور فرمایا ہے کہ مولانا سعد الدین تفتازانی نے اس افضلیت کے حق میں جو کچھ انصاف سمجھا ہے وہ انصاف سے دور ہے اور وہ تردید جو اس نے کی ہے وہ سراسر لاحاصل ہے۔ اب فرمایئے صرف اتنی سی بات اور وہ بھی صرف عثمانِ غنی کے بارے میں کہی جائے تو علماء اس کے لیے صرف تفضیل ہی نہیں بلکہ رافضیت کا لفظ استعمال کریں تو کیا یہ سختی ہے یا نرمی؟ اور اگر اس سے بھی بڑھ کر کوئی بدعقیدہ شخص مولا علی کو شیخین پر افضلیت دے تو وہ اس سے بھی سخت فتویٰ کا حقدار ہوگا کہ نہیں؟ رضی اللہ تعالیٰ عن جمیع اصحاب سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

افضلیت کی ترتیب میں گڑبڑ کرنا تو دور کی بات ہے، محض چاروں خلفاء کو برابر کہنا اور اس مسئلہ پر توقف کرنا بھی سخت قبیح اور مسلکِ اہلِ سنت سے انحراف ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی

رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس مسئلے میں توقف کی گنجائش تب ہو کہ اس افضلیت کے بارے میں نبی کریم ﷺ کی طرف سے کوئی تصریح موجود نہ ہو، اور جب صاحبِ شریعت ﷺ کی طرف سے وضاحت آچکی ہے تو پھر توقف کیوں کریں؟

آگے لکھتے ہیں وآں کہ ہمہ را برابر داند و فضل یکے بعد دیگرے فضولی انگارد بوالفضول است بوالفضول کہ اجماع اہلِ حق را فضولی داند یعنی جو شخص سب کو برابر سمجھتا ہے اور ایک دوسرے پر فضیلت دینے کو فضول خیال کرتا ہے وہ خود بوالفضول ہے، عجب بوالفضول ہے کہ اہلِ حق کو فضول سمجھتا ہے (مکتوباتِ امام ربانی دفتر اول مکتوب نمبر ۲۶۶)۔

عاشراً باطل کی تردید کرتے وقت حسبِ موقع سختی یا نرمی اختیار کرنا درست ہے لیکن باطل کے مقابلے پر چپ سادھ لینا اور باطل کو باطل ہی نہ کہنا بے جا نرمی اور دینی غیرت کا فقدان ہے۔ اس قسم کی باتیں کرنے والے لوگ اعتدال کا ڈھول بجا کر اپنے باطل نظریات کو پروان چڑھانے کے لیے راستہ ہموار کرتے ہیں۔ اب یہ کچھ بھی ہانک دیں وہ محض تحقیق کہلائے گا اور جو ان کی تردید کرے گا اسے متشدد کہہ دیں گے۔

دوسروں کو وسعتِ قلبی کا درس دینے والے لوگ نبی کریم، صحابہ کرام اور اہل بیت اطہار علیہم الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں بکنے والوں کے ساتھ برادرانہ تعلقات رکھتے ہیں اور انکی بدتمیزی کو وسعتِ قلبی سے برداشت کرتے ہیں مگر جب انکے اپنے کسی مرغوب قائد پر کوئی شخص گرفت کرے تو اسکی شان میں یہ گستاخی ان سے ہرگز برداشت نہیں ہوتی۔ آخر جس کا ضمیر زندہ ہے اسکے پاس اس بات کا کیا جواب ہے؟

تفضیلیوں کا چودھواں سوال

معمر کا قول ہے کہ اگر کوئی شخص حضرت علی کو ابوبکر وعمر سے افضل کہے تو میں اس پر سختی نہیں کرتا بشرطیکہ شیخین سے محبت رکھے، وکیع نے اس بات کو پسند کیا (صواعق محرقہ صفحہ ۵۸)۔

جواب:۔ نبی کریم ﷺ ایسی حرکت کرنے والے کا نوٹس لیتے ہیں اور بار بار فرما رہے ہیں کہ ابوبکر وعمر سب سے افضل ہیں۔ حتی کہ کسی کو ابوبکر صدیق سے آگے چلنے بھی نہیں دیتے۔ فرمایئے ہم محبوب

کریم ﷺ کی بات مانیں یا معمر کی؟ ثانیاً خود مولا علی رضی اللہ عنہ اس حرکت پر اتنی سختی کرتے ہیں کہ جو آپ کو ابوبکر و عمر سے افضل کہے اسے اسی (۸۰) کوڑے مارتے ہیں، فرمایئے ہم مولا علی کی زبردست سختی کو مانیں یا معمر کی نرمی کو؟ ثالثاً پوری امت کا اجماع اور پوری امت کی اس موضوع پر سختی ہم اس کتاب میں ان گنت مرتبہ لکھ چکے ہیں۔ آپکو اجماع کے مقابلے پر ایک شاذ، متروک اور مردود قول کیوں پسند آیا؟ اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ کی آپ نے پرواہ کیوں نہ کی اور اِیَّاکُمْ وَ الشِّعَابَ وَ عَلَیْکُمْ بِالْجَمَاعَةِ وَ الْعَامَةِ سے کیوں بے پرواہ ہو گئے؟ رابعاً ہم لکھ چکے ہیں کہ ایک آدھ قول ہر اوٹ پٹانگ بات کے حق میں آسانی سے دستیاب ہے۔ مثلاً ایک قول یہ ہے کہ حضرت آدم نبی نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام انبیاء سے افضل نہیں۔ ایک قول یہ ہے کہ یزید کو رحمت اللہ علیہ کہنا جائز ہے اور اگر کوئی یزید کو رحمت اللہ علیہ کہے تو امام غزالی علیہ الرحمہ اس پر کوئی سختی نہیں کرتے۔ فرمایئے اگر آپ کو یزیدی ہونا پسند ہے تو پھر معمر کے قول لَا اُعَنِّفُهٗ کو بھی قابو کر لیجیے ورنہ اس خطرناک وادی میں پاؤں رکھنے سے بچ جایئے۔ خامساً یہ قول بنیادی طور پر محدث عبدالرزاق سے لیا گیا ہے ذَکَرَ عَبْدُ الرَّزَّاقِ عَنْ مَعْمَرٍ (الاستیعاب صفحہ ۵۵۴)۔ دنیا جانتی ہے کہ عبدالرزاق متشیع تھے اور ایسے موضوع پر ان کی روایت کو قبول کرنے میں احتیاط کرنی چاہیے۔ پھر اس قول سے الاستیعاب کے مصنف ابوعمر نے سیدنا صدیق اکبر کی افضلیت ثابت کی ہے۔ چنانچہ اس کے فوراً بعد لکھتے ہیں کہ: یَدُلُّ عَلیٰ اَنَّ اَبَا بَکْرٍ رضی اللہ عنہ اَفْضَلُ مِنْ عُمَرَ رضی اللہ عنہ۔ یعنی اس قول سے ثابت ہوا کہ ابوبکر افضل ہیں عمر سے رضی اللہ عنہما (الاستیعاب صفحہ ۵۵۴)۔ سختی نہ کرنے کا مطلب یہ ہے کہ افضل تو صدیق ہی ہیں لیکن معمر اس افضلیت کے منکر کو کافر نہیں کہتے تھے یا اس پر حد نہیں لگاتے تھے لیکن اس کے گمراہ اور بدعتی ہونے میں انہیں کوئی شک نہیں تھا۔ سادساً یہی قول نقل کرنے کے بعد صواعق محرقہ میں لکھا ہے کہ معمر کے قول سے معلوم ہوتا ہے کہ افضلیتِ شیخین کا عقیدہ ظنی ہے قطعی نہیں (صواعق محرقہ صفحہ ۵۸)۔ علامہ ابن حجر مکی نے اس قول سے ثابت کیا ہے کہ تفضیل شیخین کا انکار کفر نہیں۔ یہ بات ہمیں مضر نہیں۔ سابعاً علامہ پرہاروی علیہ الرحمہ نے مرام الکلام میں معمر کا یہی قول تردید کی غرض سے نقل کیا ہے۔ آپ نے اس قول کو لے لیا ہے اور اسکی تردید ہڑپ کر گئے ہیں۔ وہ فرماتے ہیں کہ وَیَرُدُّ عَلَیْهِ تَعْنِیفُ عَلِیٍّ کَرَّمَ اللهُ وَجْهَهٗ مَنْ فَضَّلَهٗ عَلَیْهِمَا یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ کا تفضیلیوں پر سختی کرنا اور انہیں کوڑے مارنا معمر کے قول کو رد کر رہا ہے (مرام الکلام صفحہ ۴۷)۔ یہاں پھر تفضیلیوں کا

طرزِ استدلال قادیانیوں جیسا ہے کہ مردود کو پکڑ لیا اور تردید کو ہضم کر گئے۔ ثامناً اب ذرا وکیع کے بارے میں بھی سن لیجیے جس نے معمر کا قول پسند کیا۔ وکیع نے یہ من گھڑت روایت بیان کی کہ نبی کریم ﷺ کو دفن کرنے میں دیر کی گئی تو آپ ﷺ کا جسم مبارک عام میتوں کی طرح متاثر ہو گیا۔ مکہ شریف کے مفتی عبدالمجید بن رواد نے اس کے قتل کا فتویٰ دیا۔ اس وقت کے حاکم عثمانی نے اسے سولی پر چڑھانے کا پروگرام بنایا مگر کسی کی سفارش کی وجہ سے اسے چھوڑ دیا۔ پھر حاکم اسے چھوڑنے پر شرمندہ ہوا اور وکیع مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حاکم نے مدینہ والوں کو لکھا کہ جس وقت وکیع تمہارے پاس پہنچے اسے فوراً سنگسار کر دو۔ وکیع کو راستے میں اس کی خبر ہو گئی تو وہ کوفہ کی طرف بھاگ گیا (نسیم الریاض جلد ۱ صفحہ ۳۹۰)۔ وکیع سے اگر اتنی بھاری خطا سرزد ہو سکتی ہے تو مسئلۂ تفضیل میں ان کا سختی نہ کرنا کون سی بڑی بات ہے۔ تاسعاً تفضیلیوں کے تیرھویں سوال کے جواب میں اس چودھویں سوال کا جواب کافی حد تک موجود ہے، براہِ کرم مطالعہ فرما لیجیے۔ جس میں علماء نے انہیں جہنمی، لعنتی، مردود اور بوالفضول وغیرہ قرار دیا ہے۔ ایک معمر کا لَا اُعَنِّفُہٗ کہنا کس شمار میں رہ گیا۔ عاشراً تفضیلیوں نے معمر کا قول پیش کر کے اس بات کا اقرار کر لیا ہے کہ افضلیتِ شیخین پر امت کا اجماع ہے اور معمر بھی اس سے متفق ہیں۔ پوری امت اس معاملے میں سختی کرتی ہے اور معمر سختی نہیں کرتے۔ اب سختی سے مراد کفر کا فتویٰ ہے یا قتل کی سزا یا کوئی دوسری حد، تفضیلی لوگ معمر کے ذریعے ان سختیوں سے جان چھڑاتے پھرتے ہیں لیکن افضلیت شیخین میں بہرحال کوئی شک نہیں۔

ایک زبردست علمی غلطی کی اصلاح

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم بھی افضلیتِ شیخین کو تسلیم کرتے ہیں مگر یہ جمہور کا عقیدہ ہے، اجماعی عقیدہ نہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا عقیدہ تھا کہ سیدۃ النساء فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سب سے افضل ہیں (طبرانی اوسط)۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں (ترمذی)۔ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا عقیدہ تھا کہ اہل مدینہ میں سب سے افضل سیدنا علی المرتضی رضی اللہ عنہ ہیں (فضائل صحابہ)۔ بعض علماء کا خیال ہے کہ حضرت عمر فاروق سب سے افضل ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت علی افضل ہیں اور بعض کا خیال ہے کہ حضرت عباس افضل ہیں۔ معلوم ہوا کہ یہ تمام عقائد درست ہیں کسی ایک کو اختیار کر

لینے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ جب مختلف صحابہ کے بارے میں افضلیت کے اقوال موجود ہیں تو آپ لوگ صرف مولا علی کا نام آتے ہی کیوں سیخ پا ہوجاتے ہیں۔

جواب:۔ آپ نے جتنے بزرگوں کے اقوال پیش کیے ہیں آپ نے ان کے تمام اقوال کو مدِ نظر نہیں رکھا اور ان کا صحیح مفہوم سمجھنے میں اخلاص اور تحقیق سے کام نہیں لیا۔

(۱)۔ آپ نے پہلا قول ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا پیش کیا ہے کہ وہ سیدۃ زہراء رضی اللہ عنہا کو افضل سمجھتی تھیں۔ پوری صورتِ حال اس طرح ہے کہ یہی ام المومنین رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے خواب دیکھا کہ میرے گھر میں تین چاند اترے ہیں۔ نبی کریم ﷺ نے اسکی تعبیر یہ فرمائی کہ تمہارے گھر میں تین افراد دفن ہوں گے جو روئے زمین کے تمام لوگوں سے افضل ہوں گے الحدیث (مستدرکِ حاکم: ۴۴۵۶، ۴۴۵۵، موطا امام مالک صفحہ ۱۶۲)۔ حاکم نے اسے صحیح کہا ہے اور ذہبی نے اسکی تصدیق کی ہے۔ یہی ام المومنین روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی قوم کو زیب نہیں دیتا کہ ابو بکر کی موجودگی میں کوئی دوسرا نماز پڑھائے (ترمذی: ۳۶۷۳)۔ یہی ام المومنین روایت کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اسکے فرشتے ابو بکر کے علاوہ ہر کسی کا انکار کررہے ہیں (مسلم: ۶۱۸۱)۔ اب بات سمجھنا بالکل آسان ہوگیا کہ ام المومنین نے سیدہ فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کے بضع رسول ہونے کے حوالے سے جزوی فضیلت کا قول کیا ہے۔

(۲)۔ آپ نے دوسرا قول سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے کہ وہ حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو افضل سمجھتے تھے۔ یہاں بھی آپ نے پوری صورتِ حال کو نظر انداز کیا ہے۔ یہی سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ مرفوعاً روایت فرماتے ہیں کہ: ابو بکر اس امت میں سب سے پہلے جنت میں داخل ہوں گے (ابوداؤد: ۴۶۵۲، مستدرکِ حاکم: ۴۵۰۰)۔ یہی سیدنا ابو ہریرہ مرفوعاً روایت کرتے ہیں کہ ابو بکر کو جنت کے آٹھوں دروازوں سے آواز دی جائے گی (بخاری: ۱۸۹۷، مسلم: ۲۳۷۱)۔ یہی ابو ہریرہ روایت فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میں نے ہر کسی کے احسانوں کا بدل دے دیا ہے سوائے ابو بکر کے۔ اس کے مجھ پر ایسے احسانات ہیں کہ ان کا بدلہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ دے گا۔ مجھے ابو بکر کے مال نے اتنا فائدہ دیا ہے کہ کسی دوسرے کے مال نے اتنا فائدہ نہیں دیا اگر میں کسی کو اپنا خلیل بناتا تو ابو بکر کو بناتا (ترمذی: ۳۶۶۱، ابن ماجہ: ۹۴)۔

آپ نے جو حدیث پیش کی ہے مسندِ احمد میں یہ حدیث اس طرح موجود ہے کہ :
حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حضرت جعفر طیار کو نبی کریم ﷺ کے بعد جود و کرم میں سب سے افضل سمجھتے تھے یَعْنِی فِی الْجُوْدِ وَالْکَرَمِ (مسندِ احمد : ۲/ ۹۳)۔ واضح ہو گیا کہ اس حدیث میں حضرت جعفر طیار کی مسکین پروری کے حوالے سے جزوی فضیلت مذکور ہے۔ چنانچہ بخاری شریف میں بھی اسکی وضاحت موجود ہے۔ یہی حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ : اَخْیَرُ النَّاسِ لِلْمِسْکِیْنِ جَعْفَرُ بْنُ اَبِیْ طَالِبٍ (بخاری : ۸۰۷/ ۳)۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ ترمذی کی حدیث کا اطلاق بخاری کی اس حدیث کیساتھ مقید ہے (فتح الباری ۷/ ۷۶)۔ اسی سخاوت کیوجہ سے حضور ﷺ نے حضرت جعفر طیار رضی اللہ عنہ کو ابو المساکین کا لقب دیا تھا (ترمذی : ۷۶۶/ ۳، فتح الباری ۷/ ۷۶)۔

ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سات ہجری محرم میں مسلمان ہوئے تھے اور سیدنا جعفر طیار رضی اللہ عنہ آٹھ ہجری جمادی الاولیٰ جنگِ موتہ میں شہید ہو گئے تھے۔ آپ خود سوچ لیجیے کہ اتنے قلیل عرصے میں سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ اتنا بڑا فیصلہ کیسے کر سکتے ہیں؟
(۳)۔ آپ نے تیسرا قول سیدنا ابن مسعود رضی اللہ عنہ کا پیش کیا ہے کہ : ہم کہا کرتے تھے کہ اہل مدینہ میں سب سے افضل حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ ہیں اور اس حدیث کو آپ نے حدیث ابن عمر رضی اللہ عنہما سے متعارض قرار دیا ہے۔

اسکا جواب یہ ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث میں وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَیٌّ کے الفاظ موجود ہیں اور سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ والی اس حدیث میں یہ الفاظ موجود نہیں۔ تطبیق بالکل آسان ہے۔ وہ اس طرح کہ سیدنا ابنِ مسعود رضی اللہ عنہ نے یہ الفاظ اس زمانے میں بولے ہیں جب شیخین رضی اللہ عنہما اس دنیا سے جا چکے تھے۔ علامہ ابن حجر عسقلانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ : ھُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی اَنَّ ذٰلِکَ قَالَہٗ اِبْنُ مَسْعُوْدٍ بَعْدَ قَتْلِ عُمَرَ یعنی یہ حدیث اس پر محمول ہے کہ ابن مسعود نے یہ بات عمر فاروق کی شہادت کے بعد فرمائی (فتح الباری ۷/ ۵۸)۔

انتباہ: علماء نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ لَایَجُوْزُ لِلْعَامِیِّ اَنْ یَّأْخُذَ بِظَاھِرِ الْحَدِیْثِ لِجَوَازِ اَنْ یَّکُوْنَ مَنْسُوْخًا اَوْ مُأَوَّلًا اَوْ مَصْرُوْفًا عَنْ ظَاھِرِہٖ یعنی عام آدمی کے لیے جائز نہیں کہ

حدیث کے ظاہری الفاظ سے خود استدلال کرتا پھرے اس لیے کہ ہوسکتا ہے وہ حدیث منسوخ ہو یا ماؤل ہو یا اپنے ظاہر پر محمول نہ ہو۔ عام آدمی سے مراد غیر مجتہد ہے۔ ویسے خواہ کتنا بڑا عالم کیوں نہ ہو۔ ائمہ نے نصوص میں تنسیخ، ترجیح اور تطبیق کے بعد حتمی فیصلے دیے ہیں ان کی مخالفت کرنا چٹان سے ٹکرانے کے مترادف ہے۔

(۴)۔ آپ نے چوتھی بات یہ لکھی ہے کہ بعض لوگ حضرت عمر حضرت علی کو اور بعض حضرت عباس کو افضل کہتے ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ جن لوگوں نے ایسی باتیں کہی ہیں، اہلسنت نے انہیں اہلسنت سے خارج قرار دیا ہے۔ جس فرقے نے سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا افضل کہا ہے اسکا نام خطابیہ ہے، جس فرقے نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو افضل کہا ہے اس کا نام شیعہ ہے، جس فرقے نے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کو افضل کہا ہے اسکا نام راوندیہ ہے (فتح المغیث ۳ / ۱۲۹، تدریب الراوی ۲ / ۱۹۴)۔ حتی کہ امام سخاوی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں کہ میرے شیخ نے فرمایا ہے کہ جس نے سیدنا عباس رضی اللہ عنہ کو افضل کہا وہ اہل سنت میں سے نہیں ہے بلکہ اہل ایمان میں سے ہی نہیں ہے لَیْسَ مِنْ اَهْلِ السُّنَّةِ بَلْ لَیْسَ مِنْ اَهْلِ الْاِیْمَانِ (فتح المغیث ۳ / ۱۲۹)۔

یہاں سے یہ تصور بھی ختم ہوگیا کہ سنی صرف مولا علی رضی اللہ عنہ کا نام آتے ہی سیخ پا ہو جاتے ہیں۔ آپ نے دیکھ لیا کہ افضلیتِ سیدنا عباس کے قائل پر کفر کا فتویٰ لگ چکا ہے۔ ہمارے علماء نے اہلِ سنت کی علامت افضلیتِ شیخین کو قرار دیا ہے۔ ان الفاظ پر غور فرمائیے تو واضح ہوگا کہ شیخین کے علاوہ کسی بھی صحابی کو افضل ماننا سنیت سے خروج ہے۔ مولا علی کی افضلیت کے قائلین کا نسبتاً زیادہ نوٹس اس لیے لیا جاتا ہے کہ باقی فرقے معدوم ہو چکے ہیں اور یہ فرقہ اپنی حرکتوں سے باز نہیں آ رہا۔ اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ باقی کسی فرقے سے روافض کی تائید نہیں ہوتی جب کہ یہ فرقہ روافض کا دستِ راست بنا ہوا ہے۔

تفضیلی جلد ہی رافضی ہو جاتا ہے

گمراہی کی سیڑھی یہ ہے کہ جو شخص اہلِ سنت سے دیوبندی ہوتا ہے، وہ جلد ہی غیر مقلد ہو جاتا ہے، غیر مقلد جلد ہی منکرِ حدیث ہو جاتا ہے اور منکرِ حدیث جلد ہی قادیانی یا دھریہ ہو جاتا ہے۔

دوسری طرف اگر کوئی شخص اہلِ سنت سے نکل کر تفضیلی ہو جاتا ہے تو اس کے لیے امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو گالیاں دینا کوئی بڑی بات نہیں رہتا۔ علماء نے فرمایا ہے کہ امیر معاویہ شرم وحیاء کا پہلا پردہ ہیں۔ جس نے اس پردے کو پھاڑ ڈالا اس کے لیے باقی صحابہ پر زبان درازی کرنا آسان ہو گیا۔ اور واضح رافضی ہو گیا (البدایہ والنہایہ جلد ۸ صفحہ ۱۴۷)۔

اول تو تفضیلیوں کے دلائل سے رافضیت لازم آتی ہے، پھر آج جو لوگ خود تفضیلی ہیں یا ان میں تفضیل کے جراثیم پائے جاتے ہیں کل اگر وہ خود نہیں تو ان کی اولادیں ضرور رافضی ہو جائیں گی۔ ایسے لوگ رافضیوں کے ساتھ اچھے تعلقات رکھتے ہیں۔ ان کی محافل میں جاتے ہیں وہاں جا کر تقریریں کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت دے ورنہ انشاء اللہ ان کا جنازہ شیعے ہی پڑھائیں گے اور ان کی موت کے بعد شیعوں کی طرف سے بیانات شائع ہوں گے کہ الحمد للہ فلاں صاحب اثنا عشری ہو کر مرے اور ان کا خاتمہ ایمان پر ہوا۔ اس جملے میں ہم نے اپنے وسیع تاریخی تجربے کی طرف اشارہ کیا ہے۔ خرد باید۔ کوفہ میں سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ کو دعوت دینے والے یہی غالی قسم کے عاشق تھے جو آپ رضی اللہ عنہ کو سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے خلاف بھی دعوت دے چکے تھے۔ یہی لوگ بعد میں ترقی فرما کر ماتمی شیعہ بنے اور تبرا کا تحفہ پہلے سے ہی ابن سبا نے تیار کر رکھا تھا جسے انہوں نے آسانی سے قبول کر لیا۔

حضرت عامر شعبی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں اَلرِّفُضُ سُلَّمُ الزَّنْدَقَةِ فَمَا رَأَيْتُ رَافِضِيًّا اِلَّا وَرَأَيْتُهٗ زِنْدِيْقًا یعنی رفض زندقہ کی سیڑھی ہے۔ میں نے جس رافضی کو بھی دیکھا ہے وہ زندیق نکلا (سبع سنابل صفحہ ۲۸)۔

یہی وجہ ہے کہ عصرِ حاضر میں ہر حکیم و دانا عالم پر اس فتنے کا سنجیدگی سے نوٹس لینا لازم ہے ورنہ محافلِ نعت میں دھمال مار مار کر، قلندری اور حبِ علی کا نام استعمال کر کر کے اور ہاضمے کے نام پر زہر کی گولیاں کھلا کھلا کر عوام کو زندقہ کی راہ پر ڈال دیا جائے گا۔

تفضیلیوں کو غلطی کہاں سے لگی

تفضیلیوں کو چند وجوہ کی بنا پر ٹھوکر لگی ہے۔

(۱)۔ کچھ لوگ خوارج کی تردید کرتے کرتے غالی ہوتے چلے گئے اور بے دھیانی میں

تفضیل اختیار کر بیٹھے۔

(۲)۔ مولا علی کرم اللہ وجہہ کے فضائل و مناقب بعض نچلے درجے کی کتابوں میں دوسرے صحابہ کی نسبت تعداد میں زیادہ بیان ہوئے ہیں۔ اسکی وجہ علماء نے یہ بیان فرمائی ہے کہ جب خوارج نے مولا علی رضی اللہ عنہ کی مخالفت کی تو محدثین نے مولا علی کے مناقب کو کثرت سے بیان کرنا مناسب سمجھا اور بعض علماء کرام نے آپ رضی اللہ عنہ کی شان میں مستقل کتابیں لکھ کر اجرِ عظیم پایا۔ اس کا سبب مولا علی کی افضلیت نہیں تھی بلکہ خوارج کا ناطقہ بند کرنا مقصود تھا۔ لیکن تفضیلی اس بات کو نہ سمجھ سکے اور یہ بات ان کی گمراہی کا سبب بنی۔

بعض متشیع لوگوں نے صرف حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہما کے درمیان تقابل کرتے ہوئے مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل زیادہ بیان کیے۔ یہ بذاتِ خود ایک خطاء تھی لیکن اس کا ضمنی اثر یہ بھی ہوا کہ ناسمجھ اور بدنیت لوگوں نے یہاں سے شیخین پر مولا علی کی افضلیت اخذ کر لی۔

لیکن یہاں یہ بات بھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ روافض نے سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شان میں بے شمار احادیث گھڑ لی ہیں۔ اسی کے پیشِ نظر امام محمد بن سیرین تابعی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اِنَّ عَامَّةَ مَا یُرْوٰی عَنْ عَلِیٍّ الْکَذِبُ یعنی مولا علی کی طرف منسوب کی جانے والی اکثر روایات جھوٹ ہوتی ہیں (بخاری حدیث رقم: ۳۷۰۷)۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ امام حاکم علیہ الرحمۃ جیسے محدثین کا متساہل ہونا نہایت معروف اور مشہورِ عام بات ہے۔

اس میں روافض کے تقیہ اور سنیوں کے بھولے پن کو بہت بڑا دخل حاصل ہے۔ وہ تقیہ کر کے روایات گھڑتے رہے اور یہ محبتِ اہل بیت کی وجہ سے تسلیم کرتے چلے گئے۔ اَلْمُؤْمِنُ غِرٌّ کَرِیْمٌ وَ الفَاجِرُ خَبٌّ لَئِیْمٌ مومن بھولا اور مہربان ہوتا ہے جبکہ فاجر دھوکے باز اور شاطر ہوتا ہے (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۷۹۰، ترمذی حدیث رقم: ۱۹۶۴)۔

(۳)۔ مولا علی کے بے شمار فضائل ایسے ہیں جن میں بعض یا اکثر دوسرے صحابہ بھی شامل ہیں۔ مگر روافض اور تفضیلی انہیں مولا علی کے خصائص بنا کر پیش کرتے ہیں۔ مثلاً حدیث باب العلم۔ حالانکہ تمام صحابہ علم کے دروازے ہیں اور اس پر اجماع ہی کَمَا مَرَّ۔

(۴)۔ بے شمار احادیث جن میں قرآن و سنت، عترت، صحابہ اور سوادِ اعظم کے اتباع کا حکم

موجود ہے۔ ان میں سے صرف قرآن وعترت بلکہ محض عترت وآل والی احادیث کو جدا کر لینا خالص تحریف اور اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْکِتَابِ وَتَکْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ کا مصداق ہے۔

صحیح صورتِ حال اس طرح ہے کہ فرمایا۔ (۱)۔ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الْاَمْرَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ سُنَّۃَ نَبِیِّہٖ (۲)۔ تَرَکْتُ فِیْکُمُ الثَّقَلَیْنِ کِتَابَ اللّٰہِ وَ عِتْرَتِیْ اَھْلَ بَیْتِیْ (۳)۔ عَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَآءِ الرَّاشِدِیْنَ (۴)۔ فَاقْتَدُوْا بِالَّذِیْنَ مِنْ بَعْدِیْ اَبِیْ بَکْرٍ وَ عُمَرَ (۵)۔ اَصْحَابِیْ کَالنُّجُوْمِ فَبِاَیِّھِمُ اقْتَدَیْتُمْ اِھْتَدَیْتُمْ (۶)۔ اِذَا رَأَیْتُمُ الْاِخْتِلَافَ فَعَلَیْکُمْ بِالسَّوَادِ الْاَعْظَمِ

اب یہ کل چھ چیزیں ہیں جن کا اتباع لازم ہے۔ قرآن، سنت، ابوبکر وعمر، تمام صحابہ، اہل بیت اور سوادِ اعظم۔ ان میں سے قرآن کو لے کر باقی سب کو چھوڑ دینے والے خارجی ہیں۔ قرآن وسنت کو لے کر باقی سب کا انکار کرنے والے غیر مقلدین، خوارج ہی کی ایک فرع ہیں۔ صرف اہل بیت کو لے کر باقی سب کو چھوڑ دینے والے رافضی ہیں، جنہوں نے قرآن کی صحت کا سرے سے ہی انکار کر رکھا ہے اور صحابہ کو تو گالیاں تک دیتے ہیں۔ اور ان پانچ کی پانچ چیزوں پر بیک وقت ایمان رکھنے والے اہلِ سنت ہیں۔ لوگوں کے خارجی یا رافضی ہونے کا سب سے بڑا سبب یہی بنا ہے کہ انہوں نے تمام احادیث پر بیک وقت نظر نہیں رکھی۔

روافض کی تردید کا ایک اصول ذہن نشین فرمالیجیے۔ اکثر یہ لوگ جو بھی آیت یا حدیث یا عبارت اپنے حق میں پیش کریں اسی عبارت کے اندر یا آگے پیچھے اسکا جواب موجود ہوتا ہے۔ معمولی غور وخوض سے ان کی دھاندلی پکڑی جاسکتی ہے۔

(۵)۔ مولا علی کے بعض خصائص کو تو مضبوطی سے پکڑ لیا گیا اور شیخین کے خصائص جو تعداد میں بہت زیادہ تھے انہیں پسِ پشت ڈال دیا گیا۔ اسکی تفصیل ہم بیان کر چکے ہیں۔

(۶)۔ بعض احادیث میں جہاں مولا علی رضی اللہ عنہ کے فضائل بیان ہوئے ہیں وہاں حدیث کے الفاظ کا مفہوم مخالف مراد لے لیا گیا ہے۔ مثلاً لَاُعْطِیَنَّ ھٰذِہِ الرَّاْیَۃَ غَداً رَجُلاً یَفْتَحُ اللّٰہُ عَلٰی یَدَیْہِ یُحِبُّ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ وَ یُحِبُّہُ اللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ پڑھنے کے بعد کسی نے دوسروں سے محبت کی یکسر نفی کر کے انہیں منافق کہہ دیا اور کسی نے سب سے اقویٰ محبت سمجھ لی۔ اسی طرح حدیث باب

العلم سے بھی غیر کے باب العلم ہونے کی نفی سمجھ لی گئی۔

اسی طرح مَنۡ کُنۡتُ مَوۡلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوۡلَاہُ میں بھی دیگر صحابہ کی ولایت کی نفی سمجھ لی گئی۔

(۷)۔ علماء نے مسئلہ تفضیل بیان کرتے وقت روافض، معتزلہ اور تفضیلیہ کے اقوالِ مردودہ کو تحریر کرنے کے بعد اہلِ سنت کا مختار اور مفتیٰ بہ فیصلہ تحریر فرمایا تو مطلب پرستوں نے سوادِ اعظم کا فیصلہ چھوڑ کر مردود اور مرجوح اقوال کو غنیمت سمجھا اور انہیں دانتوں سے پکڑ کے ان اقوال کو مکسرِ اجماع قرار دے دیا۔ منکرین اجماع کا یہی طریقۂ واردات ہوا کرتا ہے۔ قادیانیوں نے بھی حیاتِ مسیح کے موضوع پر اسی طریقے سے فریب دیا ہے۔ جس کا جی چاہے قادیانیت کا مطالعہ کر کے دیکھ لے۔

(۸)۔ اجماعی مسائل ان پر کشفی طور پر متحقق نہیں ہوئے تھے تا کہ یہ لوگ وَمَنۡ جَمَعَ بَیۡنَهُمَا فَقَدۡ تَحَقَّقَ کا مصداق بنتے۔ روحانی کم ظرفی اور محدود خیالی نے گلشنِ مصطفیٰ کے دوسرے پھولوں کی خوشبو اور رنگت سمجھنے نہ دی۔ ہم نے کسی بات کی طرف اشارہ کر دیا ہے اور مزید حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کے لکھے ہوئے اسی شعر پر اکتفا کرتے ہیں کہ

آں کرمے کہ در سنگے نہاں است

زمین و آسمانِ او ہماں است

(۹)۔ بعض لوگ روافض کے ساتھ دوستیاں کرنے لگ گئے اور ان کی صحبت ان پر اثر کر گئی۔ حدیثِ پاک میں ہے کہ اَلۡمَرۡءُ عَلیٰ دِیۡنِ خَلِیۡلِهٖ فَلۡیَنۡظُرۡ اَحَدُکُمۡ مَنۡ یُّخَالِلُ یعنی آدمی اپنے دوست کے مذہب پر ہوتا ہے۔ خوب غور کر لیا کرو کہ تمہارا اٹھنا بیٹھنا کن لوگوں میں ہے (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۸۳۳، ترمذی حدیث رقم: ۲۳۷۸، مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۳۰۶ حدیث رقم: ۸۰۴۸، شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۹۴۳۶)۔ یہ ہو ہی نہیں سکتا کہ محبوب کریم ﷺ کا فرمان ٹل جائے اور رافضی کا دوست رافضی نہ ہو۔

(۱۰)۔ ان لوگوں نے شانِ اہلِ بیت بیان کرنے کے لیے روافض کی کتب کا مطالعہ کرنے میں کوئی حرج نہیں سمجھا۔ نتیجہ یہ نکلا کہ شانِ اہل بیت کے ساتھ ساتھ رفض کے جراثیم بھی نگل لیے گئے اور موضوع روایات کو فروغ ملا۔

(۱۱)۔ اللہ کریم ارشاد فرماتا ہے اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا یعنی بے شک گمان اور ظن حق سے بے نیاز نہیں کرسکتا (یونس:۳۶) حدیث پاک میں بھی ہے کہ دَعْ مَایُرِیْبُکَ اِلٰی مَالَا یُرِیْبُکَ یعنی واضح اور لا ریب بات کے مقابلے پر مشکوک اور کچی پکی باتوں کو ترک کردو (ترمذی حدیث رقم:۲۵۱۸، نسائی حدیث رقم:۵۷۱۱، سنن الدارمی حدیث رقم:۲۵۳۵، مسند احمد ۱/ ۲۰۰ حدیث رقم:۱۷۲۸، مشکوٰۃ حدیث رقم:۲۷۷۳)۔

علماء کرام علیہم الرحمہ نے یہ قاعدہ بیان فرمایا ہے کہ ہمیشہ متشابہ کو محکم کی طرف لوٹایا جائے۔ بلکہ جب نجران کے عیسائیوں نے لَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَۃٌ اور اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰہِ کَمَثَلِ آدَمَ وغیرہ کی تصریحات کے مقابلے پر کلمۃ اللہ اور روح اللہ جیسے الفاظ کے سہارے الوہیتِ مسیح ثابت کرنے کی کوشش کی تو اللہ کریم نے عین اس موقع پر سورۃ آلِ عمران کی ابتدائی آیات نازل فرمائیں اور محکم کو متشابہ کے ماتحت کرنے سے منع فرمایا اور فرمایا کہ اَلَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِھِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَاتَشَابَہَ مِنْہُ ابْتِغَاءَ الْفِتْنَۃِ یعنی جن لوگوں کے دلوں میں کجی ہے وہ متشابہات کے پیچھے پڑتے ہیں تاکہ فتنہ بازی کرسکیں۔

ہر باطل فرقے نے یہیں سے ٹھوکر کھائی ہے یا جان بوجھ کر فراڈ چلایا ہے کہ محکمات اور تصریحات کے ہوتے ہوئے متشابہات بشمول موضوعات، اسرائیلیات اور تواریخ کا سہارا لیا ہے اور اجماع کے مقابلے پر شاذ اور مردود اقوال پر اپنی خرافات کی بنیاد رکھی ہے۔ علامہ ابنِ کثیر علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: اَھْلُ السُّنَّۃِ یَأْخُذُوْنَ بِالْمُحْکَمِ وَ یَرُدُّوْنَ مَا تَشَابَہَ اِلَیْہِ ، وَ ھٰذِہٖ طَرِیْقَۃُ الرَّاسِخِیْنَ فِی الْعِلْمِ کَمَا وَ صَفَھُمُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِیْ کِتَابِہٖ ، وَھٰذَا الْمَوْضِعُ مِمَّا زَلَّ فِیْہِ اَقْدَامُ کَثِیْرٍ مِّنْ اَھْلِ الضَّلَالَاتِ ، وَ اَمَّا اَھْلُ السُّنَّۃِ فَلَیْسَ لَھُمْ مَذْھَبٌ اِلَّا اتِّبَاعَ الْحَقِّ وَ یَدُوْرُوْنَ مَعَہٗ کَیْفَمَا دَارَ یعنی اہل سنت ہمیشہ محکم کو پکڑتے ہیں اور متشابہ کو اسکی طرف لوٹاتے ہیں، یہ علم میں رسوخ رکھنے والوں کا طریقہ ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں انکی تعریف فرمائی ہے۔ یہی وہ مقام ہے جہاں اکثر گمراہوں کے قدم پھسلے ہیں، مگر اہل سنت کا مذہب، حق کے اتباع کے سواء کچھ نہیں، جس طرف کو حق گھومتا ہے، اہل سنت بھی حق کے ساتھ ساتھ گھوم جاتے ہیں (البدایہ والنہایہ جلد ۵ صفحہ ۲۴۸ فصل فی الآیات والاحادیث المنذرۃ بوفات رسول اللہ ﷺ)۔

اس قاعدے کو اچھی طرح ذہن نشین فرمالیجیے۔ اب دیکھیے، مناقبِ سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ

کا دارومدار قرآن وسنت، بخاری مسلم ترمذی وغیرہ پر ہے اور آپ کے مخالفین کی ساری خرافات جنگِ جمل اور جنگِ صفین کی تاریخ کے من مانے انتخابات اور محض بدگمانی کے گرد گھومتی ہیں۔

افضلیتِ سیدنا صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ پر قرآن کی نص وَسَیُجَنَّبُهَا الْاَتْقٰی موجود ہے، احادیث میں تصریحات موجود ہیں، مولا علی رضی اللہ عنہ کے واضح ارشادات موجود ہیں، اسی پر تمام صحابہ وتابعین وجمیع امت کا اجماع ہے، مگر مخالفین کے پاس ایسی کوئی تصریح موجود نہیں بلکہ کبھی سب سے پہلے ایمان لانے والے مرجوح قول کو اپنے نظریے کی بنیاد بنائیں گے اور کبھی زوج بتول رضی اللہ عنہا ہونے سے استدلال کریں گے، کبھی سلاسلِ طریقت کے اجراء کا سہارا لیں گے، کبھی فضیلت اور افضلیت میں فرق نہ کرتے ہوئے جاہلانہ استدلال کریں گے اور کبھی یہاں تک کہہ دیں گے کہ سب کچھ ٹھیک ہے مگر دل نہیں مانتا۔

ان روافض کے علاوہ غالی روافض کا بھی یہی حال ہے کہ اہل سنت کے پاس قرآن و سنت موجود ہے جبکہ انکی تمام رسومات اور شعار واقعہ کربلا کے گرد گھومتے ہیں۔

پادری فانڈر کو لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی تصریح پسند نہیں آئی اور اس نے بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ سے تین خدا ثابت کرنے کی کوشش کی۔ مرزا قادیانی کو آیت خاتم النبیین نظر نہیں آئی اور اس نے اس کے مقابلے پر درودِ ابراہیمی وغیرہ سے نبوت کا اجراء ثابت کرنا چاہا۔

یاد رکھیے کہ اس طرح کے دلائل ہر موضوع پر دستیاب ہو سکتے ہیں اور اجماع کے مقابلے پر مردود اقوال بھی ہر موضوع پر مل سکتے ہیں۔ اگر ہمارے بیان کردہ قاعدے کو مدنظر نہ رکھا گیا تو دین کی دھجیاں بکھر جائیں گی۔ معاذ اللہ

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وہ مسائل بالکل قلیل ہیں جن میں کوئی قولِ شاذ خلاف پر نہ مل سکے۔ بہت مسائل مسلمہ مقبولہ جنہیں ہم اہلِ حق اپنا دین وایمان سمجھے ہوئے ہیں انکے خلاف میں بھی ایسے اقوال مرجوحہ، مجروحہ، مہجورہ، مطروحہ بتلاش مل سکتے ہیں۔ کتابوں میں غث وسمین، ورطب ویابس کیا کچھ نہیں ہوتا مگر خدا اسلامت طبع دیتا ہے تو صحیح وسقیم میں امتیاز میسر ہوتا ہے ورنہ انسان ضلالِ بدعت وو بالِ حیرت میں سرگرداں رہ جاتا ہے۔ اگر شریر طبیعتوں، فاسد طینتوں کا خوف نہ ہوتا تو فقیر اپنی تصدیق دعویٰ کو چند مسائل اس قسم

کے معرضِ تحریر میں لاتا۔ مگر کیا کیجیے کہ بعض طبائع اصل جبلت میں حساسہ جسّاسہ بنائی گئی ہیں کہ شب و روز تتبع اباطیل و تفحص قال و قیل میں رہتے ہیں کما قال ربنا و تعالیٰ اَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَ ابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ یہ طبیعتیں جہاں اپنی شرارت سے ادنیٰ موقع رخنہ اندازی کا پاتی ہیں، ہدمِ بنیانِ اسلام کے لیے کمر بستہ ہو جاتی ہیں اَعَاذَنَا اللّٰهُ مِنْ شَرِّهِنَّ آمِیْن (مطلع القمرین قلمی صفحہ ۷۴۔۷۵)۔

باقی رہا ان لوگوں کا اپنے آپکو رافضی یا تفضیلی تسلیم نہ کرنا، تو اسکے جواب میں گزارش ہے کہ قادیانی یہی کہتے ہیں کہ وہ ختمِ نبوت کے منکر نہیں، پرویز بھی کہتا تھا کہ وہ حدیث کا منکر نہیں اور بعض باقاعدہ تبرا بولنے والے رافضی بھی صحابہ کرام کے ناموں کے ساتھ حضرت لکھ ہی دیتے ہیں۔ لہٰذا امت کے اجماعی فیصلوں کے خلاف تفضیلی باتیں لکھ کر پھر خود کو تفضیلی نہ ماننا بھی ایسی ہی حرکت ہے اور یہ جدال المنافق کے سواء کچھ نہیں۔

یہ بات یاد رکھیں کہ شیعہ کا تفضیلی فرقہ امام بارگاہوں میں نہیں پایا جاتا بلکہ معتزلہ کی طرح اہلِ سنت کا لبادہ اوڑھے ہوئے ہے، ہاں البتہ یہ فرقہ امام بارگاہوں میں جاتے ہوئے عار محسوس نہیں کرتا۔ اس حقیقت کو نہ سمجھنے کی وجہ سے سنیوں نے اپنا بہت سا وقت ضائع کر دیا ہے۔

تفضیلیوں کے بارے میں شرعی حکم

اس موضوع پر اجماع کے قطعی یا ظنی ہونے کی بحث

قرآن و سنت کی بنیاد پر بلا شبہ صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کی افضلیت مجمع علیہ ہے۔ بعض احادیثِ مرفوعہ متواتر ہیں کما مر۔ خود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت کے دنوں میں کئی مجالس میں افضلیتِ شیخین کو بالترتیب بیان فرمایا اور اگر کسی کو اس عقیدہ کے خلاف ظن فاسد تھا تو آپ نے اس پر سختی فرمائی اور فقہائے صحابہ حاضر تھے، ان صحابہ میں سے کسی ایک کی طرف سے بھی اعتراض ظاہر نہ ہوا، اور یہ آثار حدِ تواتر کو پہنچے ہوئے ہیں فقہائے صحابہ حاضر بودند و از کسے منعے و اعتراضے ظاہر نہ شد و ایں آثار بحدِ تواتر رسیدہ اند (ازالۃ الخفاء

جلد ا صفحہ ۳۱۳)۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا فرمان: خَیرُ ھٰذِہِ الْاُمَّۃِ اَبُو بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرُ متواتر ہے اور اسے اسی (۸۰) افراد نے روایت کیا ہے (ازالۃ الخفاء جلد ا صفحہ ۳۱۳)۔

یہ عقیدہ پوری امت میں تواتر کیساتھ منقول ہوتا چلا آ رہا ہے، اور آج بھی جمعہ کے خطبات میں افضلیتِ شیخین کے اعلان سے پوری دنیا گونج رہی ہے اور صوفیاء کے مکاشفات اس کی تائید کر رہے ہیں۔ حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں سے کسی ایک کو بھی ابوبکر و عمر سے افضل کہا اس نے تمام مہاجرین و انصار کو گنہگار کہا (طبرانی اوسط للطبرانی حدیث نمبر: ۸۳۲)۔ یہی بات امام سفیان ثوری علیہ الرحمہ نے بھی فرمائی ہے (ابوداؤد حدیث رقم: ۴۶۳۰)۔

حدِ مفتری والی حدیث سے بھی اس مسئلہ کی قطعیت ظاہر ہو رہی ہے۔ اسلیے کہ ظنی امور کے انکار پر حد جاری نہیں ہو سکتی۔ شاہ عبدالعزیز علیہ الرحمۃ لکھتے ہیں کہ: ان الفاظ سے صراحتاً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسئلہ قطعی ہے، اسلیے کہ اجماع سے ثابت ہے کہ امورِ ظنیہ میں سزا نہیں (فتاویٰ عزیزی صفحہ ۳۸۳)۔ امامِ اہل سنت اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے اَدْرِءُ وا الْحُدُوْدَ یعنی حدود کو ٹالنے کی کوشش کرو۔ اسکے باوجود سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کا افضلیتِ شیخین کے منکر پر حد جاری کرنا اس عقیدہ کے قطعی ہونے کا ثبوت ہے (الحاصل الزلال الاتقیٰ صفحہ ۹۵)۔

اسی لیے بڑے بڑے علماء و فضلاء بلکہ ائمہ عقائد نے اس افضلیت کو قطعی قرار دیا ہے۔ ان علماء میں امام العقائد ابوالحسن اشعری علیہ الرحمہ سرفہرست ہیں۔ بے شمار علماء نے لکھا ہے کہ: عَنِ الْاَشْعَرِیِّ اَنَّ تَفْضِیلَ اَبِی بَکْرٍ ثُمَّ عُمَرَ عَلٰی بَقِیَّۃِ الْاُمَّۃِ قَطْعِیٌّ (صواعقِ محرقہ صفحہ ۵۷، الیواقیت والجواھر صفحہ ۴۳۷، مرام الکلام صفحہ ۴۶)۔ یعنی امام ابوالحسن اشعری فرماتے ہیں کہ ابوبکر اور عمر کی افضلیت باقی امت پر قطعی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ علیہ الرحمہ کا بھی

یہی عقیدہ ہے بلکہ فرماتے ہیں کہ ملتِ اسلامیہ میں افضلیتِ شیخین کا مسئلہ قطعی ہے افضلیتِ شیخین در ملتِ اسلامیہ قطعی است (ازالۃ الخفا جلد ا صفحہ ۳۰۱)۔

علامہ عبدالعزیز پرہاروی قدس سرہ فرماتے ہیں کہ اس عقیدے کو ظنی کہنے والے غلطی پر ہیں۔ هُوَ مِنْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالسَّلَفِ بَلْ اَجْمَعَ الصَّحَابَةُ عَلَيْهَا لِلْاَحَادِيْثِ الَّتِي سَمِعُوْهَا مِنَ النَّبِيِّ ﷺ فَاَيْنَ الظَّنُّ؟ یعنی اس اجماع کو ظنی کہنا اسلاف سے بدظنی ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ صحابہ کرام علیہم الرضوان افضلیتِ شیخین پر متفق اس لیے ہوئے ہیں کہ انہوں نے نبی کریم ﷺ سے اس موضوع پر واضح احادیث سن لی تھیں۔ لہٰذا اب ظن کہاں رہا (مرام الکلام صفحہ ۴۷)۔

دوسری جگہ لکھتے ہیں کہ صدیق کی افضلیت شیخ ابوالحسن اشعری کے نزدیک قطعی ہے جبکہ قاضی باقلانی اور امام الحرمین اسے ظنی قرار دیتے ہیں۔ لیکن جو شخص ان احادیث پر نظر ڈالے گا جو تواتر کے درجے کو پہنچ چکی ہیں اور اسلاف کے اجماع کو دیکھے گا، وہ سمجھ جائے گا کہ حق اشعری کے ساتھ ہے۔ کیوں نہ ہو جبکہ وہ اہل سنت کے امام ہیں اور مسائل کی تحقیق میں بہت بڑے مجاہد ہیں اور اپنے مخالفوں سے پہلے ہو گزرے ہیں۔ لہٰذا وہ احادیث کی حقیقت اور اجماع سے دوسروں کی نسبت زیادہ آگاہ ہیں۔ اس کی تائید امام مالک رحمۃ اللہ علیہ کے اس قول سے ہوتی ہے کہ کسی نے ان سے پوچھا کہ نبی کریم ﷺ کے بعد سب سے افضل کون ہے۔ فرمایا ابوبکر پھر عمر۔ پھر فرمایا اس میں شک ہی کیا ہے اَوَ فِيْ ذَالِكَ شَكٌّ (مرام الکلام صفحہ ۴۶)۔

امام ذہبی لکھتے ہیں : اجمعت علماء السنة ان افضل الصحابة العشرة المشهود لهم و افضل العشرة ابو بكر ثم عمر بن الخطاب ثم عثمان بن عفان ثم علي ابن ابي طالب رضي الله عنهم اجمعين، و لا يشك في ذالك الا مبتدع منافق خبيث یعنی علمائے اہل سنت کا اس پر اجماع ہے کہ تمام صحابہ میں افضل عشرہ مبشرہ ہیں اور عشرہ مبشرہ میں سے افضل ابوبکر ہیں، پھر عمر پھر عثمان پھر علی رضی اللہ عنہم۔ اور اس میں کوئی شک نہیں کر سکتا سوائے بدعتی کے، منافق کے اور خبیث کے (الکبائر از امام ذہبی صفحہ ۲۳۶)۔

امامِ اہل سنت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ارقام فرماتے ہیں: جب اجماع قطعی ہوا تو اس کے مفاد یعنی تفضیلِ شیخین کی قطعیت میں کیا کلام رہا؟ ہمارا اور ہمارے مشائخِ طریقت و شریعت کا یہی مذہب (مطلع القمرین صفحہ ۸۱)۔

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہ والی حدیث جو ابوداؤد جلد ۲ صفحہ ۲۸۸، ترمذی جلد ۲ صفحہ ۲۱۲ اور بخاری جلد ا صفحہ ۵۲۳ پر موجود ہے اس میں کُنَّا نَقُوْلُ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَیٌّ کے الفاظ قابلِ غور ہیں۔ کُنَّا جمع کا صیغہ ہے اور بعض روایات میں وَنَحْنُ مُتَوَافِرُوْنَ کے الفاظ بھی ہیں۔ ان الفاظ سے علماء نے صحابہ کا اجماع ثابت کیا ہے (مرام الکلام صفحہ ۴۶)۔ پھر نقول کا لفظ بتا رہا ہے کہ یہ اجماع قولی ہے۔ جو قطعیت کو ثابت کرتا ہے۔ اسی حدیث کی بنا پر علماء نے فیصلہ دیا ہے کہ افضلیتِ شیخین کا عقیدہ قطعی ہے۔ اور اگر کوئی شخص اس اجماع کو سکوتی ثابت کرے تو پھر بھی ہمیں مضر نہیں اس لیے کہ صحابہ کا سکوتی اجماع بھی قولی کے قریب قریب ہوتا ہے۔ ہم نے بھی تو ازراہِ احتیاط تفضیلیوں کو کافر نہیں کہا بلکہ اہل سنت سے خارج قرار دیا ہے۔

صحابہ کے قول یا سکوت کے چکر میں پڑ کر اس کی قطعیت میں رخنہ ڈالا جا سکتا ہے مگر حدیث کے الفاظ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ حَیٌّ اور طبرانی کے الفاظ فَلَا یُنْکِرُ عَلَیْنَا نے اس اجماع کو عرش کے پار پہنچا دیا ہے اور اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی سے تصدیق فراہم کر دی ہے۔ اُدھر آسمانوں میں بھی یہی اجماع منعقد ہو چکا ہے۔ لطف کی بات یہ ہے کہ صحابہ کے ساتھ اس اجماع میں نبی کریم ﷺ بھی شامل ہیں اور فرشتوں کے ساتھ اس اجماع میں اللہ کریم جل شانہ بھی شامل ہے یَأْبَی اللّٰہُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلَّا اَبَابَکْرٍ (مسلم حدیث رقم: ۶۱۸۱)۔

اس قدر مضبوط دلائل کے باوجود محقق علمائے کرام کی احتیاط دیکھیے کہ انہوں نے اس اجماع کے منکر کو کافر نہیں کہا بلکہ بدعتی قرار دیا ہے، یعنی اسکا منکر کافر تو نہیں مگر اہلسنت سے خارج ہے۔

ان پر لفظِ رافضی کا اطلاق

جو لوگ صحابہ کو گالیاں دیتے ہیں انہیں آج کل کی اصطلاح میں رافضی اور جو شیخین

کی افضلیت کے منکر ہیں انہیں تفضیلی کہا جاتا ہے۔ مگر یہ دونوں شیعہ کے فرقے ہیں۔ ملاحظہ ہو ردالرفضہ وغیرہ۔

مگر متقدمین کی اصطلاح میں سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو تیسرا نمبر دینے والوں کو شیعہ کہا جاتا تھا، انہیں پہلا نمبر دینے والوں کو غالی شیعہ اور رافضی کہا جاتا تھا، اور شیخین کو گالیاں دینے والوں کو غالی رافضی کہا جاتا تھا۔

یہ بھی واضح رہے کہ موجودہ زمانے کے غالی رافضی خود کو رافضی تسلیم نہیں کرتے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ مولا علی کو خدا ماننے والے سبائی رافضی تھے جنہیں آپ رضی اللہ عنہ نے زندہ جلا دیا تھا۔

علامہ ابن حجر عسقلانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ: اَلتَّشَیُّعُ فِیْ عُرْفِ الْمُتَقَدِّمِیْنَ ھُوَ اِعْتِقَادُ تَفْضِیْلِ عَلِیٍّ عَلیٰ عُثْمَانَ، وَاَنَّ عَلِیًّا کَانَ مُصِیْبًا فِیْ حُرُوْبِہٖ، وَاَنَّ مُخَالِفَہٗ مُخْطِئٌ، مَعَ تَقْدِیْمِ الشَّیْخَیْنِ وَتَفْضِیْلِھِمَا...... فَمَنْ قَدَّمَہٗ عَلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ وَّعُمَرَ فَھُوَ غَالٍ فِیْ تَشَیُّعِہٖ، وَیُطْلَقُ عَلَیْہِ رَافِضِیٌّ، وَاِلَّا فَشِیْعِیٌّ، فَاِنِ انْضَافَ عَلیٰ ذٰلِکَ السَّبُّ اَوِ التَّصْرِیْحُ بِالْبُغْضِ۔ وَھُوَ التَّشَیُّعُ فِیْ عُرْفِ الْمُتَأَخِّرِیْنَ۔ فَغَالٍ فِی الرَّفْضِ یعنی متقدمین کے عرف میں شیعہ اسے کہا جاتا تھا جو حضرت علی کو حضرت عثمان سے افضل کہتا تھا، جو انہیں ابو بکر اور عمر سے افضل کہے وہ غالی شیعہ ہے اور اسے رافضی بھی کہا جاتا ہے اور اگر شیخین کو گالیاں دے اور ان سے بغض رکھے تو غالی رافضی ہے (تہذیب التہذیب جلد ۱ صفحہ ۹۴، ہدی الساری جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، حاشیہ الرفع والتکمیل صفحہ ۱۴۶، فتاویٰ رضویہ جدید جلد ۲۸ صفحہ ۸۷)۔

امام شعرانی علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: مَا تُثْبِتُ بِہِ الرَّوَافِضُ فِیْ تَقْدِیْمِھِمْ عَلِیًّا رَضِیَ اللہُ عَنْہُ عَلیٰ اَبِیْ بَکْرٍ رَضِیَ اللہُ عَنْہُ الخ الحاصل سیدنا علی کو سیدنا ابوبکر سے افضل ثابت کرنے والے رافضی ہیں (الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۴۳۷)۔

حضرت ملا علی قاری علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: ھُوَ اَفْضَلُ الْاَوْلِیَآءِ مِنَ الْاَوَّلِیْنَ وَالْآخِرِیْنَ وَقَدْ حُکِیَ الْاِجْمَاعُ عَلیٰ ذٰلِکَ، وَلَا عِبْرَۃَ بِمُخَالَفَۃِ الرَّوَافِضِ ھُنَالِکَ یعنی

صدیق اکبر اگلے پچھلے تمام اولیاء سے افضل ہیں، اس پر اجماع ہے اور اسکی مخالفت کرنے والے رافضی ہیں، انکی مخالفت کا یہاں کوئی اعتبار نہیں (شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۱)۔

امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: صدیق اکبر کو افضل نہ ماننے والا رافضی ہے اور اس کا عقیدہ خبیث ہے (الحاصل الحاوی للفتاوی جلد ا صفحہ ۳۱۸)۔

امام ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: وَفِی الرَّوَافِضِ اَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَی الثَّلٰثَۃِ فَمُبْتَدِعٌ یعنی روافض کے بارے میں یہ حکم ہے کہ جس نے سیدنا علی المرتضیٰ کو تین خلفاء پر فضیلت دی وہ بدعتی ہے (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۶۰)۔ اس عبارت میں ایسے تفضیلیوں کو رافضی کہا گیا ہی۔ تبیین الحقائق میں بھی یہی عبارت ہے کہ: وَفِی الرَّوَافِضِ اَنَّ مَنْ فَضَّلَ عَلِیًّا عَلَی الثَّلٰثَۃِ فَمُبْتَدِعٌ (تبیین الحقائق جلد ا صفحہ ۱۳۵)۔

امام سید ابن عابدین شامی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: اِنَّ الرَّافِضِیَّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَیَلْعَنُھُمَا فَھُوَ کَافِرٌ وَاِنْ کَانَ یُفَضِّلُ عَلِیًّا عَلَیْھِمَا فَھُوَ مُبْتَدِعٌ یعنی رافضی اگر شیخین کو گالیاں دیتا ہو اور ان پر لعنت بھیجتا ہو تو کافر ہے، اور اگر حضرت علی کو شیخین پر فضیلت دیتا ہو تو بدعتی ہے (فتاویٰ شامی جلد ۳ صفحہ ۳۲۱)۔ اس عبارت میں بھی رافضی کا لفظ دکھانا مقصود ہے۔

فتاویٰ عالمگیری میں ہے کہ: اَلرَّافِضِیُّ اِذَا کَانَ یَسُبُّ الشَّیْخَیْنِ وَیَلْعَنُھُمَا وَالْعِیَاذُ بِاللّٰہِ فَھُوَ کَافِرٌ وَاِنْ کَانَ یُفَضِّلُ عَلِیًّا کَرَّمَ اللّٰہُ تَعَالٰی وَجْھَہٗ عَلٰی اَبِیْ بَکْرٍ رضی اللہ عنہ لَا یَکُوْنُ کَافِرًا اِلَّا اَنَّہٗ مُبْتَدِعٌ وَالْمُعْتَزِلِیُّ مُبْتَدِعٌ یعنی رافضی اگر شیخین کو گالیاں دیتا ہو اور ان پر لعنت بھیجتا ہو تو کافر ہے اور اگر سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ سے افضل کہتا ہو تو بدعتی ہے اور معتزلی بھی بدعتی ہے (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۲۶۴)۔

عالمگیری کی اس عبارت میں بھی تفضیلی کو رافضی کہا گیا ہے، مبتدع کہا گیا ہے، معتزلہ کی طرح اہل سنت کا مقابل بدعتی کہا گیا ہے۔

حضرت میر سید عبد الواحد بلگرامی چشتی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جو شخص حضرت امیر

المومنین علی کرم اللہ وجہہ کو خلیفہ نہ مانے وہ خارجی ہے اور جو شخص کہ انہیں حضرت امیر المومنین ابوبکر اور عمر رضی اللہ عنہما پر فضیلت دے وہ رافضیوں میں سے ہے (سبع سنابل صفحہ ۶۲)۔

حضرت مجدد الف ثانی قدس سرہ فرماتے ہیں: شیخین کی افضلیت یقینی ہے اور حضرت عثمان کی افضلیت اس سے کم تر ہے۔ لیکن احوط یہی ہے کہ حضرت عثمان کی افضلیت کے منکر بلکہ شیخین کی افضلیت کے منکر کو بھی کفر کا حکم نہ کریں بلکہ بدعتی اور گمراہ جانیں۔ کیونکہ اس کی تکفیر میں علماء کا اختلاف ہے اور اجماع کے قطعی ہونے میں قیل وقال ہے۔ شیخین کی افضلیت کا منکر یزید بدبخت کا ساتھی اور بھائی ہے کہ اسی احتیاط کے باعث علماء نے اس کے لعن میں توقف کیا ہے۔ جو ایذاء پیغمبر ﷺ کو خلفاء راشدین کی جہت سے پہنچی ہے وہ بالکل اسی ایذاء کی طرح ہے جو امام حسن اور حسین کی جہت سے پہنچی ہے علیہ وعلیہم الصلوٰۃ والتسلیمات (مکتوبات امام ربانی جلد ا صفحہ ۵۵۶ مکتوب نمبر ۲۶۶)۔

اگر کوئی تفضیلی یزید پر لعن کے وجوب کا قائل ہو تو حضرت مجدد علیہ الرحمہ کا یہ فتویٰ اس کے لیے مزید قابل غور ہے خرد باید۔

اعلیٰ حضرت عظیم البرکت قدس سرہ فرماتے ہیں: ائمہ دین نے تفضیلیہ کو روافض سے شمار کیا (مطلع القمرین صفحہ ۸۸)۔

علامہ غلام رسول صاحب سعیدی لکھتے ہیں: جو شخص حضرت علی کو حضرت ابوبکر و عمر سے افضل کہے وہ رافضی ہے (تذکرۃ المحدثین صفحہ ۲۸۲)۔

اہل سنت کی علامت اور شناخت

حضرت سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا کہ اہل سنت و جماعت کی پہچان کیا ہے تو فرمایا کہ: اَنْ تُحِبَّ الشَّیْخَیْنِ وَ لَا تَطْعَنَ الْخَتَنَیْنِ وَ تَمْسَحَ عَلَی الْخُفَّیْنِ یعنی اہل سنت کی پہچان یہ ہے کہ تم شیخین سے محبت کرو اور ختنین پر تنقید نہ کرو اور موزوں پر مسح کرو (فتاویٰ قاضی خان جلد ا صفحہ ۴۶، مرقاۃ جلد ۲ صفحہ ۷۷)۔

امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اہل سنت کی علامت ہے: تَفْضِیْلُ الشَّیْخَیْنِ

وَ حُبُّ الْخَتَنَيْنِ یعنی ابوبکر و عمر کو افضل ماننا اور عثمان و علی سے محبت کرنا (قاضی خان جلد ۱ صفحہ ۴۶، شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۰، تکمیل الایمان صفحہ ۷۸، نبراس صفحہ ۳۰۲، شرح فقہ اکبر صفحہ ۶۳، فتاویٰ رضویہ جلد ۹ صفحہ ۶۱، البحر الرائق جلد ۱ صفحہ ۲۸۸، بنایہ جلد ۱ صفحہ ۱۴۶)۔ یہ اہل سنت کی نشانی، پہچان اور خاصہ اس طرح ہے کہ شیخین کی افضلیت کا انکار رافضیت ہے اور ختنین کی محبت کا انکار خارجیت ہے اور دونوں باتوں کو ماننا سنیت ہے۔ یہ ہے سنیت کا سرٹیفکیٹ، آج ہر احمق اٹھ کر لوگوں کو سنیت کا سرٹیفکیٹ جاری کرنے لگتا ہے۔ اگر افضلیتِ شیخین کا منکر اہل سنت سے خارج نہیں تو پھر محبتِ ختنین کا منکر بھی اہل سنت سے خارج نہ ہوگا، اور جب یہ اہل سنت سے خارج ہے تو پھر وہ بھی خارج ہے اور یہی حق ہے۔

سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کو شیخین سے مطلق افضل کہنے کو علماء نے رافضیت قرار دیا ہے۔ اب صدیق اکبر کو صرف سیاسی خلیفہ اور مولا علی کو روحانی خلیفہ قرار دینا مذکورہ رافضیوں سے بڑھ کر رافضیت ہے اسلیے کہ اگلے رافضیوں نے صدیقِ اکبر کو ولایت میں کم تر مانا اور بعد والے رافضیوں نے انکی خلافت کو سیاست تک محدود کر دیا۔

یہ معمولی مسئلہ نہیں

حضرت علامہ عبدالعزیز پرہاروی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: هٰذِهِ الْمَسْئَلَةُ يَدُوْرُ عَلَيْهَا اِبْطَالُ مَذْهَبِ الشِّيْعَةِ فَاِنَّ اَوَّلَ اُصُوْلِهِمْ اَنَّ عَلِيًّا رَضِيَ اللهُ عَنْهُ اَفْضَلُ الْكُلِّ .... وَ فَسَادُهٗ اَشَدُّ مِنْ مَفَاسِدِ مَذْهَبِ الْمُعْتَزِلَةِ وَ الْجَبَرِيَّةِ وَ اَشْبَاهِهِمْ فَيَجِبُ عَلَى الْعُلَمَآءِ الْاِهْتِمَامُ بِمَسْئَلَةِ الْاَفْضَلِيَّةِ .... وَ حَسْبُكَ دَلِيْلًا عَلَى الْاِهْتِمَامِ بِمَسْئَلَةِ الْاَفْضَلِيَّةِ اَنَّهَا مِنْ عَلَامَاتِ اَهْلِ السُّنَّةِ یعنی یہ مسئلہ ایسا ہے کہ اس پر شیعہ مذہب کے ابطال کا دارومدار ہے، ان کا پہلا اصول ہی یہ ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سب سے افضل ہیں، جو افضل ہو خلافت کا حقدار وہی ہوتا ہے، اور جو حقدار کو خلافت نہ دے وہ غاصب اور ظالم ہوتا ہے، اور جو ظالم ہو وہ عادل نہیں ہوتا اور جو عادل نہ ہو اس کا روایت کردہ دین بھی معتبر نہیں ہوتا۔ شیعہ مذہب کے پاس عوام کو گمراہ کرنے کی یہ ترتیب ہے۔ اس عقیدے کا فساد معتزلہ، جبریہ اور ان جیسے

مذاہب سے بڑھ کر شدید ہے، لہٰذا علماء پر واجب ہے کہ افضلیت کے مسئلے کو خصوصی اہمیت دیں ....اس مسئلے کو خاص اہمیت دینے کیلیے تمہارے پاس یہی دلیل کافی ہے کہ علماء نے شیخین کی افضلیت اور ختنین کی محبت کو اہلِ سنت کی علامت قرار دیا ہے (نبراس صفحہ ۳۰۲)۔

صاحب نبراس نے اہلِ سنت کو بیدار کرنے کا حق ادا کر دیا ہے۔ دین کی غیرت رکھنے والے ذمہ دار علماء پر لازم ہے کہ اس موضوع کی اہمیت کو سمجھ جائیں اور اٹھ کھڑے ہوں۔

ان تفضیلیوں کے لیے علماء نے جو الفاظ استعمال فرمائے ہیں وہ مندرجہ ذیل ہیں اور ہم محض ان الفاظ کو نقل کرنے کے روادار ہیں: غالی شیعہ اور رافضی (تہذیب التہذیب جلد ا صفحہ ۹۴، ہدی الساری جلد ۲ صفحہ ۲۴۰، الرفع والتکمیل صفحہ ۱۴۶، فتاویٰ رضویہ جلد ۲۸ صفحہ ۸۷)۔ رافضی (فتح القدیر جلد ا صفحہ ۳۶۰، تبیین الحقائق جلد ا صفحہ ۱۳۵، شامی جلد ۳ صفحہ ۳۲۱، سبع سنابل صفحہ ۷۷)۔ بدعتی منافق خبیث (امام ذہبی کتاب الکبائر صفحہ ۲۳۶)۔ خبیث عقیدہ (علامہ سیوطی الحاوی للفتاوی ۱/۳۱۸)۔ بنائے تو در رفض محکم تر است (سبع سنابل صفحہ ۶۱)۔ تفضیلی رافضی (سبع سنابل صفحہ ۷۶)۔ صحابہ کے اجماع کے منکر سے خدا و مصطفی بے زار ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے دربار سے جلد ہی مردود ہو جاتا ہے، اسکی بدبختی کی گرہ کو نہیں کھولا جا سکتا، صحابہ کا انکار خدا و مصطفی کا انکار ہے، جسکا راستہ سنت کے خلاف ہے اسکی گردن میں لعنتوں کا طوق ہے (سبع سنابل صفحہ ۷۵)۔ ملعون، روسیاہ، احمق (سبع سنابل صفحہ ۷۴)۔ تفضیلی یزید بدبخت کا ساتھی ہے (مکتوبات شریف مکتوب نمبر ۲۶۶)۔ اہلِ سنت سے خارج (اعلیٰ حضرت مطلع القمرین صفحہ ۷۰)۔ اہلسنت سے خارج (کئی علماء، فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ صفحہ ۴۶ تا ۵۱)۔

الحاصل: تفضیلیوں کے بارے میں کم از کم حکم یہ ہے کہ تفضیلی فرقہ اہلِ بدعت کا فرقہ ہے۔ اس بدعت کا تعلق عمل سے نہیں بلکہ اعتقاد سے ہے۔ اسکا الٹ سنت نہیں بلکہ اہلِ سنت ہے۔ اسکا مرتکب اہلِ سنت سے اسی طرح خارج ہو جاتا ہے جس طرح جبری، قدری، معتزلے اور خارجی وغیرہ۔ حضرت سفیان ثوری علیہ الرحمہ فرماتے ہیں کہ جس نے حضرت علی کو شیخین کی نسبت ولایت کا زیادہ حقدار قرار دیا، اس نے ابو بکر، عمر اور مہاجرین و انصار کو گناہگار مانا۔ میں نہیں سمجھتا کہ ایسے گندے عقیدے کے باوجود اس کا کوئی عمل اللہ کی بارگاہ میں قبول ہو گا (ابو داؤد حدیث رقم: ۴۶۳۰)۔ شیخین کی افضلیت کو علماء نے نہ صرف اہلِ سنت کا عقیدہ قرار دیا ہے بلکہ اسے اہلِ

سنت کی شناخت، شعار اور پہچان قرار دیا ہے۔ گویا جس کا یہ عقیدہ نہیں وہ اہلِ سنت سے خارج ہے۔ حَیْثُ جعلُوْا مِنْ عَلَامَاتِ اَھْلِ السُّنَةِ وَالْجَمَاعَةِ تَفْضِیْلَ الشَّیْخَیْنِ وَمَحَبَّةُ الْخَتَنَیْنِ (شرح عقائد نسفی صفحہ ۱۵۰) علمائے دین تفضیلیہ کو سنیوں میں شمار نہیں کرتے (مطلع القمرین صفحہ ۷۰)۔ تفضیلی کے پیچھے نماز نہیں ہوتی۔ اگر کسی نے پڑھ لی تو دوہرانا پڑے گی کُرِہَ اِمَامَةُ الْعَبْدِ وَالْاَعْرَابِیِّ وَالْفَاسِقِ وَالْمُبْتَدِعِ وَالْاَعْمیٰ وَوَلَدِ الزِّنَا (کنز الدقائق صفحہ ۲۸)۔ حکم نماز کا ان کے پیچھے وہی ہے جو مبتدعہ کے پیچھے، یعنی مکروہ بکراہتِ شدیدہ (مطلع القمرین صفحہ ۸۸)۔ بہت سے علمائے اہل سنت کا یہی فتویٰ کتاب فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۴۶ تا ۵۱ پر موجود ہے۔

اور ایسے بدعتی کی نمازِ جنازہ جائز نہیں (فتاویٰ رضویہ جلد ۴ صفحہ ۵۳ مطبوعہ آرام باغ)۔ بلکہ بدعتی کا ادب واحترام کرنا بھی منع ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

مَنْ وَقَّرَ صَاحِبَ بِدْعَةٍ فَقَدْ اَعَانَ عَلیٰ ھَدْمِ الْاِسْلَام یعنی جس نے صاحب بدعت کا احترام کیا اس نے اسلام کو ڈھا دینے میں مدد کی (شعب الایمان للبیہقی حدیث رقم: ۹۴۶۴، مشکوٰۃ حدیث رقم: ۱۸۹)۔

چودھویں صدی کے جید ترین علمائے کرام ومشائخ عظام کے فیصلے

۱)۔ حضرت غزالیٔ دوراں علامہ سید احمد سعید شاہ صاحب کاظمی علیہ الرحمہ

:

سیدنا صدیق اکبر وسیدنا عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی تفضیل جمیع صحابہ کرام بشمول حضرت علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین پر اہل سنت کا اجماعی عقیدہ ہے۔ اس عقیدہ کا مخالف سنی نہیں ہے۔ اس کی اقتداء جائز نہیں ہے۔

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو معاذ اللہ فاسق کہنے والا ہرگز سنی نہیں ہے۔ تمام صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین اہل سنت کے نزدیک بالاتفاق واجب الاحترام ہیں۔ اس لیے ایسے شخص کی اقتداء

بھی درست نہیں۔

سید احمد سعید کاظمی غفرلہ 9 اگست 1969ء

۲)۔ استاذ المحدثین مفتی اعظم علامہ ابوالبرکات سید احمد شاہ علیہ الرحمہ:

جو شخص حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت صدیق اکبر اور حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر فضیلت دیتا ہے وہ گمراہ اور گمراہی پھیلانے والا ہے۔ وہ ہرگز اہل سنت سے نہیں۔ ایسے شخص کو امام بنانا ہرگز جائز نہیں۔ اور جو شخص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہتا ہے اور مطعون کرتا ہے وہ خود فاسق ہے اس کو امام بنانا گناہ ہے۔

واضح رہے کہ علماءِ اہل سنت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے فاسق ہونیکی نفی کر رہے ہیں اور انکو کافر کہنا تو بہت بڑی بات ہے، اس سے یقینا کہنے والا خود کافر لعنتی ہو چکا ہے۔

فقیر قادری ابوالبرکات سید احمد عفی عنہ 11 اکتوبر 1969ء

۳)۔ حکیم الامت حضرت مفتی احمد یار خان صاحب نعیمی علیہ الرحمہ:

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت ابوبکر صدیق و فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل بتانے یا حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو فاسق کہنے والا شخص بالکل بے دین ہے۔

فقیر احمد یار بدایونی نعیمی 23 اکتوبر 1969ء

۴)۔ شیخ الحدیث علامہ غلام رسول صاحب علیہ الرحمہ جامعہ رضویہ:

حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد امتِ مسلمہ کا حضرت ابوبکر الصدیق رضی اللہ عنہ کی فضیلتِ اولیہ پر اتفاق ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ عادل ثقہ اور صالح صحابی ہیں۔ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر آپ کی حقیقی ہمشیرہ امِ حبیبہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا تھیں۔ آپ بڑے عالم اور مجتہد صحابی ہیں۔ آپ کے لیے سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی۔ آپ کی شان میں گستاخی کرنا اور آپ کو برا کہنا رِفض ہے۔ ایسا شخص ہرگز ہرگز سنی نہیں ہے۔ اس کے پیچھے ہرگز ہرگز نماز نہ پڑھی جائے۔ واللہ ورسولہ اعلم

غلام رسول غفرلہ قادری رضوی 31 اگست 1969ء

۵)۔ شیخ الاسلام حضرت خواجہ محمد قمر الدین صاحب سیالوی علیہ الرحمہ:

اجماعِ صحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی افضلیت علیٰ جمیع

الصحابہ (رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) پر ہے۔ اس اجماع کا منکر شُذَّ فِی النَّارِ کی وعید کے تحت ہے۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے مناقب مسلم الثبوت ہیں۔ انکی شان میں گستاخی کرنا اگر التزام کفر نہیں تو لزوم کفر میں ضرور داخل ہے۔ حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ عنہ کے بارے میں یہ کہنا کہ انہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ یا دیگر اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے دشمنی کی، انہیں سب وشتم کراتے یا کرتے تھے سراسر غلط، ضلالت اور جہالت پر مبنی ہے۔ جو نضر بن مزاحم، یونس بن خباب اور مرحوب وغیرہم جیسے رافضیوں کی روایات پر مبنی ہے۔ فرمانِ ذیشان آنحضرت محمد ﷺ "اَللّٰہَ اَللّٰہَ فِیْ اَصْحَابِیْ" کوئی مسلمان نہیں بھول سکتا۔ فقط واللہ تعالیٰ ورسولہ الاعلیٰ اعلم۔

محمد قمر الدین السیالوی غفرلہ ۱۰ رمضان المبارک ۱۳۸۹ھ

۶)۔ آستانہ عالیہ گولڑہ شریف:

تفضیلِ شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما جمیع اہل سنت وجماعت کا مسلک ہے۔ اسکے خلاف کرنے والا مبتدع ہے۔ جسکی امامت مکروہ ہے اور کسی صحابی رضی اللہ عنہ کی تفسیق توہین، مسلک اہل سنت کے خلاف اور بدعت ہے خصوصاً حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جن کے عادل وصالح ہونے کے لیے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کا خلافت تفویض کرنا بیّن ثبوت ہے۔ ورنہ فاسق کو تفویض خلافت کرنا حضرت حسن رضی اللہ عنہ کے شایانِ شان نہیں ہے۔

کتبہ فیض احمد مقیم آستانہ عالیہ گولڑہ شریف/ الجواب صحیح
محمد فاضل چشتی آستانہ عالیہ گولڑہ شریف

۷)۔ مناظرِ اعظم حضرت علامہ محمد عمر صاحب اچھروی علیہ الرحمہ:

سیدنا ابوبکر صدیق وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی خلافتِ حقہ کا منکر اسلام سے خارج ہے اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کو ان سے افضل سمجھنے والا بے دین گمراہ ہے۔ اور حضرت امیر معاویہ بن ابی سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو سب وشتم اور بکواس کرنے والا بھی اسلام سے خارج ہے۔

فقط محمد عمر اچھروی یکم محرم الحرام ۱۳۹۰ھ

۸)۔ حضرت علامہ مولانا محب النبی صاحب رحمۃ اللہ علیہ:

اہل سنت وجماعت کے نزدیک حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو حضرت ابوبکر وعمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے افضل سمجھنے والا گمراہ، فاسق وفاجر ہے اور فاسق وفاجر شرعاً واجب الاہانت ہے (یعنی ایسے عقیدے والے شخص کی عزت وتعظیم نہ کی جائے)۔ نیز حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو برا کہنے والا بھی اہل

سنت سے نہیں ہوسکتا کیونکہ بہ مذہبِ اہل سنت حضور ﷺ کے کل صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کا سراپا عدل وحق ہونا امرِ مسلم ہے۔ فقط، محب النبی

۹)۔ شیخ الحدیث حضرت علامہ عبد المصطفیٰ صاحب ازہری:

جو شخص سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضرت صدیق وفاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے بہتر کہے وہ سنی نہیں اور ایسا شخص محبِ حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی نہیں۔ چنانچہ صواعق شریف میں امام ابنِ حجر فرماتے ہیں: (ترجمہ) جس بات پر ملت کے بزرگ اور امت کے عالم متفق ہیں وہ یہ ہے کہ اس امت میں سب سے افضل حضرت ابوبکر صدیق پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہیں۔ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ حضور ﷺ کے مقدس صحابی اور نزدیکی رشتہ دار ہیں۔ صرف پانچ واسطوں سے ان کا نسب نبی کریم ﷺ کے نسب شریف سے جا ملتا ہے۔ یہ کاتبِ وحی اور حضور ﷺ کے سالے ہیں۔ ان کے جنتی ہونے کی نوید قرآن مجید نے دی۔ وہ مجتہد صحابی ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی خلافت ان کو دی اور آپ خلافت سے دستبردار ہو گئے۔ اب حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو جو شخص برا کہتا ہے وہ درحقیقت حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کو برا کہتا ہے۔ ایسا شخص رافضی یا خارجی ہے اور کبھی بھی ایسا شخص اہل سنت سے نہیں ہوسکتا۔ اس لیے کہ صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے یہی لوگ عداوت رکھتے ہیں۔ سنی تو ان دونوں (صحابہ اور اہل بیت رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین) سے محبت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم فقیر عبد المصطفیٰ ازہری

۱۰)۔ حضرت صاحبزادہ پیر میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری:

مجھے علماءِ اہل سنت کی مذکورہ بالا تحقیقات وتصدیقات سے پورا اتفاق ہے اور یہی حق و صواب ہے۔ یعنی تفضیلِ شیخین، احترام واکرام جمیع اہل سنت کا مسلک ہے بالخصوص حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ واجب التعظیم صحابیٔ رسولِ اکرم ﷺ ہیں۔ اور منکر اہل سنت سے خارج ہے اور لائق امامت نہیں۔ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

ان تمام بزرگوں کی مفصل تحریریں کتاب فضائل حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے صفحہ ۴۶ سے لیکر صفحہ ۵۱ تک پر موجود ہیں۔ جسکے مصنف رئیس العلماء حضرت علامہ قاضی غلام محمود صاحب ہزاروی علیہ الرحمہ ہیں۔

آخر میں ہم تفضیلی رافضیوں سے پوچھتے ہیں کہ افضلیتِ شیخین کا عقیدہ رکھنے والی پوری امت پر تمہارا کیا فتویٰ ہے؟ اور اسکی کیا دلیل ہے؟ ثانیاً ہم یہ بھی پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی خارجی مولا علی کو صرف سیاسی خلیفہ کہے اور روحانی خلیفہ نہ مانے تو تمہارا اس عقیدے والے پر کیا فتویٰ ہوگا؟ ایسے شخص پر جس قدر تم ملامت کرو گے اور اس پر جس قدر منافقت کا الزام لگاؤ گے اس سے اُسی گنا تم خود ملامت اور منافقت کے فتوے کے حق دار ہو۔ اگر ایسی بات کہنے والا شخص خارجی ہے تو پھر تم یقیناً رافضی ہو۔

وَمَا عَلَيْنَا اِلَّا الْبَلَاغ

وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى سَيِّدِنَا وَمَوْلٰينَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ

خُصُوْصاً عَلٰى خُلَفَائِهِ الْاَرْبَعَةِ اَبِىْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ

وَعَلٰى جَمِيْعِ اُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَا مَعَهُمْ اَجْمَعِيْنَ

☆......☆......☆